

خون کا گلاب

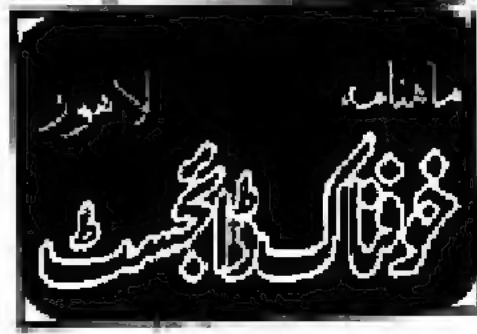
WWW.PAKSOCIETY.COM

جلد نمبر 20

تاریخ کا گلاب

RSCTV

CPL No.219



ماہ جولائی 2014

قاتل وھاگہ نمبر

قیمت 70 روپے

جلد 18 شمارہ نمبر 2

ماہنامہ خودنک ڈائجسٹ لاہور

پوسٹ بکس نمبر 3202، غالب مارکیٹ، گلبرگ لاہور

ماہی، شہزادہ عائشہ

نعمان اعظمی، شہلا عائشہ

چیف ایگزیکٹو شہزادہ عائشہ

جنرل شہزادہ عائشہ

سرکولیشن منیجر، جمال الدین

فون: 0333.4302601

ایڈیٹر شہزادہ عائشہ

فون: 0341.4178875

ماہنامہ خودنک ڈائجسٹ لاہور

لاہور، دارالعلوم، دارالعلوم



خوفناک ڈائجسٹ ماہ جولائی 2014 کے شمارے قاتل دھماگہ نمبر کی جھلکیاں

راز نو
محمد ندیم میرواتی۔ پٹوکی

۶۲

پر چھائی
غلیل احمد کراچی

۶

ہنسی مسوان
کاشف عبید کاوش

۷۳

سیاہ ہیولہ
تم تم نشاوت۔ آسمندہ ماہ

۹۰

پری کی ربائی
سہیل۔ فیصل آباد

۸۰

بھید
نہد خالد شاہان

۲۰

عجب کھیل
فلک زائد لاہور

۵۳

بابیہ کال
نہد وارث قمر

۳۲

نمایارہ
شمینہ بٹ۔ لاہور

۱۱۰

قاتل عاشق
صائمہ لیاقت۔ ظفر وال

۵۳

مجھے یہ شعر پسند ہے

قاتل دھماکہ
رابعہ ارشد

۱۲۰

مغصوم بیٹی
نہراں سرور - گوجرانوالہ

عاشق پچھو
رہنیا محمود قریشی

۱۲۱

آپ کے خطوط

پھول اور کلیاں

قاتل دھماکہ نمبر

غزلیں نظمیں

سرد عشق
روانجیل

کوٹ جنال
ایمان سعادت اشرف

۱۲۲

۱۲۱

اسلامی صفحہ

درود پاک کی برکات

بلغ میں ایک امیر کبیر سوداگر رہتا تھا اس کے دو لڑکے تھے اس خوش نصیب کے پاس دنیاوی دولت کے علاوہ ایک نعمت عظمیٰ یہ تھی کہ اس کے پاس سرکارِ دو عالم ﷺ کے تین ہال مبارک تھے جب وہ خوش بخت فوت ہوا تو اس کے دونوں بیٹوں نے باپ کی جائیداد انیس میں تقسیم کر لی اور جب مرنے مبارک کی باری آئی تو بڑے نے کہا کہ اسے آدھا آدھا کر لیں چھوٹے نے کہا اللہ کی قسم میں ایسا نہیں ہونے دوں گا کون ہے جو رسول ﷺ کے ہال مبارک کو توڑے بڑے نے جب اپنے چھوٹے بھائی کی عقیدت اور ایمانی تقاضا دیکھا تو بولا اگر تجھے اس ہال کے ساتھ اتنی ہی محبت ہے تو یوں کر یہ تینوں ہال تو رکھ لے اور باپ کی جائیداد کا اپنا حصہ بھی مجھے دے دے چھوٹے نے یہ سن کر کہا اور اسے قسمت مجھے اور کیا چاہئے ایمان و ایمانی اس نعمت عظمیٰ کی قدر جانتا ہے دنیا دار کہیں کیا جانے چنانچہ بڑے نے دنیا کی دولت لے لی اور چھوٹے نے تینوں مرنے مبارک لے لیے اور انیس بڑے ادب و احترام سے رکھ لیا جب شوق غالب ہو تو زیارت کرنے لگتا اور درود پاک پڑھتا اور اس ذاتِ جل جلال کی بے نیازی دیکھ کر اس کے بڑے بھائی کا دل چند لمحوں میں ہی ختم ہو گیا اور وہ کنگال ہو گیا بھول شاعر

دنیا پیچیدہ دین دلچسپ ہے دلی نہ چلی ساجھ ہے۔۔۔ جی کو بازا مار یا مود رکھ اپنے ہاتھ

اللہ تعالیٰ نے چھوٹے کے مال میں برکت ڈال دی اور وہ خوش حال ہو گیا پھر جب حبیب خدا ﷺ کا جائیداد وفات پا گیا تو کسی نے خواب میں دیکھا رحمتِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کی زیارت کی اور اسے بھی ساتھ دیکھا سیدنا دو عالم ﷺ نے فرمایا اے میرے اقی تو لوگوں میں اعلان کرو جس کسی کو کوئی حاجت کوئی مشکل پیش ہو تو وہ اس قبر پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اس نے بیدار ہو کر اعلان کر دیا تو اس عاشقِ رسول ﷺ کی قبر مبارک کو ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ لوگ دھڑا دھڑا اس قبر پر حاضر ہونے لگے اور پھر یہاں تک فوج آ گئی کہ کوئی سوار ہو کر وہاں سے گزرے تو میرے ادب سواروں سے نیچے اتر جاتا اور پیدل چلتا اور مزہ نہ لے لگا جس میں ہے کہ بڑے بھائی کا مال ختم ہو گیا اور وہ بالکل فقیر ہو گیا اس نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور اپنی حالت کی شکایت کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے بد نصیب تو ہال مبارک پر دنیا کو ترجیح دی اور میرے بھائی نے دوسرے مبارک لے لیے اور جب وہ ہال مبارک کو دیکھتا تو مجھے یہ درود پڑھتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو دلوں جہانوں میں نیک اور سعید کر دیا جب وہ بیدار ہوا تو چھوٹے بھائی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے خزانوں میں شامل ہو گیا۔ (مزمعہ الحجالس۔)

کشور کرن پتوکی

اسلامی صفحہ

ماں کی یاد میں

----- غلی شان لاہور

ماں ماں ماں کیا سنا ہے ان الفاظوں میں قسم خدا کی دل کو بہت سکون ملتا ہے ماں دونوں ہونٹ چڑ جاتے ہیں پیاری ماں کا نام لینے سے اس سے بڑھ کر وہاں کوئی بھی رشتہ عزیز نہیں ہے ماں بھی ماں اگر باپ چھوڑ جائے تو ماں ہی باپ بن کر بولاد کو ہر وہ خوشی دیتی ہے جو ماں باپ دونوں سے ملتی تھی اور ماں ہی باپ ماں ہی دوست ماں ہی گھر کی رونق ماں ہی وہ خانہ کعبہ جس ایک بار پیار سے دیکھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری رنج اور ہو گئی اور ماں ہی دنیا کی وہ مہراں جو اپنی اولاد کے ہر عیب چھپا سکتی ہے ماں ہی اہمہرہ جو اپنے بچے کو بھی رنج میں دیکھ کر سکون نہیں دیتی جب تک اس کا لال ٹھیک نہ ہو جائے ماں ہی ہر رشتہ ہے ماں ہی بچی رشتے کا احساس نہیں ہونے دیتی ماں آج میں لوگوں کو وہ باتیں بتانے جا رہی ہوں جو آج تک میرے دل میں ہی رہیں تھیں راز کی باتیں ہیں ماں جب بھی میں گھر سے باہر نکلتا ہوں تو مجھے گرمی ستاتی ہے سردی لگ جاتی ہے لیکن یہ بات میں نے آزمائی ہے کہ جب آپ کا دیدار پیار سے کر کے جاتا ہوں تو مجھے کچھ بھی نہیں ہوتا ماں میں آپ کو خوش کر کے جاتا ہوں تو کیا آپ میرے جانے کے بعد میرے لئے دعا کریں گے؟ میں جانتی ہوں کہ آپ کو خوش کر کے احساس نہیں ہوتا کیوں کہ آپ کی دعائیں میرے سر پہ ہمیشہ سایہ بن کر رہتی ہیں اور دوسری بات ماں آپ کو کوہ پست ہے میں آپ کے پاؤں کی طرف بیٹھ کر کہتا تھا کہ ماں ہوں جانتی ہیں کیوں میں نے آپ سے دور بیٹھ کر جب بھی کھایا ہے مجھے ذرا مزہ نہیں آتا ماں آپ سے باتیں کرتے کرتے کھانا رہ جاتا ہوں دوسرے کو جسم کو اک سکون سامنا جاتا ہے ہانک میں اپنے دوست کے گھر گیا وہ کالی طرحی بعد آتا تھا جب وہ اپنے گھر کا دروازہ گزرتا تو اس کی چٹخیں اٹھنے لگیں کیوں کہ پہلے اس کی ماں اس کے آنے کی خبر ان کر گھر کو صاف کر کے اس کے لیے طرح طرح کے کھانے بنا کر دروازے کیلکٹری ہو کر اس کا انتظار کرتی تھیں مگر آج جب وہ گھر گیا تو دیواروں سے اپنا سر ٹکرا کر بہت رو دیا ماں کو ہر گھڑی میں جا کر آوازیں دیں ہر کونے میں دھونڈا گھر اس کی ماں کی آواز نے اسے ایک بار بھی نہیں پیار سے کہا بسم اللہ ہے اللہ آگیا نہ کسی نے اس کا ہاتھ مانہ کسی نے اسے دونوں ہاتھوں سے اس کے سر پر پیار ہی دیا ماں جب میں نے یہ منظر دیکھا تو مجھ سے رہا نہیں گیا میں نے اسے چپ نہیں کروایا میں تو بھاگا کہ اسے میری امی ماں مجھے ایسا لگا کہ دنیا اندھیری ہو گئی ہے دنیا بے رونق ہو گئی ہے زندگی بھری ہے سائیس انک رہی ہیں میں مجھے نہیں پتہ میں گرتا سنبھلا کیسے گھر تک آیا تھا آپ سو رہی تھیں مگر نہ جانے میں کوئی گستاخی کر لیتا آپ کو جگانے کی گھر آپ گہری نیند میں تھیں میری آوازوں سے نہ اٹھیں تو میں نے چپکے چپکے آپ کے پاؤں چومے میں نے اپنے لب بہت ہی آہستہ آپ کے پاؤں کو لگائے کہ میری امی جان کی خیر خراب نہ ہو جائے پھر جب تک آپ جاگیں نہیں میں وہی پر بیٹھا آپ کے حاسن کا انتظار کرتا رہا جب آپ جاگ گئیں تو میں نے آپ کی گود میں سر رکھ کر آپ کے ہاتھ چومے ماں مجھے پتا نہیں کیوں کچھ ہی دیر میں آپ کی کی مادہ دیتی ہے ماں بھی بھی مجھے اپنی آنکھوں سے دور نہ کرنا آپ کی جد امجد میری موت ہے ماں انکی لویو گئی پیاری ہیں آپ۔ غلی شان۔

جولائی 2014

پر چھائی

۔۔۔ تحریر: بشکیل احمد۔ قائد آباد کراچی

میں چھپیں سحر کیوں ماکرن میں خود بھی نہیں جانتا پر میرا تم سے جو رشتہ ہے وہ محبت غلوں اور چاہت کا ہے جو میں نے کبھی بھلا نہیں سکوں گا اور تمہاری تلاش میں در بدر بھٹکتا رہا ہوں میں تمہیں شروع سے جانتا ہوں ہم دونوں اسی گاؤں میں رہتے تھے اور آپس میں کڑن تھے ہمیں یہ بھی نہیں چلا کہ ہم ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے تھے ہر جگہ صرف تم نظر آتی اور تم بھی مجھے بہت چاہتی تھی ہماری خوش قسمت تھی کہ ہم دونوں جلد ہی شادی کے بندھن میں بند ہو گئے اور اس گھر میں رہنے لگے ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو پا کر بہت سی خوش تھے ہماری زندگی محبت سے گزرنے لگی پھر ایک دن میرا نے آکر تم سے مری کی سیر پر جانے کو کہا پر تم نہ مانی میں نے بل میں فیصلہ کر لیا کہ تمہیں گاؤں سے باہر سیر و تفریح پر لے کر جاؤں گا ہمارا گاؤں چھوٹا سا ہے پر بہت سی خوبصورت ہے ہم اکثر یہاں کچھ فاصلہ پر ایک پھیلے ہوئے دریا تک بیٹھے رہتے تھے سارے گاؤں والے ہماری محبت پر رشک کرتے تھے آخر میری ضد کے آگے تم راضی ہو گئی اور ہم یہاں چلے آئے۔ وہ دن بہت مسکین تھے ایک تم اور ایک میں ہر جگہ ہر منظر تمہارے ہونے سے مجھے مسکین لگتا تھا تم بہت خوش تھی اور میں تمہیں دیکھ کر دیکھ کر جیت تھا تمہاری محبت پر مجھے ہمیشہ مار رہا تھا اسی طرح ہم وہاں مختلف مقامات پر سیر کرنے لگے ایک دن ہم مری پر چیر لفت پر بیٹھ گئے وہاں بھی تم نے منع کیا پر میری ضد پر تم مان گئی پھر وہ خوب منگنی ہو گئی آگئی ہم چیر لفت پر بیٹھے تھے اور چاروں طرف دیکھ رہے تھے اور محبت بھری باتیں کر رہے تھے کہ اچانک تمہارا منہ لٹل بہلڈ ٹوٹ گیا اور تم نیچے گر گئی میں اس اچانک حادثہ کے لیے تیار نہ تھا مجھے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ آخر میں نے چلتی لفت سے چھٹا لگ دکھایا تم پانی میں آ رہی تھی اور پانی میں آئی غائب ہو گئی مجھے ہوش آیا تو میں نے سمجھیں بہت دھونڈ میں مری کا تھا پر میری دونوں دونوں تھیں جہاں تم گری تھی میں نے ہر جگہ تمہیں تلاش کیا پر تم نہ ملیں میں واپس نہ گیا بلکہ تمہیں ہی تلاش کر لیا۔ پھر میں ایک خالی کے ہاتھ لگ گیا جس نے مجھے قید کر لیا ایک دلچسپ اور منسلک خیر کہانی۔

ہذا تھا وہ بار بار اپنی ناک کو چھوتی اور شرما کر اپنی آنکھیں بند کر لیتی جیسے اسے کوئی دیکھ رہا ہو پھر وہ اپنے ہاتھ پر چھٹی انگلی کو اپنے لبوں سے لگاتی تو اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ایک عجیب سا احساس تھا جو سحر کو دیوانہ کر رہا تھا وہ بہت خوش تھی آج کیونکہ اس کی منگنی ملی سے ہوئی تھی اور جلد وہ علی کی دلہن بن کر ہمیشہ کے لیے اس کی ہو جائے گی وہ علی سے بے پناہ پیار کرتی

کافی دیر سے اپنے آپ کو آنکھوں میں غور سے سحر دیکھ رہی تھی اسے اپنا آپ آج کچھ زیادہ سی مسکین لگ رہا تھا وہ اپنے چہرے کے خدو خال بہت دلچسپ سے دیکھ رہی تھی کبھی اس کی نظر اپنی آنکھوں پر ٹھہر جاتی تو کبھی ہونٹوں پر سب سے زیادہ اسے اپنے چہرے پر ناک اچھی لگ رہی تھی اور کبھی کسی قسم میں اس کی ناک چھوتی ہی تھی اور سائینڈ میں ایک ملی سا

جولائی 2014

خونڈاگ ڈائجسٹ 6

پر چھائی



سحر کی باتیں سن کر علی نے کہا۔ سحر میں دل کی گہرائیوں سے تم سے پیار کرتا ہوں اور یہ دن مجھ پر سالوں کے برابر گزر رہا ہے ہیں مجھے اس دن کا بے چینی سے انتظار ہے جب تم ہمیشہ کے لیے میرے پاس میرے گھر پر آ جاؤ گی اسی طرح سحر اور علی دنیا جہاں سے بے خبر اپنے آنے والے دنوں کے چنے دیکھنے لگے۔

اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا ہر طرف بڑے بڑے درخت تھے جن کی شاخیں خوفناک انداز میں بانٹیں پھیلائے ہوئے کھڑی تھیں درختوں پر پتے نام کے برابر بھی نہ تھے سارے پتے پورے جنگل میں خشک ہوئے پھلے ہوئے تھے سحر جس دیران جنگل میں بھاگ رہا تھا وہی اس کے پاؤں پتوں پر پڑتے تھے ایک خوفناک آواز نکالتے تھے وہ مسلسل تیزی سے بھاگ رہی تھی سحر نے ہال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر خوف تھا وہ بار بار پلٹ کر دیکھتی اور اپنی رفتار اور بڑھادی کافی دیر بھاگنے کے بعد اسے سامنے کچھ میڑھیاں نظر آئیں جو نیچے کی طرف جا رہی تھیں۔ وہ ان میڑھیوں سے نیچے اتر گئی اب وہ جہاں کھڑی تھی وہاں زمین کچھ نیچی تھی پر خشک تھے وہاں بھی ڈھیر کی صورت پڑے تھے سحر نے میڑھیاں پر نظر دوڑائی تو اسے وہاں وہی بلا کھڑی نظر آئی جس سے وہ بھاگ رہی تھی اس بلا کا جسم بالوں سے بھرا ہوا تھا اور شکل کسی شیر کی طرح بھی منہ سے چار دانت باہر نکلے ہوئے تھے اس کے ہاتھ بہت بڑے اور ناخن کسی چاقو کی مانند تھے سحر اسے دیکھ کر دوبارہ بھاگی پھر کچھ لمحوں میں ہی وہ نیچے گر پڑی اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی جو اس دیران جنگل میں گونجنے لگی سحر نیچے پڑی تھی اس کے سامنے ایک کھڑی میں انسانی سر بٹھا ہوا تھا جس کی آنکھوں میں سے روشنی نکل رہی تھی سحر نے ذر کے مارے آنکھیں بند

آج وہ خود کو دنیا کی سب سے حسین لڑکی سمجھ رہی تھی وہ سوچ رہی تھی کہ کوئی لڑکی کتنی بھی خوبصورت ہو پر علی تو دل و جان سے صرف اسے چاہتا ہے جب علی کا پیار اس کا ہے تو اس سے زیادہ خوبصورت کوئی ہو ہی نہیں سکتا سحر ان خیالوں میں گھوٹی ہوئی تھی کہ لپٹا تک اس کا تیل بچنے لگا وہ بھاگ کر تیل کے پاس آئی تو اس کا دل زور سے دھڑکنے لگا اسے پورا یقین تھا کہ کال علی کی ہی ہوگی آخر آنکھیں بند کر کے اس نے تیل اٹھایا تو علی کی کال بھی سحر آہستہ سے بول۔ ہیلو۔ تو دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

بڑی گستاخ ہے تیری یاد اسے تمیز نہ کرنا
دشمن بھی نہیں دیتی اور دل میں اتر جاتی ہے
سحر یہ سن کر خاموش رہی تو پھر علی بولا۔ جان کچھ کہو گی نہیں۔

میں کیا کہوں میرا دل بہت تیز دھڑک رہا ہے اور زبان میرا ساتھ ہی نہیں دے رہی اور آپ کو پائے کا احساس مجھے بے چین کر رہا ہے میرے پاس نہ ہی وہ الفاظ ہیں جو میں آپ کے لیے ادا کر سکوں۔
لگتا ہے تمہاری حالت میری جیسی ہی ہے میں کافی دیر سے تمہیں یاد کر رہا تھا ہر بار موبائل نکالتا کہ تم سے بات کروں پر کچھ سوچ کر پھر وہ بارہا جیب میں رکھ لیتا کیا تم خوش ہو۔

میری خوشی کا تو آپ شاید اندازہ بھی نہ لگا سکیں بس میں اتنا بتا دوں آپ کو کہ میں خود کو دنیا کی سب سے خوبصورت اور خفّش قسمت لڑکی سمجھتی ہوں کہ آپ صرف میرے ہواور مجھے دل و جان سے چاہتے ہو پھر مجھ سے زیادہ اچھا تو کوئی ہو نہیں سکتا۔ آپ کا پیار ملنے پر میں بے پناہ خوش ہوں میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں بہت زیادہ مجھے آپ کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

تہاڑی کٹی اہمیت ہے شاید ہی تم جان پاؤ میری زندگی
میری سانسیں میری راح غرض میری ہر خوشی تم ہی
سے ہے میں ہمیشہ تم سے اسی طرح پیار کرتا رہوں گا
علیٰ سحر کی آنکھوں میں دیکھے یہ کہہ جا رہا تھا۔ پھر ان
نے سحر کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور اسے
چاہت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ تو سحر بولی۔

علیٰ میں بھی تمہیں پا کر بہت خوش ہوں میری
پہلی اور آخری محبت صرف تم ہو اور میری روح تک یہ
سوچ کر جھک جاتی ہے کہ تم صرف میرے ہو تمہیں
پا کر میری زندگی اب مکمل ہوئی ہے مجھے تمہارے سوا
اور کچھ نہیں چاہیے پھر علیٰ نے سحر کا ناک پکڑتے
ہوئے کہا تمہاری یہ چھوٹی سی ناک بہت خوبصورت
ہے اور اس میں میری جان قید ہے پھر سحر نے شرماکر
اپنا سر علیٰ کے کندھے پر رکھ دیا۔

مسند کے پتوں پر ایک جزیرہ تھا جہاں کچھ
درخت تھے اور چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ مسند کی
پہلوں میں جزیرے سے زور و شور سے گرا تیس برس
بڑے سحر پڑے تھے ایک طرف ایک بوڑھا عالم
آٹھکھیں بند کئے ہوئے کچھ پڑھتے میں مصروف تھا
جس کے جسم پر صرف چند پتے دھکے ہوئے تھے وہ
مسلک کوئی منتر پڑھ رہا تھا پھر اس کے چہرے پر ایک
اچانک خوشی کی لہر دوڑ گئی اس نے آٹھکھیں کھولتے
ہوئے کہا۔

اے میری غلام روح اب تجھ میں ہے پتاہ
خدیجہاں آگئی ہیں اب کوئی تیرا مقابلہ نہیں کر سکتا میں
جس سالوں سے تجھ پر یہ عمل کر رہا تھا پر اب میں
کامیاب ہو گیا ہوں ان میں سالوں میں صرف
جانوروں کا خون پی پی کر میں عاجز آ گیا ہوں پر اب
میں میدان سے نکل جاؤں گا اور تمہاری مدد سے ہر شے
پر اپنا قبضہ رہنماؤں گا تم تیار رہنا اب میرا ساتھ
صرف تم دو گے اور میں پیش کردوں گا بلایا۔ بلایا۔ وہ

کردیں اس کے آنسو آنکھوں سے مسلسل بہہ رہے
تھے اور منہ سے چھینیں نکلیں رہی تھیں پھر سحر کو کوئی زمین
میں کھینچنے لگا وہ ڈر کے مارے اور ہاتھوں کو ادھر ادھر
پارنے لگی پر اس کی ٹانگیں زمین میں دھنسی جا رہی
تھیں آخر وہ کمر تک زمین میں دفن ہو گئی پھر ایک ہاتھ
جو خون میں لت پت تھا زمین کو چیرنا دوا باہر نکالا سحر
اپنے منہ کے سامنے اچانک اس ہاتھ کو دیکھ کر اور زور
سے چلانے لگی اس ہاتھ نے سحر کی گردن پکڑ لی اور اسے
زور سے نیچے زمین پر کھینچنے لگا درد اور اذیت کے
مارے سحر کے حلق سے نکل گئی۔

سحر نے چاروں طرف دیکھا تو وہ اپنے کمرے
میں تھی اس نے پاس پڑے ہوئے بگ سے پانی
انگلی کر لیا اور سوچنے لگی کہ شکر ہے یہ خواب تھا پھر وہ
سری رات اس خواب کے خوف میں گزاردی وقت
تیزی سے گزرنے لگا علیٰ نے سحر کے لیے ایک ٹینٹ
خود بنایا تھا جو چھوٹا تھا پر ان دونوں کے لیے کافی تھا علیٰ
کی والدہ فوت ہو چکی تھی اور والد گداز میں رہتے تھے
علیٰ ایک کھانی میں اچھے مہرے پر فائز تھا اس لیے اس
کی زندگی مطمئن گزر رہی تھی وہ سحر کے انتظار میں دن
گزار رہا تھا۔ آخر کار اس کا صبر ختم ہوا اور سحر کے گھر
میں دلہن بکرا آگئی ان کی شادی ساوکی سے ہوئی تھی علیٰ
کو زیادہ شور شراب پسند نہ تھا چنانچہ شادی چند رشتے
داروں کی موجودگی میں ساوکی سے ہوئی اب سحر دلہن
بن کر کمرے میں بیٹھی تھی وہ آج بہت خوش تھی وہ
کمرے کی ہر چیز کو غور سے دیکھ رہی تھی سچ کے بچوں
کا ہاتھ لگائی تو اسے ایک عجیب سا احساس بد ہوش
کر جاتا علیٰ کا انتظار بھی اسے بہت اچھا لگ رہا تھا پھر
دروازے پر دستک سن کر وہ سمٹ کر بیٹھ گئی علیٰ اس کے
قریب آ کر بیٹھ گیا۔ اور اس کا گھر ٹکسٹ اٹھایا اور بولا
ماشاء اللہ کہیں تمہیں میری نظر نہ لگ جائے تم بہت ہی
خوبصورت لگ رہی ہو۔ میں آج بہت خوش ہوں میں
تم سے بہت پیار کرتا ہوں میرے اس زندگی میں

زور سے جھٹکا۔

زور ہوئی اس نے سارے گھر کو چیک کیا پر کوئی نہ تھا سب سے پہلے کی طرح ٹھیک تھا پر بار بار کسی کا احساس حرکات و سوانح نہ کر گیا۔ پھر اس نے دُرتے اُرتے وہ دن گزارا وہ بے مہربانی سے علی کا انتظار کرنے لگی دروازے کی بیل بجنے پر سر خوشی سے دروازے کی طرف بڑھی اور دروازہ کھول دیا علی نے اندر آتے ہی کہا۔

اسلام علیکم تو خوش مسکراتے ہوئے ہوئی۔

وہ سلام اسلام۔ علی سخن میں رکھے صوفے پر بیٹھ گیا پھر کچن سے پانی کا گلاس لے کر آئی علی نے پانی پیا اور فریش ہوئے چلا گیا۔ جب تک وہ واپس آتا تو حیران رہ جاتا تھا۔

علی آج میں سارا دن بہت پریشان تھی مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی پریشان میرے ساتھ لگا ہوا ہے میرے ہاتھ پر کچھ بھی نظر نہ آتا تھا پورا دن اسی ذرا خوف میں گزار دیا اور ہوا۔

جناب یہ تمہارا دہم ہے بس یہاں بھلا کون آسکتا ہے اس کیلئے رہنے کی وجہ سے تمہیں دہم ہو رہا ہے اور کچھ نہیں تم اپنے آپ کو مصروف رکھا کرو پھر سحر کے سوچا کہ علی ٹھیک کہتا ہے یہاں کون آسکتا ہے یہ اس کا دہم ہی ہوگا۔ اس لیے سحر نے اس بارے میں مزید کوئی بات نہیں کی اور خاموشی اختیار کر لی۔

علی نے صبح کام پر جاتے ہوئے سحر سے کہا کہ شام کو کھانا نہ بنانا ہم باہر جائیں گے اس لیے پھر سحر گھر کے کام کرنے لگی۔ دوپہر کو وہ آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی کہ کمرے میں ایک طرف ہلکا سا دھواں ایک طرف اٹھتا ہوا اور پھر سحر کو ایک آواز سنائی دی۔

کرن میں تپائش میں در بدر جھٹک رہا ہوں پر تم کہاں غائب ہو گئی تھی کچھ پتہ نہیں چاہ۔ سحر یہ آواز سن کر پریشان ہو گئی اور ہوئی۔ کون ہو تم۔ مجھے نظر کیوں نہیں آ رہا ہے۔

اس کے سامنے راج کھڑی تھی جو بولی میں ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہوں اور آپ کی ہر بات میرے لیے حکم ہے جو میں مانوں گا۔ تو بوز حامل جھپٹے ہوئے ہوا۔

ٹھیک ہے میں نے بڑی مشکل سے تمہیں پایا تھا مجھے تمہاری جھپٹتی روح کی برسوں سے تلاش لگ چکی تھی اب تمہارے ذریعے میں سب کچھ حاصل کر لوں گا پھر اس بوز سے معاملے نے ایک چاقو اٹھایا اور پاس پڑنے لیکہ گیند کی گردن کا کٹ دی خون نوار سے کی صورت میں بننے لگا بوز حامل کے منہ سے غرائے کی آوازیں نکلنے لگیں چاقو قریب ہی پڑا تھا اس روح نے چاقو اٹھایا اور بڑھے عاتق کی گردن پر مارا اور حامل کی گردن تن سے جدا ہوئی اس کا دھڑ زمین پر پھڑکنے لگا اور پھر ہیئت کے لیے اٹھتا ہو گیا۔ روح نے بوز سے حامل کو مارتے دیکھا تو مسکراتے ہوئے وہاں سے غائب ہوئی۔

سحر اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑی بالوں میں کنگھی کر رہی تھی وہ بہت خوش تھی علی کے ساتھ رہتے ہوئے پورا ایک مہینہ ہو گیا تھا علی اس کا بہت خیال رکھتا تھا اور اس کی ہر فرمائش پوری کرتا تھا وہ علی کے ساتھ بہت ہی خوش تھی وہ آئینے میں اپنے بالوں کو دیکھ کر کنگھی کر رہی تھی کہ اسے آئینے میں کچھ دھندلی پر چھائی نظر آئی سحر فوراً علی پر وہاں کچھ نہ تھا پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے زمین کو جھٹکا اور بال ہاندھ کر کچن کی طرف چلے گئی۔ آج علی کسی ضروری کام کی وجہ سے ہلکی چلا گیا تھا سحر علی کو ناشیہ کروا کر دوبارہ سو گئی اور اب وہ فریش ہونے کے بعد کچن میں آئی اور اور چائے بنانے لگی ابھی سحر نے پانی رکھنا ہی تھا کہ اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا وہ گھبرا کر وہاں پہنچ کر دیکھنے لگی پر کوئی نہ تھا وہاں آخر سحر خوف

دھوڑا سے پھر سے آواز سنائی دی۔ کرن میں
تہہ مارے سامنے آ جاؤں گا پر تم ڈرنا مت اور یہ بات
میرا آنا کسی کو مت بتانا تو سحر چیتے ہوئے بول۔
تم میرے سامنے آؤ۔

پھر وہ دھواں غائب ہونے لگا کچھ ہی دیر بعد
وہاں ایک جیتا جاگتا انسان کھڑا تھا سحر غور سے یہ منظر
دیکھ رہی تھی پھر اپنے کمرے میں اچانک یوں کسی کی
موجودگی پر وہ ڈر کر سمٹ کر بیٹھ گئی۔

مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں میں
تمہاری تلاش میں تھا۔

سحر کے منہ سے کوئی بھی لفظ نہیں نکل رہا تھا۔ وہ
بہت ہی مشکل سے بولی۔

کون دو تم میں تم کو نہیں جانتی ہوں۔

میں نے کہا کہ مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں
ہے تمہیں پلیز مجھ سے مت ڈرو میں تمہیں کوئی بھی
نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میرا اعتبار کرنا۔ میں ایک
روح ہوں۔

ک۔ ٹک۔ کیا۔ راج۔ سحر ایک دم کھڑی
ہوئی تو وہ بولا۔

ہاں روح لیکن تم مجھ سے ڈرو مت۔ میں کئی
سالوں سے تمہاری تلاش میں تھا۔ کل اچانک میرا
گھر دیہاں سے ہوا تو تم مجھے دکھائی دی تم یقین نہیں
کر رہی۔ کہ میں کل سے کتنا خوش ہوں تم مجھے لگتی
کہ ان میں نے تمہاری تلاش میں کئی تکلیفیں پہنچی ہیں
تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے۔

میں کرن نہیں ہوں سحر ہوں۔ سحر نے ہنسنے کہا
نہیں تم سحر نہیں ہو کرن ہو میری کرن۔ تمہیں یاد
نہیں کہ میں تمہارا اندر ہوں اور ہماری شادی ہوئی تھی
ہم کتنے خوش تھے تم مجھ سے بہت پیار کرتی تھی اور میں
تمہیں دیکھ دیکھ کر ہی جیتا تھا تم میری زندگی بھی کرن
تمہاری بدولت ہی میری زندگی میں روشنی خوشیاں آئی
نہیں اور تم خود بھی تو بہتی تھی کہ تم صرف مجھے چاہتی ہو

نہر۔ سحر بولی۔

نہیں مجھے کچھ بھی یاد نہیں ہے میں صرف علی کو
چاہتی ہوں وہ میری سانس ہے میری زندگی ہے میرا
قرار ہے کون ہے سب صرف علی ہے میں اس کے
بغیر کسی اور کو نہیں چاہتی ہوں اور نہ ہی کسی سے پیار
کرتی ہوں میری پہلی اور آخری محبت صرف علی ہے وہ
ہے تو میری ہے میری ساری خوشیاں صرف علی کے دم
سے ہے اور میں کرن نہیں سحر ہوں سحر علی بس۔

نہیں کرن ایسا نہ کہو مجھ سے زیادہ تمہیں کوئی
نہیں چاہ سکتا میری محبت کا تمہارا اندازہ نہیں کر سکتی میری
زندگی صرف تمہاری محبت میں گزرتی ہے اور تم شاید یہ
بھی بھول گئی کہ میں کیسے تم سے جدا ہوا تھا۔

مجھے نہیں پتا اور نہ ہی میں یہ جانتی ہوں اور نہ تم
کو جانتی ہو میں مجھے اتنا معلوم ہے کہ میں صرف علی
سے پیار کرتی ہوں اور وہ سحر ہے مجھ سے۔ سحر اب بنا
خوف کے بولے جا رہی تھی۔

اچھا تم مجھے نہیں جانتی ہو اور نہ ہی مجھ سے پیار
کرتی ہو ہلو میں دیکھتا ہوں اگر تمہیں مجھ سے زیادہ
چاہنے والا ملا ہے اور تم اس کے ساتھ خوش ہو تو میں
خوشی خوشی اپنی دنیا میں لوٹ جاؤں گا لیکن مجھے جب
تک یقین نہیں ہو جائے گا کہ تم خوش ہو یا نہیں تو میں
کہیں نہیں جاؤں گا تم علی سے فی الحال اس پار سے
میں کوئی بات نہ کرنا میں خود ہی چلا جاؤں گا۔ اگر تمہیں
کوئی مجھ سے زیادہ چاہے تو پھر کمرے میں سے اندر
کی روح غائب ہوگی سحر نہ پرکود کچھ رہی تھی جو دھواں
بن کر غائب ہو گیا تھا۔

وہ کالی دیر تک پریشان بیٹھی یہ سوچ رہی تھی کہ
وہ علی کو بتائے کہ نہ بتائے۔ آخر کائی سوچ پیار کے
بعد اس نے فیصلہ کیا کہ فی الحال علی کو یہ نہ بتایا جائے۔
اگر وہ اسے نقصان پہنچا چاہتا تو آج بھی چیتا کر سکتا
تھا اس لیے سحر اب خاموشی سے علی کا انتظار کرنے لگی۔
شام ہوتے ہی علی گھر لوٹ آیا اور دونوں تیار ہو کر باہر

پر چھائی

خون کا ڈائجسٹ 11

جولائی 2014

میں نے تمہارے ساتھ گزارا ہے وہ بہت حسین اور پر لطف تھا اب میں تمہیں پانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں تو دھڑکی جس کا نام لڑھکتا کہنے لگی۔

تم صرف ایک ہی صورت میں مجھے حاصل کر سکتے ہو۔

پلیز مجھے بتاؤ وہ کیا طریقہ ہے یا صورت ہے جس سے تم میری زندگی میں آ جاؤ میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔

یہ بات میں بعد میں بتاؤں گی اب تم گھر جاؤ میں چلتی ہوں یہ کہہ کر وہ لڑکی چلی گئی اور علی اور میری گھر کی طرف آئے لگا۔ گھر جو کہ سب کچھ من چکی تھی علی کو آتے دیکھ کر اسے گھر لوٹ گئی۔ علی اور کمرے میں چلا گیا۔ گھر کے گھات لگا یا جو وہ کھائے لگا وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

تم نہیں گھاڑی کیا۔
فہمیں آج مجھے بھوک نہیں ہے۔ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ وہ تو دل ہی دل میں رو رہی تھی کہ علی اس کے ساتھ ایسا بھی کر سکتا ہے وہ کتنا کھانے کے بعد کمرے میں سوئے کے لیے چلا گیا۔ یکدم وہاں جواں پھیلنے لگا۔ نذیر کچھ فاصلہ پر کھڑا تھا۔ سحر بس روئے جا رہی تھی۔

میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ مجھ سے زیادہ تمہیں کوئی بھی جانے والا نہیں ہے۔ اب بتاؤ۔

مجھے کچھ بھی نہیں کہنا تم چلے جاؤ یہاں سے میرا دل گھراں میں گرتا جا رہا ہے۔ میں اندر سے بہت ٹوٹ چکی ہوں میرا تو سب کچھ علی ہی تھا۔ اس کے اس طرح بدل جانے سے میرا وجود کرجی کر رہی ہو کہ کچھ گیا ہے۔ میں اس کے بغیر جیتے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

کرن روڈ مست میں تم کو روٹا دوا نہیں دیکھ سکتا۔ اگر تم اب تو میں اس لڑکی کو ماراؤں یا علی کو سبق سناؤں نہیں نہیں تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گے

چلے گئے آج علی کا موڈ بہت اچھا تھا جبکہ سحر کچھ خاموش خاموش بھی تو چلی بولا۔

سحر کیا بات ہے کیا تم کو باہر آنے کی خوشی نہیں ہوئی ہے۔ تو سحر مسکرا دی۔

فہمیں تمہاری باتیں سننا اچھا لگ رہا تھا اس لیے بس سنتی جا رہی تھی نہیں دیکھ کر تو میں سب کچھ بھول جاتی ہوں اس لیے تم کہتے جاؤ میں سنتی جا رہی ہوں۔

میری جان میری سحر۔ تم میری زندگی ہو اور تم جیسے حسین اور با اخلاق ہمسفر کو پا کر میری زندگی سنور گئی ہے جب تم میرے ساتھ ہوتی ہو تو مجھے بھی ہر شے اچھی لگتی ہے اگر تم نہ ہوتی تو میں کبھی اتنا خوش نہ ہوتا۔ مجھے خود پر مار ہے۔

جی میری بھی محبت صرف تم ہو تمہارے ساتھ ہونے سے مجھے ایک عجیب سا دلچسپ احساس میرے رہتا ہے۔ دل نہرتا ہے ہر پل میں کہیں سامنے بیٹھ کر دیکھتی رہوں اور یہ زندگی یہ لمحے اور وقت یہی گھر جا میں اور میں تمہارے پاس پہنچی رہوں۔

وقت اپنی رفتار سے گزرتا چلا گیا۔ علی اور سحر ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش تھے ان کی زندگی ہر سکون گزار رہی تھی نہ میری دوج جی اکثر سحر کے پاس آتی تھی جس سے اب سحر بالکل خوف زدہ نہ ہوتی تھی اس طرح وہ بیٹھے لڑ گئے۔ ایک دن سحر علی کا انتظار کر رہی تھی اسے آج آگے میں کچھ زیادہ ہی دیر ہوئی تھی وہ پریشانی کے عالم میں گھر میں شل رہی تھی علی کا سین بھی بند تھی آخر سحر باہر نکل دو ظلیک میں تیسری منزل پر رہتی تھی جبکہ یہ پانچ منزلہ عمارت تھی وہ میز جیوں سے بچے جانے لگی کچھ میز جیاں اترتے ہی اسے نیچے سے علی کی آواز سنائی دی جو کسی سے بات کر رہا تھا وہ وہی کھڑی ہوئی۔ اور اس کی باتیں سننے لگی جو کسی لڑکی سے بات کر رہا تھا۔

لڑھکتا ہے آج کا دن ہمیشہ یاد رہے گا جو وقت

پر اب میں ان دونوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جن کی وجہ سے تمہاری خوبصورت آنکھوں میں آنسو بہہ رہا ہے۔

نہیں نڈیر نہیں تم لایا کچھ بھی نہیں کرو گے۔
لیکن میں تم کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔
دیکھو نڈیر میں علی سے بہت پیار کرتی ہوں علی نے ٹھیک ہی فیصلہ کیا ہے مجھے مارنے کا میرے مرنے کے بعد وہ کسی اور کا ہو بھی جائے تو شے کچھ احساس نہیں ہوگی۔ مجھے اس کی خوشی چاہیے ہی۔

ٹھیک ہے کہان میں ایک بار پھر چپ ہو جاتا ہوں اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

غلی پارک میں بیٹھا فضا کا انتظار کر رہا تھا اس نے فضا کے انتظار میں کئی سٹریٹ پھونک ڈالے تھے تب وہ آئی اور آگے ہی ہوئی۔ اوجی ہم آ گئے۔

وہ مسکرا رہی تھی۔ تم نے اتنی دیر کر دی ہے آج۔ میں ایک ایک مل مجھے صدیوں کے برابر لگ رہا تھا مجھ سے اتنا انتظار نہیں ہوتا میں ہر کام جلد ہی جلدی کرتا ہوں اور تمہارا انتظار مجھ پر قیامت ڈھار ہوا تھا فضا علی کو یوں مسلسل بولتے ہوئے دیکھ کر مسکراتے لگی اور ہوئی۔

انتظار اور صبر کا اپنا ہی مزا ہوتا ہے خیر اب ہم اپنے فلمیں کی بات کریں تم نے کیا سوچا ہے پھر۔

میں نے سب سوچ لیا ہے کل ہی سحر کو لے کر بخاری جہان پر سیر و تفریح کے بیٹانے جاؤں گا پھر میں سحر کو سمندر میں دھکا دے دوں گا یا کسی اور مقام پر اسے مار دوں گا اسے ہم دونوں کے درمیان سے ہمیشہ کے لیے دور کر دوں گا پھر تم ہمیشہ کے لیے میری زندگی میری رانی بن کر رہو گی۔

علی ایک بات کہوں اگر تم ہر انہ مانو تو۔
فرما میں جناب ہم بروقت یہ سن توں ہیں۔
میں کل ان کو تمہارے گھر لائی تھی سحر کو دیکھنے کے

ٹھیک ہے میں چپ رہتا ہوں لیکن یہ مست سمجھتا کہ میں تم سے دور ہوں میں ہر لمحہ ایک ہر چھائی کی طرح تمہارے ساتھ ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔ اور سحر بھی جا کر لیٹ گئی علی سوچ کا تھا۔ رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ علی کا فون بج اٹھا علی اٹھا ایک نظر سحر کی طرف دیکھا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی سحر بھی اٹھ کر دروازے کے ساتھ جا گئی۔ اور علی کی باتیں سننے لگی۔

میری جان کیسی ہو۔۔۔
میں ٹھیک ہوں۔ کیا تم میری شرط مانو گے۔
ہاں مانوں گا کیونکہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ہر شرط مانے کو تیار ہوں بس تم میری ہو جاؤ۔

ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو پھر سنو مجھے پانے کے لیے تم کو اپنی دیوی کا قتل کرنا ہوگا۔
کیا کیا۔ وہ چونکا۔

ہاں علی اگر تم مجھے پناہ چاہتے ہو تو تم کو یہ کام کرنا ہوگا۔ اگر تم یہ کام نہیں کر سکتے تو پھر مجھے ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ۔

نہیں فضا میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں مجھے تم سے عشق ہے اور تمہیں حاصل کرنے کے لیے میں سحر کو مارنے کے لیے بھی تیار ہوں۔

ٹھیک ہے پھر ہم صبح اسی جگہ ملیں گے جہاں اکثر ملتے ہیں اب تم آرام کرو۔ فضا نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔ سحر جلدی سے اپنی جگہ پر سو گئی۔

صبح سحر بہت ہی پریشان تھی اس کے آنسوؤں کے پتے نام نہیں لے رہے تھے اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس کا علی کسی لڑکی کی وجہ سے اسے مارنے کا سوچ بھی سکتا ہے یکدم وہاں نہ مریا گیا۔

کرن مجھ سے اب تمہاری یہ حالت نہیں دیکھیں جاتی۔ اب میری برداشت تم ہوئی ہے میں تم سے بے پناہ پیار کرتا تھا اور کرتا ہوں پھر نہیں علی کے ساتھ خوش دیکھ کر میں خاموش ہو گیا تھا کہ چلو تم اتنی خوش ہو

جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ علی اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا تب دو بولا۔

سحر کیا بات سے بہت خاموش ہو۔
 نہیں علی میں تو یہ دیکھ رہی ہوں کہ تم کتنا پیار کرتے ہو مجھ سے کہ مجھے گھمانے کے لیے یہاں سہانے سفر پر لے آئے ہو۔ میں تمہیں بہت چاہتی ہوں اور تم میرے ہوؤں۔ تم میری زندگی اور تم سے جدا ہوتے ہی میں خود ہی مر جاؤں گی۔ وہ بہت ہی غور سے اس کی باتیں سنتا جا رہا تھا۔ لیکن سحر یہ نہیں جانتی کہ اس کے دل میں کیا کیا لاوا اٹل رہا ہے وہ اس کو کیوں یہاں لایا ہے۔

بحری جہاز اپنی پوری رفتار سے سمندر میں دوڑ رہا تھا سب لوگ سفر سے لطف اٹھا رہے تھے ایک دوسرے سے باتیں کرنے میں مگھتے کہ اچانک جہاز کو جھٹکے لگے لگے لوگوں میں ایک خوف ہراس پھیل گیا افراتفری پھیل گئی اور پھر ایک چٹان سے جہاز ٹکرا گیا چٹان سے ٹکراتے ہی جہاز ڈوبنے لگا کہ چٹان لوگوں نے چلا گئیں لگاویں اور چٹان پر اترنے لگے ان اترنے والوں میں سحر اور علی بھی علی نے سحر کا ہاتھ مٹھو پکڑ لیا۔ اس کے دل میں کئی بار یہ بات آتی تھی کہ وہ سحر کا ہاتھ چھو دے لیکن نہ جانے وہ ایسا کیوں نہیں کر رہا تھا جہاز طبل طور پر ڈوب گیا تھا جو لوگ وہاں ہائیں پینے کے لیے اترے تھے ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اتنی چٹان کے پیچھے بہت سی خوفناک جنگل ہو جو تھا جس میں لوگ جا رہے تھے یہاں درخت تھوڑے سے نیاز تھے اور ان کی ٹہنیاں بہت ہلکا تک انداز میں گھمری ہوئی تھیں درختوں کے ٹٹک پتے پر سے جنگل میں پھیلے ہوئے تھے جن پر قدم پڑتے ہی جنگل میں خوفناک آوازیں گونجتی تھیں۔ سب لوگ دن میں ہی اس جنگل سے خوف کھاتے تھے اور یہاں سے وہ نکل جانا چاہتے تھے بھوک سے سب بڑھال ہو گئے تھے چلتے چلتے وہ لوگ

ایسے وہ زیادہ خوبصورت تو نہیں لیکن بہت اچھے خاص طور پر اس کا اخلاق بہت اچھا لگا تھا اس کی آنکھوں میں اس کے دل میں اس کی باتوں میں مجھے تمہاری محبت ہی دکھائی دی تھی۔ وہ تم سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے۔ کیا تم میری وجہ سے اس کو مار ڈالو گے اگر کل کو کوئی تم کو مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت لڑکی مل گئی تو کیا تم مجھ کو بھی مار ڈالو گے۔

فنا تم نے ایسا سوچا بھی کیوں تم نہیں جانتی جب سے میں نے تم کو دیکھا ہے مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے۔ تمہاری آنکھوں کے جاوے نے مجھے جکڑ سا لیا ہے۔ تم جیہا نہیں اس دنیا میں کوئی ہو نہیں سکتا۔ پلیز ایسی باتیں کر کے مجھے مایوس مت کرو میں تمہیں کبھی ہمو کہ نہیں دوں گا۔ میں تمہارے بغیر جی نہیں پاؤں گا فنا اس کی باتیں سن کر خوش ہو رہی تھی۔ پھر کچھ دیر بیٹھ دو وہ لوگ گھروں کو چلے گئے۔

سحر میں نے ایک پروگرام بنایا ہے میرا یہ وہ ٹکٹ میں کل ہی تمہارے ساتھ بحری جہاز کے سفر پر جائیں گے۔ اور خوب انجوائے کریں گے۔
 واقعی علی۔ وہ خوشی سے بول۔

ہاں ہوتی۔ نہیں تم جاننے کی تیاری کرو۔
 ٹھیک ہے مناسب ہیں ابھی سے تیاری کر لیتی ہوں اتنا کہ کروہ تیاری کر کے لے گئی جبکہ علی جا کر اپنے کمرے میں سو گیا۔ دوسرے دن ہی وہ وہاں جہاز پر سوار ہو گئے۔ اور جہاز سمندری لہروں میں چلنے لگا یہ بہت ہی بڑا بحری جہاز تھا جس پر کئی لوگ سوار تھے اور سب ہی جوڑیوں کی صورت میں تھے یہ جہاز سمندر اور سمندر کے ساتھ جنگل اور جزیروں کی سرکڑا تھا سب کچھ سمندری لہروں سے لفظ لے رہے تھے جہاز کے چاروں طرف گرل تھیں ہوائی تھیں جن سے ٹانگیں نیچے لگا کر کئی جوڑے تھیں ہوئے تھے سمندری جہاز لہروں کو چیرتا ہوا وہاں وہاں تھیں سحر کنبلی کنبلی ہی تھی

ایک لمبی مسافت کے بعد ان لوگوں کو سبز درخت دکھائی دیے جو پھلوں سے لدے ہوئے تھے وہ لوگ وہ پھل چاڑھ کر کھانے لگے سحر کو کچھ فاصلہ پر غور نظر آیا۔ جس کے ہاتھوں میں ناریل تھے وہ سحر کو اشارہ کر رہا تھا وہ ناریل ایک جگہ رکھ کر غائب ہو گیا سحر اور علی دونوں نے جا کر وہ ناریل اٹھالے اور ان کو توڑ کر کھانے لگے ان کا پانی پینے لگے۔ سچانے ان پھلوں میں کیا تھا کہ جن لوگوں نے پھل کھائے تھے ان کے جسم میں طبعیت لگے ان کی چیخوں کی آوازیں جنگل میں گونجنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پانی بن گئے۔ لوگ ان سب کو مرنے والا سمجھ کر ہوا دیکھ کر ڈر گئے اور علی اور سحر بھی ڈر گئے تھے اور آگے چلے گئے کچھ دور جانے کے بعد ان لوگوں کو ایک جگہ آبادی دکھائی دی سب ہی اس طرف چل رہے تھے علی اور سحر کو ایک مکان مل گیا یہ چھوٹا سا مکان تھا لیکن بہت نئی خوبصورت تھا وہ کمروں پر مشتمل اس مکان میں چار پانی پھٹی ہوئی تھیں جن پر چار دریں بھی موجود تھیں اور اس کی حالت ایسی تھی کہ جیسے کئی سالوں سے اس مکان میں کوئی آیا نہ ہو علی در کی وجہ سے جلد ہی سمجھا جبکہ سحر کو نیند نہ آئی۔ اس نے مکان کی صفائی شروع کر دی وہ ہر چیز کو غور سے دیکھ رہی تھی ایک طرف اس کو لال نہیں دکھائی دی جس کو اس نے جلا دیا۔ وہ لال نہیں ہاتھوں میں دوسرے کمرے میں گئی وہ ہر چیز کو دیکھ رہی تھی کہ وہاں نذر آیا گیا۔

کرن تم جانتی ہو یہ کھر کس کا ہے۔

نہیں تو۔

یہ مارا کھر ہے یہاں تم اور میں رہتے تھے میری زندگی کے خوش گوار دن یہاں گزرے تھے اور وہ بھی تمہاری محبت کے سائے میں پھر وہ سب ہو گیا جس کا بھی ہم نے سوچا بھی نہ تھا نہ یہ کہہ کر یہاں موٹا ہو گیا۔ تو سحر جو نذر کی باتیں غور سے سن رہی تھی بولی نذر میں نے آج تک تم سے یہ پوچھا کہ تم مجھے کرن

تھک گئے تھے کہ دور سے انہیں کوئی شے آتی ہوئی دیکھائی دی جو ان کے قریب آتی جا رہی تھی جب وہ شے ان کے قریب آئی تو خوف سے سحر کی جھپٹیں نکل گئیں وہ تعداد میں جا رہے تھے ان کے جسم تو انسان کے تھے پر شکل کسی شیر کی طرح تھی ان کے ہاتھ بہت بڑے اور ناخن کسی بھڑکی مانند تھے ان کے جسم پر بڑے بڑے بال تھے اور منہ سے چار دانت باہر نکل رہے تھے ان باؤں نے چھٹاٹک لگا کر چار بندوں کو دبوچ لیا اور اپنے خوفناک دانت ان بندوں کی گردن میں پیوست کر دیئے اور ان کا خون پینے لگے پھر ان باؤں نے اپنے ناخنوں کی مدد سے ان بندوں کی اٹھوں کو چیر پھاڑ دیا باقی لوگ اس بھیانک منظر سے بہت بے ہوش ہو گئے کھڑے تھے پورا جنگل ان بندوں کی چیخوں سے گونج رہا تھا ایک بار نے سحر کو بھی دبوچ لیا علی اچانک اس وار کے لیے تیار نہ تھا پر سحر پر حملے سے وہ سحر کی طرف بھاگا اور بار کے چٹکل سے سحر کو آزاد کرانے لگا بار نے ایک ہاتھ علی کو مارا تو علی دور جا کر اس کی قمر درخت کے تنے سے ٹکر لئی سحر زور سے چیخ رہی تھی اسے اپنی موت چینی نظر آ رہی تھی بلا سحر پر چٹکی ہوئی تھی اچانک وہاں نذر کی روح آگئی اس نے چاروں باؤں کی طرف آنکلی سے اشارہ کیا تو اس کی آنکلی سے سرخ شعاعیں نکلیں جو باؤں پر پڑی اور انہیں آگ لگ گئی سارا جنگل باؤں کی چیخوں سے گونجنے لگا سحر باؤں کو جلتا ہوا دیکھ کر علی کی طرف دوڑی جو درخت کے پاس پڑا تھا سحر علی کے قریب پہنچ گئی اور بولی۔

علی تم ٹھیک تو ہونا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں لیکن ان باؤں کو کس نے مارا ہے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ میں بھی نہیں جانتی چلو ہمیں یہاں سے نکل جانا پانیے اس نے علی کو اٹھایا اور اس کے ساتھ جو لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔

کیوں کہتے ہو اور تمہاری موت کیسے ہوئی اور کرن کہاں گئی جس سے تم اتنی محبت کرتے ہو کہ تم مرنے کے بعد بھی اسے تلاش کر رہے ہو آج مجھے اپنے اور کرن کے بارے میں بتاؤ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانا چاہتی ہوں۔

میں تمہیں سحر کھوں یا کرن میں خود بھی نہیں جانتا پر میرا تم سے جو رشتہ ہے وہ محبت، مخلصی اور چاہت کا ہے جو میں ابھی بھلا نہیں سکتوں گا اور تمہاری تلاش میں در بدر بھٹکتا رہا ہوں میں تمہیں شروع سے بتاتا ہوں ہم دونوں اسی گاؤں میں رہتے تھے اور آٹھس میں کرن تھے ہمیں پتہ بھی نہیں چلا کہ ہم ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے مجھے ہر جگہ صوفیہ تم نظر آتی اور تم بھی مجھے بہت چاہتی تھی ہماری خوش قسمت تھی کہ ہم دونوں جلد ہی شادی کے بندھن میں بندھ گئے اور اس گھر میں رہنے لگے ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو پا کر بہت ہی خوش تھے ہماری زندگی محبت سے گزر رہی تھی پھر ایک دن میں نے آکر تم سے مری کی سیر پہنچا سب کو کہا پر تم نے ذہنی میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ تمہیں گاؤں سے باہر سیر نظر آئے پر گئے گاؤں ہمارا گاؤں چھوٹا سا ہے پر بہت ہی خوبصورت ہے ہم اکثر یہاں کچھ فاصلہ پر ایک چھوٹا سا دریا تک پہنچتے رہتے تھے سارے گاؤں اسلئے ہماری محبت پر رشک کرتے تھے آخر میری طبیعت نے اسے تم پر انہی ہو گئی اور ہم یہاں چلے آئے۔ وہ دن بہت حسین تھا ایک تم اور ایک میں ہر جگہ ہر منظر تمہارے ہونے سے مجھے حسین لگتا تھا تم بہت خوش تھی اور میں تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتا تھا تمہارا دل محبت پر مجھے ہمیشہ ناز رہتا تھا اسی طرح ہم وہاں مختلف مقامات پر سیر کرنے لگے ایک دن ہم مری پر چیر لٹ پر پہنچ گئے وہاں بھی تم نے منع کیا پر میری ضد پر تم مان گئی پھر وہ غلوں گھڑی بھی آگئی ہم چیر لٹ پر بیٹھے تھے اور ہمارے دونوں طرف دیکھ رہے تھے اور محبت بھری باتیں کر رہے تھے کہ اچانک تمہارا

تھانسی میلڈ ٹوٹ گیا اور تم نے کچھ گڑھی میں اس اچانک حادثہ کے لیے تیار نہ تھا مجھے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ آخر میں نے جلتی لٹ سے پھلانگ لگا دی تم پانی میں آ رہی تھی اور پانی میں ہی غائب ہو گئی مجھے ہوش آیا تو میں نے تمہیں بہت ڈھونڈا میں مریچکا تھا پر میری روح وہی تھی جہاں تم گڑھی تھی میں نے ہر جگہ تمہیں تلاش کیا پر تم نہ ملی میں واپس نہ گیا بلکہ تمہیں ہی تلاش کرتا رہا۔ پھر میں ایک خال کے ہاتھ لگ گیا جس نے مجھے قید کر لیا اور مجھ پر کئی مسٹر پچھ کر پھونکنے لگا میں ہر وقت وہاں ہی تمہاری یاد میں کم رہتا میرا بس نہیں چل رہا تھا وہاں سے نکل کر تمہیں ڈھونڈا تو آخر کئی سالوں بعد مجھ میں بہت سی طاقتیں آگئی وہ عامل بہت خوش تھا میں نے اسے مکمل تسلی دی کہ میں اس کے ساتھ ہوں روزانہ اس کے لیے ہنگام سے کینڈر اور دوسرے جانوروں کو لاتا اور وہ ان جانوروں کو مار کر ان کا خون پیتا تھا ایک دن وہ خون پی رہا تھا کہ میں نے اسے ختم کر دیا اور تمہاری تلاش میں دوبارہ سے شروع کر دی۔ آخر کار ایک دن تم مجھے اپنے گھر پر ٹیپس کے سامنے نظر آئی میں اس دن بہت خوش تھا میں اس وقت تمہارے سامنے آتا جا رہا تھا پر مجھے ہوا تھا کہ میں تو روح ہوں اور اچانک سامنے آگیا کہ تم فوراً جاؤ گی میں نے پورا دن تمہارا ساتھ کیا اور تمہیں زندہ دیکھ کر میں بہت خوش تھا اور تم علی کو چاہتی تھی اور وہ تمہیں یہ جان کر مجھے بہت تکلیف ہوئی کہ میں خاوش رہا کیونکہ میں تو ایک روح تھا اور روحوں کے ساتھ زندگی بسر نہیں کی جاتی اس لیے میں تمہیں خوش دیکھ کر خوش ہو گیا پر خود کو روک نہ پایا اور تمہارے سامنے آ گیا پھر میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک ہر طرح سے مطمئن نہ ہو جاؤں میری پہچانی تمہارے ساتھ رہنے کی اور پھر اب تک میں تمہارے ساتھ ہوں نہ یہ کی کہانی سن کر حیرانچہد ہو گئی اور بولی۔

پر کرن کہاں گئی۔ اور یہ مکان اور گاؤں خالی

کیوں ہے۔ نذیر بولا۔

میں خود ابھی یہاں لوٹا ہوں اس بارے میں نہیں جانتا کہ ہمارے گاؤں کیسے ویران ہو گیا۔ نذیر کو غور سے دیکھ رہی تھی آج اس نے پہلی بار نذیر کو نظر اٹھا کر دیکھا تھا نذیر بہت ہی خوبصورت تھا اس کا قد درمیانہ تھا پردہ تک بہت ہی سفید تھا اور اس کے چہرے پر سب سے خاص چیز اس کا ڈھیل تھا جو اسے اور زیادہ حسین بنادیتا تھا سحر اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

نذیر کرن بہت خوش قسمت تھی جسے تم جیسا حسین اور اتنی محبت کرنے والا انسان ملا تھا تمہاری محبت بہت عظیم ہے اور تم خود بھی بہت عظیم ہو جو مرنے کے بعد بھی اپنی محبت کا بھرم نبھا رہے ہو کاش میرا علی بھی تمہاری طرح ہوتا وہ بھی تمہاری طرح مجھے پیار کرتا پر اس نے تو ایک لڑکی کی وجہ سے مجھے مارنے کا فیصلہ کر لیا تھا تمہاری جیسی محبت دنیا میں کوئی کسی سے نہیں کر سکتا پر افسوس کہ تم اب زندہ نہیں ہو سحر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو نذیر بولا۔

نہیں تم روؤ مت سب ٹھیک ہو جائیگا۔ تم صبر کرو میں ہر لمحہ تمہارے ساتھ ہوں ورنہ میری پرچائی نہیں تمہاری منزل تک پہنچا کر علی دم لے لی اتنا کہہ کر نذیر کی روح غائب ہوئی۔

دوسرے دن سب نے وہاں سے جانے کا مشورہ کیا پر وہاں پر ہر طرف جنگل تھا جن سے وہ سب خوف زدہ تھے ایک طرف ایک کچا روڑ تھا وہ اس پر چلتے ہوئے ایک چھیل کنارے جا پہنچے۔

کیا سوچ رہے ہو۔ نذیر نے علی سے پوچھا۔
کچھ نہیں اپنی غلطیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ خیر تم بتاؤ کہ یہ جگہ کیسی ہے۔

یہ گاؤں بہت ہی خوبصورت ہے پر میں اس بات پر حیران ہوں کہ یہاں کے لوگ کہاں گئے ہیں یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ کہ کہاں گئے اتنے خوبصورت گاؤں کو چھوڑ کر۔ پھر وہ دونوں کافی دیر تک

باتیں کرتے رہے بعد شام کو دوبارہ اپنے مکان میں آ گئے علی کچھ دیر بعد سو گیا جبکہ سحر پھر وہاں سے دوسرے کمرے میں جانے لگی نذیر کی روح پہلے سے وہاں موجود تھی۔

سحر آج میں تمہیں کسی سے ملانے لایا ہوں۔

کس سے۔ سحر نے پوچھا۔

نذیر کے پیچھے سے ایک لڑکی نکلی سحر اس لڑکی کو دیکھتی ہی رو گئی وہ ہو بہو اس جیسی تھی۔ یہ میری کرن ہے تم نے پوچھا تھا کہ یہ گاؤں خالی کیوں ہے اور یہاں کے لوگ کہاں گئے تو کرن نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ تم اس کی زبان سے سن لو۔

سحر جب میں چیئر لٹ سے گری تو میں پانی میں گر گئی تھی اور وہاں نہانے والے لوگوں نے مجھے کال دیا پر ان کے مطابق علی جہاں گرا تھا اس کا سر پتھر سے ٹکرایا تھا اور پانی اسے بہا کر لے گیا تھا میں نے کافی دیر نذیر کا انتظار کیا پر وہ نہ ملا نہ آیا آخر میں کہاں جاتی اس لیے میں گاؤں لوٹ آئی یہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ ہمارے گاؤں میں قیامت برپا ہو گئی تھی یہ گاؤں بہت امن پسند تھا پر ایک دن یہاں گاؤں کے بڑے زمیندار کے گھر چوری ہو گئی جسے ایک یوسف نامی شخص نے عارف پر اثر ام لگا دیا لوگوں نے عارف کو پتھر سے باندھ دیا اور پتھروں سے اسے مارنے لگے وہ لہو لہان ہو گیا۔ اور ان کے پتھروں سے وہ مر گیا لوگ اسے جنگل میں پھینک کر چلے گئے عارف ایک روح بن گیا۔ اس نے سارے گاؤں والوں کو مار دیا۔ میں جب یہاں آئی تو پورا گاؤں خالی دیکھ کر رونے لگی پر ایک بابا جو عارف کی بدروح سے بچ گیا تھا اس نے مجھے سہارا دیا اور میں اس کے ساتھ رہنے لگی میں ہر وقت نذیر کا انتظار کرتی اپنے گھر یہیں بھی نہ آئی یہاں آ کر مجھے نذیر کی یاد اور سہانی اور اس لیے بابا کے گھر رہنے لگی ایک دن میں گھر پر آئی تھی بابا باہر گئے ہوئے تھے اچانک دروازہ زور زور سے چٹا گیا میں نے جلدی

سحر یہ جگہ خطرے سے خالی نہیں ہے ہمیں یہاں سے لٹکنا ہوگا۔ پوری رات اور دن وہ سوچوں میں ڈوب رہے۔ علی بولا

ہم یہاں سے نکلیں تو کیسے نکلیں۔

سحر بولی میں ابھی آتی ہوں۔

نہیں تم مجھے چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جاؤ گی

نہیں علی مجھے کچھ نہیں ہوگا میں بس دھنٹ میں

آئی یہ کہہ کر سحر کمرے سے باہر نکل گئی ابھی کچھ ہی دیر

گزری تھی کہ علی کو سحر کی چیخ سنائی دی وہ دوڑ کر باہر آیا

وہاں ایک بدردیہ سحر کے جسم کو لوج رہی تھی اور سحر

بری طرح چیخ رہی تھی علی کچھ فاصلہ پر کھڑا تھا اس کے

کھینچنے تک سحر مر چکی تھی اور بدردیہ غائب ہو گئی تھی علی

سحر کی لاش سے لپٹ گیا۔ اور رونے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا

سحر میں تمہارا قاتل ہوں یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے

میں نہ کہیں یہاں لانا تم مجھ سے جدا ہوئی سحر میں تم

سے بہت پیار کرتا ہوں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پلیز

سحر اٹھ جاؤ علی نے خود کو مارنے کا فیصلہ کر لیا اور وہاں

پڑا ہوا لایک بچہ اٹھا لیا۔ ابھی وہ مارنے ہی والا تھا کہ سحر

دور سے دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی اور بولی علی یہاں

مت کرنا میں زندہ ہوں علی جو اپنے خواص کو چکا تھا

سحر کو دیکھنے لگا وہ لاش غائب ہو چکی تھی سحر ایک مکان

سے نکل کر آئی تھی علی بھاگ کر سحر کے پاس گیا اور

اسے زندہ سلامت دیکھ کر خوش ہو گیا اور کہنے لگا سحر

مجھے معاف کرو میں بھٹک گیا تھا پر میں جان گیا ہوں

کہ تم میری زندگی ہو۔

آؤ علی میں تم کو کسی سے ملاتی ہوں۔ پھر سب

کچھ بتاؤں گی۔ اتنا کہہ کر وہ اس کو ایک کمرے میں

لے گئی جہاں غریب اور کرن موجود تھے علی سحر کو دیکھتے ہی

بولا۔

یہ کون ہیں۔

علی یہ تم پر ہے جو ایک روح ہے اور اس کے

ساتھ اس کی کرن ہے یہ دونوں مر چکے ہیں جو منظر

سے دروازہ کھولا باہر ایک طرف بابا گرا پڑا تھا

اور عارف کی روح جس کا جسم خون سے بھرا ہوا تھا

اور جگہ جگہ سے پٹا ہوا تھا اس نے بابا کو اپنے ماتحتوں

سے نوح ڈال۔ پھر وہ میری طرف بڑھا میں نہ بھاگ سکی

میں اس جنگل میں پھنس رہی تھی کبھی کہیں بھی نہیں

میرے پیچھے عارف کی روح لگی ہوئی تھی مجھے ایک

طرف میز صباں نظر آئیں میں ان میز میوں سے نیچے

اترنے لگی وہاں زمین کچھ نیلی تھی اور ایک طرف پتوں

کا ڈھیر لگا ہوا تھا عارف کا ڈھانچہ بھی میرے پیچھے تھا

پھر میں زمین پر گر گئی میرے سامنے ایک انسانی سر

پڑا تھا جو گوشت سے بے نیا تھا اور اس کی خوناک

آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں پھر میری ٹانگیں کسی نے

زمین میں کھینچی اور میں کمر تک زمین میں ڈن ہو گئی۔

میرے منہ سے چھلپ چھلپ نکلی تھیں پھر ایک ہاتھ جو

خون سے بھرا ہوا تھا میرے منہ کے پاس سے زمین کو

چیرتا ہوا باہر نکلا اور میری گردن دیو جالی میرے جسم

میں بہت درد ہوا تھا اس ہاتھ کی گرفت میری گردن

پر پڑتی ہی مجھے زمین کی گہرائیوں میں لے گیا

مر چکی تھی پر میری روح یہاں بروقت نذیر کا انتظار

کرتی رہ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ میرا نذیر ایک دن ضرور

آیگا سو آج وہ میرے پاس آ گیا۔ اتنا کہہ کر کرن

چپ ہو گئی تو سحر بولی۔

مجھے تمہاری کہانی سن کر بہت ہی دکھ ہوا ہے

لیکن خدا نے تم دونوں کو ملا دیا۔

ہاں لیکن اب ہم تم دونوں کو بھی ملائیں گے علی

کے دل میں تمہارے لیے وہی چار ڈالیں گے جو بھی

ہوتا تھا یہ سن کر سحر بہت ہی خوش ہوئی اسنے میں باہر

سے چیلوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں علی بھی اٹھ

گیا تھا پھر سب باہر آئے باہر لائیں پڑی تھیں علی

اور سحر کے ساتھ جو لوگ آئے تھے وہ سب خون میں

بھیکے ہوئے مردہ پڑے تھے علی نے سحر کا ہاتھ مضبوطی

سے تھام لیا اور کہا۔

دونوں ان کو جاتا ہوا دیکھتے رہ گئے۔ پھر ایک گاڑی میں جا بیٹھے اور اس گاڑی نے ان کو ان کے گھر کے سامنے جاتا ہوا۔ سحر کن میں بیٹھ گئی اور علی بھی اس کے پاس بیٹھ گیا اور بولا۔

سحر کن نے مجھے معاف کر دیا ہاں دیکھو اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ویسا کبھی بھی نہیں سوچوں گا میں بہت شرمندہ ہوں ایک بات جان چکا ہوں کہ تم میری زندگی ہو اور تمہارے جیسے مجھے اور کوئی نہیں مل سکتا۔ اور نہ ہی مجھے اب کسی اور کی ضرورت ہے اس کی بات سن کر سحر بولی۔

علی میں نے دل سے تمہیں معاف کر دیا ہے تمہیں دیکھی پریشان میں دیکھ بھی نہیں سکتی ہوں تم سے اتنا پیار کرتی ہوں کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے ہو اب دوبارہ ویسا سوچنا بھی مت مجھے خود سے دور کرنے کے بارے میں اور نہ میں مبراؤں گی۔

علی نے کالوں کو ہاتھ لگا لیے اور سحر مکرانے لگی پھر علی نے اپنا سر سحر کی گود میں رکھ دیا اور سحر اس کے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرنے لگی اور سحر بھی یہ غزل سنکھانے لگی۔

صدیوں سے ترستے ہیں تیری آغوش میں سونے کیلئے اب اگر آؤ تو نیندوں سے نہ جگانا ہم کو جی بھر کے سوئیں گے تیرے پیلو میں ہم تم اپنے ہاتھوں کی لمس سے پہلانا ہم کو ہم نے برسوں سے کئے ہیں چراغ ہو سو تم ان چراغوں کی طرح اب نہ جلانا ہم کو تیری قربت کے لیے تڑپتی ہے روح تک میری تم اپنے پیار کے سائے میں چھپانا ہم کو میسر نہ ہو تیرا قرب ہمیں اسے ہم پھر جاتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے مٹی میں ملانا ہم کو قادرین کرام کیس لگی میری کہانی اپنی مائے سے مجھے نواز بنے گا۔

ابھی تم نے دیکھا ہے یہ حقیقت ہونے والا تھا ہر نذیر نے ایک بار پھر مجھے بچا لیا ہے اور اس بدروح کو سحر کن کر دیا ہے۔ علی میں تمہارے اور فضا کے بارے میں سب جانتی ہوں کہ تم مجھے مارتا چاہتے تھے میں نے ایک بار تمہیں گھر پر بتایا تھا کہ مجھے ایک پر چھائی دکھائی دیتی ہے تم نے یقین نہیں کیا تھا یہ وہی پر چھائی ہے جس نے ہر دم میری بدو کی تم جنگل میں ان بلاؤں کے اچانک چلنے پر حیران تھے وہ بھی نذیر نے کیا تھا سب تو یہ ہے کہ تمہاری بے وفائی کے بعد نذیر نے مجھے ہر لمحہ سہارا دیا۔ لیکن میں تم سے پوچھتی ہوں کہ تم نے ایک لڑکی کے پیچھے لگ کر مجھے مارنے کا اتنا بڑا فیصلہ کیوں کیا۔ سحر اپنا صبر کھو چکی تھی وہ بری طرح سے دوری لگی علی جو قریب ہی شرمندہ کھڑا تھا سحر کے قریب آیا اور بولا۔

سحر میں بھٹک گیا تھا ہر میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کبھی تمہیں خود سے دور نہ کروں گا میں نے جب تمہیں خود سے جدا ہوتے ہوئے دیکھا میری سانس بند ہونے لگی میں جان گیا ہوں تم میری زندگی ہو میری سانس ہو اور سانس کے بغیر بھی کوئی زندہ رہ سکتا ہے پلیز مجھے معاف کر دو۔ سحر اس کی باتیں سن کر اس کا دکھ دیکھ کر اس نے فوراً اس کو معاف کر دیا کیونکہ وہ اس کو مزید دیکھ نہیں سکتی تھی۔ پھر سحر نے علی کو نذیر اور کرن کی تمام داستان سنائی وہ حیران ہو رہا تھا کہ کرن ہو یہ سحر کی طرح بھی۔

آؤ میں تم لوگوں کو یہاں سے نکالوں تم کو تمہاری دنیا میں پہنچا دوں نذیر نے کہا۔ تم لوگ اپنی آنکھوں کو بند کر لو۔ ان دونوں نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا۔ جب آنکھیں کھولیں تو وہ اسے شہر میں تھے۔ ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی نذیر اور کرن ان کے سامنے کھڑے تھے اب ہمیں چلنا ہے مجھے میری کرن مل گئی ہے اور اب میرا دنیا میں کوئی کام نہیں ہے اتنا کہہ کر ان دونوں کی رو میں آسمان کی طرف جانے لگی اور یہ

پر چھائی

خونخاک ڈائجسٹ 19

جولائی 2014

بھید

۔۔ خالد شاہان لوہار۔ صادق آباد۔۔ قسط نمبر ۵

دوسرے دن بتنی کی تازہ دم فوج نے جنوں اور بھوتوں کی طرح سمفیس شہر پر حملہ کر دیا۔ وہ قہ آدم ڈھالوں کی آڑ میں سیڑھیاں لے کر آگے بڑھے اور شیر کی دیوار کے نیچے پہنچ گئے۔ فرعون کی فوج نے ان پر تیر نیزے اور گولیاں ہوا تیل اندھینا شروع کر دیا۔ بے شمار فوجی جل کر بھسم ہو گئے۔ مگر ان کی جگہ تازہ دم سپاہی آگئے آخر بتنی کی فوج کے کچھ سپاہی دیوار کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے تفصیل کے کئی سوہ چوں پر قبضہ کر لیا۔ فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس فتح نے بتنی کی فوج میں نئی زندگی کی ایک لہر پھونک دی۔ وہ پہاڑ بن کر شیر کے بڑے دروازے سے نکل گئے۔ ہاتھیوں نے اس زور سے نعرے مارے کہ شہر ہلاک کے دروازے اکھڑ گئے۔ اور گر پڑے بتنی کی فوج فتح کے نعرے لگاتی ہوئی شہر میں داخل ہوئی۔ انہوں نے مصر کا دار الحکومت فتح کر لیا۔ فرعون کی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا۔ بتنی کی فوج نے شہر میں لوٹ مار اور قتل عام شروع کر دیا۔ انہوں نے مکانوں کو آگ لگا دی۔ بولیوں کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا۔ بتنی اپنے خاص گھوڑے پر سوار دستے کے ساتھ فرعون کے محل کی طرف بڑھتے لگا۔ فرعون نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ محل کے بڑے دروازے پر آخری مقابلہ کیا مگر اب وہ جنگ بار چکا تھا سپاہی اس کا ساتھ چھوڑ کر نہ رہے تھے بتنی نے جڑے لڑتے آگے بڑھ کر فرعون پر تلوار کا ایک بھر چھوڑا اور اس کی گردن قلم کر کے سر نیزے پر چڑھا کر بلند کر دیا فرعون کی ملکہ کو حراست میں لے لیا اور شیرادیوں کو محل کی چار دیواری میں قید کر دیا اس کے بعد اس نے فرعون کا سونے کا تاج سر پر رکھا اور ہیرے موتیوں والے انجیلی بیتی تخت پر بیٹھ کر اعلان کیا آج سے فرعونوں کا غرور خاک میں مل گیا ہے سمفیس کے لوگ آزاد ہیں قتل عام بند کر دیا جائے گی مکان کو لوٹ کر آگ نہ لگائی جائے بلوگوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادت کریں کہیں کھیتوں کا کام کریں انہیں ہر طرح کا آرام دیا جائے گا ان پر ناچا کر نہیں ہٹا دیئے جائیں گے فرعون یہاں کا خدا بن بیٹھا تھا۔ مگر میں خدا نہیں ہوں میں آپ کا بادشاہ بتنی ہوں۔ ایک خوفناک کہانی

چلتے چلتے وہ جنگل سے باہر نکل آیا اب اس کے سامنے کسی گاؤں کی بستی کا ایک چھوٹا سا بازار تھا جہاں ٹنگ چلتے دھڑنگ جھنڈی بچے مٹی سے کھیل رہے تھے دکانوں میں سیاہ دام جھنڈی بیٹھے تھے کالی کالی جھنڈی عورتیں چیزیں خرید رہی تھیں شاہان بازار میں سے گزر رہا تھا اس نے محسوس کیا کہ لوگ اس کے مصری لباس کو عجیب و غریب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے دو چار بچے اس کے نیلے رنگ کے کرتے کو دیکھ کر اس کے پیچھے نالیاں بھانے لگے شاہان کچھ گھبرا سا گیا۔ اور ایک دکان کے سامنے کھڑا ہو گیا اس دکان پر تیر کمان بک رہے تھے شاہان نے دیکھا کہ یہ تیر کمان کسی شہری ادبات کے تھے جبکہ مصر میں جہاں سے وہ آ رہا تھا سیاہ دھات کے تیر کمان استعمال ہوتے تھے وہ اسی ادھیر مینا میں تھا کہ جھنڈی دکاندار نے اپنی زبان میں کچھ پوچھا۔ شاہان وہ زبان نہیں جان سکا تھا۔ جس نے شاروں سے تیر کی قیمت پوچھی دکاندار نے ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔

جولائی 2014

خوفناک ڈائجسٹ 20

بھید۔ قسط نمبر ۵



شاہان نے جیب سے سونے کے چند سکے نکال کر اس کے آگے رکھ دیے تاکہ اسے جتنے سکوں کی ضرورت ہو وہ لے لے۔ دکاندار سکوں کو دیکھ کر حیران وہ گیا اس نے فوراً آواز دے کر ساتھ کے دکاندار کو اکٹھا کر لیا۔ سبھی سونے کے سکوں کو دیکھ کر حیران ہونے لگے۔ آخر ایک بوڑھا حبشی آگے بڑھا اور اس نے ٹوٹی پھوٹی پرانی قبلی زبان میں شاہان سے پوچھا یہ سکے تم نے مصر کے کون سے اہرام سے کھودے ہیں شاہان نے کہا کہ وہ تو ابھی دور دراز پہلے مصر سے سکے جیب میں ڈال کر چلا ہے اس نے کسی اہرام سے کھودے نہیں ہیں بلکہ اپنے گھر سے لایا ہے بوڑھا آدمی سیکتے میں آگیا اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے سونے کے سکے تو آج سے ایک ہزار برس پہلے مصر کے فرعون آلون کے زمانے میں چلا کرتے تھے شاہان پر گویا بجلی سی گری تو کیا وہ ایک ہزار سال آگے نکل آیا ہے کیا اس کے چاچا فرعون آلون اور والدہ ملکہ نفران کو مرے ایک ہزار سال بیت گیا ہے۔ وہ اسی حیرانی میں تھا کہ حبشی بولا۔

اے نوجوان مصری۔ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ مصر کے شہر ممبیس سے وہاں میرا گھر ہے مگر مصر کا شہر ممبیس کو تباہ ہوئے تو ایک ہزار سال بیت گیا ہے۔ اس کے کوٹھڑی کھنڈراب باقی ہیں اب تو مصر کا دار السلطنت ممبیس شہر ہے شاہان کو چکر آگیا۔ وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا دکاندار اسے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔

بوڑھے حبشی نے کہا تم مصر کے شہر سے کب روانہ ہوئے تھے۔

میں پرسوں بارہ بجے جہاز پر بیٹھ کر وہاں سے چلا تھا۔

تمہارا جہاز کہاں ہے۔

سمندر کے کنارے کھڑا ہے۔

بوڑھے حبشی نے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لیا اور سمندر کے کنارے جا پہنچا لیکن وہاں دور دور کوئی بھی جہاز کھڑا دیکھا نہ دیا۔

میں تو ابھی ابھی جہاز کو سمندر کے کنارے چھوڑ کر آیا ہوں بوڑھے حبشی نے محسوس کیا کہ نوجوان مصری کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا۔ اسے شاہان کے سر پر ہاتھ بھرتے ہوئے کیا۔

میں تم یہاں بیٹھ کر تیرے جہاز کا ٹھکانا پانی پوچھا تھا کہ وہاں سے دماغ میں گری پڑ گئی ہے۔

لیکن میں آپ سے بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں میں پرسوں مصر کے شہر سے بارہ بجے جہاز میں بیٹھ کر چلا تھا وہاں میرے چاچا آلون کو سپہ سالار دے دیں کہ وہاں سے دکاندار قبضہ لگا کر جس بڑے بوڑھے حبشی نے کہا اے نوجوان تمہارے پاگل ہونے میں لب کوئی شبہ نہیں رہا کیونکہ آلون اور اس کی ملکہ نفران کو قتل ہوئے ایک ہزار سال بیت چکے ہیں۔ ان کی قبریں بھی اہرام کے اندر پرانی ہو گئی ہیں جس سے سالہا درہا سال نے انہیں قتل کر کے تخت پر قبضہ کیا تھا اس کی ہڈیاں بھی قبر میں گل مر گئی ہیں۔ شاہان نے حیرت سے ان کو دیکھا اور کہا۔

تو اب مصر پر کس کی حکومت ہے۔

سمبل کے بڑپوتے کی جو ایک کمزور حکمران ہے اور اشوری حملہ آوروں کی زد میں رہتا ہے۔ مصر کی حکومت کمزور ہو کر نہ دہلی کی طرف جارہی ہے شاہان کو یقین ہو گیا تھا کہ آواز کی بات سچ ہو گئی ہے اور بارہ بجے جہاز میں سفر کرتے کرتے وہ ایک ہزار سال آگے نکل آیا ہے۔ سب لوگ مر کھپ گئے ہیں مگر وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ بات وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتا تھا اتنے میں ہزار میں شور مچا اور لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔ ایک گھوڑا سوار وہاں آ کر رک گیا۔

یہاں کیا ہو رہا ہے اس نے پوچھا۔

اے معزز سردار یہ نوجوان کہتا ہے کہ یہ فرعون آلون کے مصر سے آرہا ہے۔ حالانکہ فرعون آلون کو مصر سے ہونے ایک ہزار سال بیت چکے ہیں اس کے پاس فرعون آلون کے دور کے سونے کے سکے بھی ہیں جو آج کل کہیں بھی نہیں ملتے ہیں جیسی سوار ٹھوڑے سے اتر پڑا اس نے پہلے شاہان کو سر سے لے کر پاؤں تک ٹھوڑا اور پھر کہا اس کا لباس بھی ایک ہزار سال پرانے مصر کا ہے تمہارا ہم کیا ہے نوجوان۔

شاہان۔

تم کون ہو۔

میں مصر کا شہزادہ ہوں آلون میرا چاچا ہے۔ اور ملکہ نیران میری والدہ ہے سب لوگ قہقہہ دیکر ہنس پڑے۔ سردار نے ہاتھ اٹھا کر کہا خاموش چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ سردار نے کہا۔ سونے کے سکے مجھے دکھاؤ۔ شاہان نے سونے کے سکے سردار کو دیئے سردار سکوں کو ہتھیلی پر لے کر غور سے دیکھنے لگا سکے ہانگن نئے چمکیلے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ ابھی ابھی شاہی خزانے سے نکالے گئے ہوں۔ کھدائی میں نکلے ہوئے سکے سیاہ پڑھ چکے تھے سردار بھی چکر میں آ گیا۔ اس نے پوچھا۔

تم مصر سے کس طرح یہاں پہنچے۔

اپنے باوبانی جہاز پر۔

تمہارا جہاز کہاں کھڑا ہے۔

میں جہاز کو ساحل سمندر پر چھوڑ کر آیا تھا لیکن لوگ کہتے ہیں کہ وہاں سمندر کنارے کوئی بھی جہاز نہیں ہے۔ میں خود حیران ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

بوزھے جیسی نے کہا معزز سردار سمندر خالی ہے وہاں کوئی جہاز نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نوجوان کے دماغ میں گہری چڑھائی ہے۔

سردار نے شاہان کی بغیر دیکھی اور کہا۔ تمہیں بخار معلوم ہوتا ہے

شاہان نے کہا۔ میں خود حکیم ہوں۔ اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں بیمار مت ہوں۔

پھر ہم پاگلوں جیسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم ایک ہزار سال پیچھے سے زندہ سلامت چلے آ رہے ہو۔

یہ حقیقت ہے معزز سردار میں نے جہاز میں ایک ہی دن میں ایک ہزار سال عبور کر لیے ہیں۔ لوگوں نے پھر قہقہے لگائے اور شاہان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ سردار نے لوگوں کو چپ کراتے ہوئے کہا۔

میرے ساتھ آؤ نوجوان تمہیں آرام کی ضرورت ہے اس ہستی میں تمہیں میری حویلی کے سوا اور کہیں آرام نہیں ملے گا جیسی سردار شاہان کو ساتھ لے کر اسی حویلی میں آ گیا سردار کی حویلی اس ہستی کے کنارے پر تھی اس کے ارد گرد زیتون اور بھجوروں کے درختوں کا بڑا گھنا اور بڑا خوبصورت باغ تھا جہاں سیاہ پتھر کے تخت بچھے ہوئے تھے سردار شاہان دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں دیواروں پر نگاریں اور نیزے سجے تھے فرش پر حسین اور قیمتی ایرانی قالین اور عربی ریشم کی چادریں پھیلی ہوئی تھیں سردار نے پوچھا کیا کھاؤ پیو گے۔

مجھے بھوک نہیں ہے اور پیاس بھی نہیں ہے۔ سردار اس پر اس نے تالی بجاتی۔ ایک جیسی خادمہ چاندنی کے طشت میں تازہ کٹا ہوا رس دار تر بوڑا اور بھجوریں لے کر اندر آئی اور ان کے درمیان رکھ دیا اور واپس چلی گئی سردار

نے کہا۔ اب مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو اور یہ ایک ہزار سال پرانے سونے کے سکے تم نے کہاں سے حاصل کئے ہیں شاہان نے شروع سے لے کر آخر تک کہانی سچ سچ سنا دی سوائے اس کے کہ وہ نئے دور کی دنیا سے آیا ہے کیونکہ یہ بات یہاں آتے ہی وہ بھول چکا تھا یہاں اس کے ذہن سے بھلا دی گئی تھی بحر حال سردار اس کی بات سن کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اسے شاہان کی باتوں سے صاف طوم ہو رہا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا ہے مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ہزار سال سے زندہ ہے اور اسے موت نہیں آئی اس کے باوجود شاہان کی باتوں پر یقین نہیں کر سکتا تھا کیونکہ کوئی بھی انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے ایک ہزار سال زندہ نہیں رہ سکتا سردار نے کہا شاہان تم آرام کرو شاید غینہ پوری کر لینے کے بعد تمہارے دماغ پر اچھا اثر پڑے۔ اب شاہان نے پوچھا۔

اس ملک کا نام کیا ہے۔ جہاں اس وقت موجود ہوں۔

تم اس وقت ملک افریقہ میں ہو اور یہاں اپنی ہال کی حکومت ہے میں صوبے کے گورنر کا بھانجا ہوں اور اس بستی کا سردار ہوں مصر میں فرعونوں کی حکومت تھم ہو چکی ہے اور اس وقت وہاں خاندانی سلطنت ہے اس کے پڑپاتے فرعون کو لوگ قتل کرنے کی فکر میں ہیں ہمارا بادشاہ اپنی مصر پر حملہ کر لے والا ہے پھر مصر پر ہماری حکومت ہو گی شاہان نے کہا۔

مجھے یقین نہیں آ رہا۔

سردار اس پر اطمینان ہمارے لباس اور اپنے لباس کو دیکھو اور اپنی زبان ہماری زبان کو دیکھو اپنے سونے کے سکوں اور ہمارے چمڑے کے سکوں کو دیکھو اپنی پرانی بھدی کھاد اور ہماری کھاد کو دیکھو اپنے کی دہات کے تیر کمان دیکھو کیا تمہیں ان سب میں ایک ہزار سال کا فرق دکھائی نہیں دیتا ہاں۔

شاید تم ٹھیک کہتے ہو سردار۔

اچھا اب تم آرام کرو صبح باتیں ہوں گی۔ سردار چلا گیا۔ شاہان اکیلا بستر پر لیٹ کر غور کرنے لگا۔ کہ خدا جانے اب حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں وہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا گیا ہے اب یہ معلوم نہیں کہ اسے تاریک کے کس کس دور سے کون کون سی مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے گزرنا ہوگا۔ جس بات کا اسے یقین تھا کوئی اس پر اعتبار نہیں کرے گا اس لیے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس ملک کے لوگوں کا بھیس بدل کر رہنے لگا اور اب کسی سے نہیں لگا کہ وہ ایک ہزار سال سے زندہ آ رہا ہے۔ جیسی سردار ہماری بات غور کرتا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ افریقہ کا بادشاہ تفتی مصر پر حملہ کر کے اسے فتح کرنا چاہتا ہے اگر سردار اس سلسلے میں تفتی کی مدد کرے تو وہ دونوں میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر سکتا ہے اس کے لیے ضروری تھا کہ شاہان کو استعمال کیا جائے اور اسے مصر کے تازہ ترین حالات معلوم کرنے کے لیے اس سے جاسوسی کرائی جائے سردار نے فیصلہ کر لیا کہ وہ شاہان کو ساتھ لے کر بادشاہ تفتی کے دربار میں جائے صبح اٹھ کر اس نے شاہان کے ساتھ ناشتہ کرا دیا۔

شاہان میں چاہتا ہوں کہ تم ہمارے ملک میں آئے ہو تو تمہاری ملاقات بادشاہ تفتی سے کر لی جائے وہ تم سے مل کر یقیناً بہت خوش ہوگا کیا تم ہمارے بادشاہ تفتی سے ملنا چاہو گے۔ شاہان نے سوچا کہ اب اسے اپنے آپ کو تاریخ کے حوالے کر دینا چاہیے جو ہوگا دیکھا جائے گا اسے بھی اس کی خواہش تھی کہ ایک معمولی مسافر کی طرح ایک سردار کی جگہ میں پڑا رہے سے بہتر ہے کہ وہ بار میں کوئی اعلیٰ مقام حاصل کیا آخر وہ مصر کا شہزادہ ہے وہ اس ماحول میں ہرگز نہیں رہ سکتا سردار نے اس کے دل کی بات کہی تھی وہ تو چاہتا تھا کہ بادشاہ تک رسائی حاصل

کرے سردار نے خوش ہو کر کہا۔ بس تھیک ہے ہم کل ہی دار الحکومت ایلام کی طرف روانہ ہو جائیں گے دوسرے دن سردار اپنے محافظوں اور شاہان کو ساتھ لے کر ایلام کی طرف روانہ ہو گیا ایلام افریقہ کی اس بہتی سے نین دن کی مسافت پر تھا اعلیٰ نسل کے تازہ دم عربی گھوڑوں پر سوار سردار اور شاہان نے یہ سفر دونوں اور دھیر میں طے کر لیا۔ تیسرے دن انہیں دوسرے ایلام شہر کی فیصل نظر آنے لگی ایلام کا شہر بہت بڑا تھا اس کے ارد گرد ایک بڑی مضبوط چوڑی فصیل تھی جس کے چار دروازے تھے فصیل کے ارد گرد پانی سے بھری ہوئی ایک گہری کھائی چلی گئی تھی فصیل کے برجوں پر بروقت سپرے دار موجود رہتے تھے ایلام کے اندر بادشاہی کا شاندار محل تھا شہر کے بڑے دروازے سے داخل ہوتے ہی پیریداروں نے انہیں روک لیا۔ سردار نے اپنی شاہی انگوٹھی دکھائی پیریداروں نے ادب سے سر جھکا دیا اور نکل بھا کر سردار کا غیر مقدم کیا شاہان بڑی شان سے سردار کے ہمراہ شہر میں داخل ہو گیا شہر میں ہر طرف چہل پہل تھی لوگ ذرت برقی لباس میں ملیں تھے اور خوش حالی دکھائی دے رہی تھی دکانوں کے اندر منگ اور قیمتی جواہرات چاندی کے برتنوں اور قسم قسم کا سامان بھرا ہوا تھا کارواں سرداروں کے باہر سپاہی اور مزدور نکڑی کے تختوں پر بیٹھے بھلوں کا دس لہا رہے تھے ایک باڑی گڑچوک کے بیچ میں رہی تانے اس میں دھن کر رہا تھا اور لوگ تالیاں بجا رہے تھے مندر میں ڈھول بجنے جا رہے تھے۔ سردار ایک شاندار حویلی کی ڈیوڑھی میں آگیا یہاں دیواروں پر بیش قیمت قالین ہرن اور شیر کی کھالیں لٹکے ہوئے تھے زمین پر کم خواب کا فرش بچھا ہوا تھا چاندی کی تپائیوں پر دھن صراحیوں میں انگوروں کا رس بھرا ہوا تھا جگہ جگہ دیوار گیروں میں چاندی کے تمعدان رکھے تھے جس میں زیتون کا تیل بڑا ہوا تھا اس رات سردار نے شاہان کے اعزاز میں دعوت دی اور شہر کے معززین کو بھی بلایا۔ سردار نے ان سب سے شاہان کا تعارف کرتے ہوئے کہا یہ میرا دوست اور ایک بہادر شاہی سردار ہے وہ شاہان کو مبصر کا باشندہ بھائی نہیں کہتا چاہتا تھا کہ وہ ایلام میں لوگ مصریوں کو بے لاش خیال کرتے تھے اور ان سب کو معلوم تھا کہ بادشاہ ہلی مصر پر بڑے عالی کی عیاریاں کر رہا ہے۔ دوت میں کئی بھینسے ہرن موخر گوش اور نبل گائے ذبح کئے گئے دسترخوان پر ہر قسم کا بھوتا ہوا گوشت طرح طرح کے پھل خشک پاداموں کے آنے کی روٹی اور انگوروں کا رس موجود تھا دعوت چاندی تھی ہر طرف ایک شور و غل مچا ہوا تھا کہ سردار شاہان کو ساتھ لے کر حویلی کے باغ میں آگیا سنگ مرمر کے حوض میں سرخ مچھلیاں تیر رہی تھیں اور نوارے چل رہے تھے سردار نے کہا۔

شاہان بادشاہ سے کل ملاقات ہوئی میں نے تنہا بال بادشاہ کو پیغام بھجوایا ہے اور سنو میں تمہیں بادشاہ سے شام کے ایک سردار کا بہادر بیٹا کہہ کر ملاؤں گا یا درکھو بادشاہ کو یہ کسی صورت میں معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم مصری ہو ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ تم مصر کے شاہی دربار میں کچھ عرصہ گزار چکے ہو۔

شاہان بولا۔ سردار جیسا تم کہتے ہو ایسا ہی ہوگا اگر تمہاری یہی مرضی ہے کہ میں بادشاہ پر یہ ظاہر نہ ہو کہ میں مصر کا شہزادہ ہوں تو ایسا نہیں ہوگا۔

اس میں تمہاری بھلائی ہے شاہان۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنی کے دربار میں اعلیٰ مقام دلواؤں کیا تمہاری یہ خواہش نہیں کہ تم شاہی لباس میں بادشاہ کے دربار میں بیٹھو۔

مصر میں تو یہی چاہتا ہوں بلکہ میری شروعاتی سے یہی خواہش رہی ہے کہ دربار میں رہوں۔

تو پھر میں جس طرح کہتا ہوں اسی طرح عمل کرنا پھر تم بہت جلد دربار میں دو مقام حاصل کر لو گے کہ بڑے بڑے درباری تم پر رشک کریں گے۔

فکر نہ کرو سردار۔ میں تمہاری ہر ہدایت کے مطابق آگے چلوں گا تم جو کچھ کہو گے اسی پر عمل کروں گا شاہنشاہ شاہان مجھے تم سے یہی امید تھی اور پھر تمہاری بھلائی بھی اسی میں ہے کل ہم دربار میں چلیں گے بے شک۔

دوسرے دن سردار نے شاہان کو بڑا قیمتی اور شاندار لباس پہنایا۔ خود بھی شاہی خلعت زیب تن کیا اور بچے سجائے گھوڑوں پر سوار ہو کر شاہی محل کی جانب چل پڑا شاہی محل شہر کے درمیان میں ایک اونچے نیلے پردار فتح سنگ مرمر کی سڑھیوں والا راستہ محل کے بڑے دروازے تک جاتا تھا دروازے پر دربان نے انہیں روکا۔ سردار نے اپنی شاہی انگلی دکھائی تو دروازہ کھل گیا۔ اب وہ محل کی چار دیواری میں داخل ہو چکے تھے یہ محل مصر کے بادشاہوں کے محل سے بالکل مختلف تھا محل کے ستون کھونے تھے اور محرابیں بھی کھون کی شکل میں تھیں سارے کا سارا محل سرخ پتھر کا بنا ہوا تھا اور اس پر کسی تلخے کا گمان ہوتا تھا سردار شاہان کو ساتھ لے کر دربار کے بڑے ہال میں آ گیا یہاں درباریوں نے سردار سے ملاقات کی سردار نے تمام درباریوں کا شاہان کا یہ کہہ کر تعارف کروایا کہ وہ شام کے ایک سردار کا بیٹا ہے اور بادشاہ سلامت کی قدم پوی کا شرف حاصل کرنے آیا ہے یقیناً یہ شاہی نوجوان ہمارے عظیم ترین شہنشاہ سے مل کر بہت خوش ہو گا شاہان نے کہا۔

کیوں نہیں مجھے شہنشاہ کی محبت ہی یہاں تک پہنچا لائی ہے۔

سردار بہت خوش ہوا کہ شاہان نے ٹھیک اس کی ہدایت پر عمل کیا بیٹا ستم میں سارا محل طبل اور تاشوں کا تیز آوازوں سے گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی سارے درباری اپنی اپنی جگہوں پر ادب سے سر جھکائے کھڑے ہو گئے سارے دربار میں گہرا سناٹا چھا گیا جہاں ایک لمبے اتکا شہر تھا کہ کان پڑی آواز سنا نہیں دیتی تھی وہاں اب ایسی خاموشی چھا گئی تھی کہ اگر ایک تنکا بھی گرے تو اس کی آواز آ جائے۔ معلوم ہوا کہ بادشاہ سلامت ملکی تشریف لارہے ہیں لیے بڑے فوجی سپاہیوں کا رستہ ہتھیاروں سے لیس دربار میں داخل ہو کر تخت کے پیچھے کھڑا ہو گیا اس کے ساتھ ہی اخریقہ کا جابر اور سنگ دل بادشاہ ملکی دربار میں داخل ہوا وہ فوجی لباس میں تھا تلوار اس کے پہلوں میں تنک رہی تھی اس کے سر پر سونے کا تاج تھا بازوؤں میں سونے کی زنجیریں جڑھی ہوئی تھیں اس کی شکل بڑی ڈروالی تھی مٹنی سیاہ رازھی موچکوں میں چھوڑنا نے کی طرح چمک رہا تھا۔ آنکھیں سرخ چپتے کی مانند تھیں وہ آگے بڑھ کر سنگ سرخ کی میز صیباں چڑھتا ہوا تخت پر بیٹھ گیا۔ اس تخت پر دنیا جہان کے قیمتی ہیرے جو اہرات چڑھے ہوئے تھے ان کا ہاتھ کا اشارہ کیا اور ایک بوڑھے درباری نے آگے بڑھ کر کہا۔

حضور کا سایہ رعایا پر سلامت رہے تمام درباریوں نے سر جھکا کر کہا پھر روز بروز بار نے آگے بڑھ کر سر جھکا یا اور بادشاہ کے قدموں پر مقدس تیل کا نشان بنادیا۔ پھر وہ اسی طرح اگلے قدموں پر واپس آ کر ایک طرف چپ چاپ سر جھکائے کھڑا ہو گیا۔ وزیر دربار چڑھے گی دستا بڑ کھول کر پڑھنے لگا تھا کہ ملکی نے بلند آواز میں کہا ہمارے بھانجے سردار ایمات کو پیش کیا جائے سردار درباریوں کی قطار میں سے باہر نکل آیا اس نے تخت کے پاس جا کر دو بار جھک کر اتنی کو سلام کیا۔ اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ ملکی نے پوچھا ایمات وہ شاہی نوجوان کہاں ہے جس کو تم ہم سے ملانے کے لیے لائے ہو۔

خدمت القدس میں حاضر ہے عالی جاہ۔

اسے پیش کر۔

جو حکم عالی جاہ اس کے ساتھ ہی سردار نے اشارہ کیا شاہان شاندار شاہی لباس میں ملیں آگے بڑھا اور بادشاہ کو تین بار سلام کیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ دربار میں ایک سکتہ طاری تھا شاہان ان کے مطابق

بادشاہ کو سلام نہیں کیا تھا۔ وزیر جنگ نے آگے بڑھ کر شاہان کی گردن کو جھٹکا چاہا مگر قتل نے ہاتھ اٹھا کر کہا اسے مجبور نہ کیا جائے۔ دربار میں سناٹا طاری ہو گیا قتل نے پوچھا۔
اسے نو جوان تم کہاں سے آئے ہو۔

شاہان نے سردار کے رٹے رٹائے فقرے بدھرائے۔ قتل تخت سے اتر کر شاہان کے قریب آیا شاہان نے دیکھا کہ قتل ایک ہٹا کٹا خون منہ آدمی ہے۔ قتل نے شاہان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ شاہان کی رگوں میں بھی شامی خون گردش کر رہا تھا اگر وہ بھی شامی خاندان سے نہ ہوتا تو شاید قتل کی خوفناک نظروں کو برداشت نہ کر سکتا تھا مگر شہزادہ ہونے کی وجہ سے وہ دربار میں ایک سنگ دل اور جاہل بادشاہ کے سامنے بڑے وقار اور جرات کے ساتھ کھڑا تھا قتل نو جوان شاہان کی جرات اور پروا نہ شخصیت سے بہت متاثر ہوا کہنے لگا تمہاری نیکی آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم شام کے مصری سرحد کے قریب رہنے والے ہو۔ یہ سب بڑا خطرناک تھا سردار نے اس پر غور ہی نہیں کیا تھا وہ پریشان ہو گیا۔ کہہ جانے شاہان اس کا کیا جواب دے مگر شاہان بادشاہوں کے مزاج اور دربار کی سیاست کو اچھی طرح جانتا تھا اس نے فرعون کا عظیم الشان شاذ شوں والا دربار دیکھا تھا قتل کا دربار اسے ڈرا نہیں سکتا تھا اس نے جھٹ سے کہا۔ جہاں پناہ آپ کا اندام ہا ٹکل درست ہے میرے دادا شام کے مصری سرحد کے رہنے والے ہیں قتل نے اچانک غصہ میں آ کر کہا۔
مگر تم مصری نہیں ہو ٹھیک ہے ناں۔

شاہان جھٹ سے بدلا میں مصری نہیں ہوں عالی جاہ مصریوں سے میرے آباؤ اجداد کو قتل کر کے ان کی جاگیر پر قبضہ کر لیا تھا میں تو مصریوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔

قتل نے خوش ہو کر کہا۔ شاہان شاہان! ہمیں ایسے نو جوان کی ضرورت تھی میرے بھائی نے تمہاری بہت تعریف کی تھی تم دربار کے بعد مجھ سے ملنا شاہان نے سر جھکا کر کہا جہم علم عالی جاہ۔

دربار پر حاست ہو گیا قتل چلا گیا اور درباریوں نے شاہان اور سردار کو گھیر لیا اور شاہان کی جرات کی دہودینے لگے شام کو سردار قتل کے خاص محل میں آ گیا قتل کمرے کے وسط میں کھڑا زمین پر بیٹا ہوا جنگ کا نقشہ دیکھ رہا تھا اس نے اپنے بھائی کو اندر آتے دیکھا اور پھر بڑے غور سے نقشے کو دیکھنے کے بعد سردار کی طرف پلٹ کر بولا۔
کیا یہ شامی سردار کا بیٹا مصر کے درباریوں سے واقف ہے۔

جہاں پناہ یہ نو جوان اپنے باپ کے ساتھ کئی برس فرعون کے دربار میں رہا ہے۔

قتل نے زمین پر زور پر پاؤں مارے ہوئے کہا۔ پھر تم کیوں نہیں مصر روانہ کرتے اسے کیا تمہیں اس پر بھروسہ نہیں ہے۔

سردار نے کہا۔ پورا پورا بھروسہ ہے جہاں پناہ۔

قتل بولا ہوں اگر اس نے خدا دی کی تو میں مصر بھیج کر اس کا سر قلم کر دوں گا۔

وہ ایسا نہیں کرے گا۔ عالم پناہ اسے آپ سے عقیدت ہے سردار نے یقین دلایا۔

ٹھیک ہے اسے کل ذرو جو اہرات دے کر مصر روانہ کر دو اور کہو کہ مصری فوج کی پوری پوری تعداد کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر کے جلد میرے پاس آئے

جو حکم عالم پناہ۔ سردار نے جھک کر کہا اور وہ اس اپنی حویلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں وہ یہی سوچتا آ رہا تھا کہ اگر شاہان نے پوری کی پوری جاسوسی کی تو قتل کی طرح یقینی ہوگی اور اسے ضرور کوئی بڑا عہدہ انعام میں

مل جائے گا۔ سردار اسی عہدے کے لالچ میں شاہان کو مصر میں جاسوسی کرنے کے لیے بھیج رہا ہے شاہان اس لیے مصر جانے پر جانے پر راضی ہو گیا تھا کہ وہ اپنی ماں کی قبر پر دعا پڑھنے کے علاوہ یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا واقعی ایک ہزار برس گزر چکے ہیں اور مہیس کا شہر تباہ ہو کر کھنڈر بن چکا ہے۔

رات کو سردار اپنے ساتھ شاہان کو ایک قبوہ خانے میں لے گیا۔ یہ قبوہ خانہ شہر ایلام کے مشرقی دروازے کے پلے میں تھا یہاں لوگ نگری کی چوکیوں کے ارد گرد بیٹھے قبوہ دیتے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہیں کوئی سیاہی جنگ میں اپنی بہادری کی کہانی سنار ہاتھ کہیں کوئی چوہا رنی دوسرے تاجر سے کاروبار کی بات کر رہا تھا کہیں کوئی طالع سمندر کے عجیب و غریب واقعات سنار ہاتھ۔ قبوہ خانے کے اندر ہلکا سا شور مچ رہا تھا سردار کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر قبوہ خانے کا مالک لپک کر آگے بڑھا اور اس نے جنگ کر سلام کیا۔

اگر حضور پسند فرمائیں تو میں سیاہ انگوروں کی تیل کے نیچے تخت بچھا دوں۔

سردار نے کہا۔ ہاں وہاں مناسب رہے گا یہاں شور ہے ہم کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔
جو حکم حضور۔

قبوہ خانے کے مالک نے اسی وقت قبوہ خانے کے عقب میں سیاہ انگوروں کے بارغ میں مشعل جلا کر سٹک سرکا تحت بچھا دیا اور اوپر فرطوم کا سفید کھیس ڈال دیا شاہان اور سردار وہیں بیٹھ گئے قبوہ آگیا۔ اور وہ قبوہ دیتے ہوئے باتیں کرنے لگے شاہان نے قبوہ کی تقریب کی اور کہا۔
ایلام میں قبوہ بہت ہی لذت بخش ہوتا ہے۔

سردار بولا۔ جنوبی افریقہ اپنے لذت بخش اور خالص قبوہ کے لیے مشہور ہے اس کے بعد وہ بتنی کے دربار کی باتیں کرنے لگے شاہان بتنی کی مردانہ جاہت اور سپاہیانہ شخصیت سے بہت متاثر ہوا تھا سردار نے مناسب موقع دیکھ کر بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

شاہان تم مصر جا کر وہاں بعض ضروری شطونات حاصل کر کے لاؤ بتنی مصر پر آغری اور فیصلہ کن حملہ کرنا چاہتا ہے لیکن اس سے پہلے وہ مصری فوج کی تعداد کے بارے میں مکمل تفصیل چاہتا ہے۔ شاہان کو معلوم تھا کہ سردار اس سے یہی بات کہنے کے لیے اور وہ مصر جا کر یہ معلومات فراہم کرنے کے لیے وہ بتنی طور پر راضی بھی تھا کہ مصر کے فرعون نے اس کی والدہ اور چچا کو قتل کر کے اس خاندان کی بنیاد ڈالی تھی جو آج وہاں حکمران تھا شاہان چاہتا تھا کہ اس کا خاندان کی انتہا سے انتہا بجا دی جائے تاکہ وہ اپنی والدہ کے قتل کا انتقام لے سکے پھر بھی وہ سردار پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ جاسوسی کرنے پر صرف اس کی خاطر راضی ہو رہا تھا اس نے کہا۔

معزز سردار۔ جاسوسی اچھا کام نہیں لیکن میں تمہاری خاطر کام بھی کر لوں گا لیکن میری ایک شرف ہے۔
میں تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔

شرط یہ ہے کہ اگر میری معلومات اگر درست ہوئی تو میں بتنی کے دربار میں ایک عہدہ طالب کرنے میں حق بجانب ہوں۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں دربار میں عہدہ دلواؤں گا۔

تو پھر میرے مصر جانے کا بندوبست کیا جائے۔

سردار بہت خوش ہوا کہ شاہان نے بہت جلد اس کی بات مان لی تھی مگر نہ اسے خیال تھا شاہان تو مصر کے شاہی خاندان سے اپنی والدہ کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ سردار نے اسی روز شاہان کے مصر کی طرف کوچ کرنے کا

بندوبست کر دیا شاہان کے ساتھ اس نے چھ سواردوں کا ایک دستہ جن کا فرض یہ تھا کہ وہ شاہان کو کوئی حفاظت میں مصر کے سرحد پر چھوڑ کر واپس آ جائیں مگر وہ مصر کے یہ چھوٹا سا قلعہ مصر کی جانب روانہ ہو گیا۔ ایلام شہر سے مصر کی سرحد سات دن رات کی مسافت پر تھی۔ دن کے وقت یہ لوگ سفر کرتے ہوئے رات کو کوئی مناسب جگہ دیکھ کر بڑاؤ کر لیتے۔ چھٹے روز شام کے وقت یہ لوگ صحرائیں سفر کر رہے تھے کہ اچانک آسمان پر دھندلی چھا گئی ہو ابند ہو گئی اور جس سا ہو گیا۔ سپاہیوں نے فوراً ایک جگہ ریت میں خیمے لگا دیئے شاہان نے سفر جاری رکھنے کے لیے کہا تو سپاہی نے کہا۔

سردار بڑا زبردست آدمی کا طوفان آ رہا ہے۔ اگر ہم نے خیموں میں پناہ نہ لی تو ہم ریت کے تودوں میں دب کر رہ جائیں گے اور ایسا ہی ہوا ابھی وہ مشکل خیمے کے اندر کھس کر لیٹے بھی نہ تھے کہ خیمے کے باہر آندھی چلا شروع ہو گئی۔ یہ آندھی اس قدر تیز تھی کہ خیمے کے باہر ہزاروں غیر دھماکتے محسوس ہو رہے تھے ماری رات آندھی چلتی رہی سپاہی خیموں کو ہاتھوں اور پاؤں سے تھامے رہے ہر لمحہ یہی فکر تھا کہ ابھی خیمہ اڑ جائے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سپاہی تیز آندھی میں باہر نکل کر خیمے کے اوپر پڑی ہوئی ریت صاف کرتے اگر وہ ایسا نہ کرتے تو یقیناً ریت کے نیلے تھے دب کر رہ جاتے رات کے پچھلے پہر طوفان ختم گیا آسمان ایک نم صاف ہو گیا انہوں نے خیموں سے باہر نکل کر دیکھا صحرا کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا جہاں پہلے نیلے تھے وہاں صحرا تھا اور جہاں پہلے صحرا تھا وہاں اب ریت کے بڑے بڑے نیلے کھڑے ہو گئے تھے انہوں نے خیمے اکھاڑ کر گھوڑوں پر رکھے اور ستاروں کی رہنمائی میں سفر شروع کر دیا۔ صبح کو سورج نکل آیا اور رات کی شبلم میں بھی لہندی ریت ایک پہر دن گزرنے کے بعد انگاروں کی طرح گرم ہونا شروع ہو گئی مگر انہوں نے پاؤں کے تڑپ چڑا لپیٹ رکھا تھا اور سردیوں پر دھوپ سے بچنے کے لیے ٹھامے باندھے رکھے تھے۔ دو پہر کے وقت انہوں نے ایک ٹھکانہ میں پڑاؤ کیا یہ ٹھکانہ صحرا کے بیچ میں تھا جنت کا ٹکڑا معلوم ہو رہا تھا سمجھدوں کے جند کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں چشمہ بہہ رہا تھا اس چشمے کا پانی بڑا ٹھنڈا اور میٹھا تھا انہوں نے خود بھی مٹی بھر کر پیا اور گھوڑوں کو بھی ٹھنڈا کر پانی پلایا۔ تیسرے دن جب دھوپ ڈھلنے لگی تو وہ ایک بار پھر تازہ دم ہو گئے اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ساری رات وہ صحرائیں ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں سفر کرتے رہے ستارے آسمان پر بڑے بڑے پہرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے سپاہی ستاروں کی رہنمائی میں چلنے کے عادی تھے چنانچہ جب رات ڈھل گئی اور آسمان پر صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے لگی تو انہیں دور ملک مصر کے اہرام دکھائی دیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مصر کی سرحد میں داخل ہونے والے تھے سرحد کے پاس آ کر سپاہیوں نے شاہان کو خدا حافظ کہا اور واپس ایلام کی سمت مڑ گئے۔

شاہان ملک مصر کی سرحد پر اکیلا ہی کھڑا تھا یہ وہ ملک تھا جہاں کی آب و ہوا میں وہ ملی کر جواں ہوا تھا۔ اور جس کے ایک فرعون نے اس کی والدہ کو زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا اس کا دل انتقام کی آگ میں جھلنے لگا اسے یوں محسوس ہوا۔ کہ اگر اس نے ارمان فرعون کے خاندان سے انتقام لیا تو اس کی ماں اور نیک دل چاچا کی روح تڑپتا رہے گی مصر کی سرحد میں وہ ایک ہزار سال کے بعد داخل ہوا تھا اس اثناء میں جانے کتنے ہی فرعون مصر کے تخت پر بیٹھ کر مر چکے تھے اس وقت مصر کے تخت پر سہل کا پڑپوتا تھا وہ ایک کمزور اور بیش پسند فرعون تھا اپنے آرام کی خاطر وہ لوگوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح گل کر دیتا تھا۔ ہر طرف خانہ جنگی کا سماں تھا مصر کی سلطنت دم توڑ رہی تھی سرحدوں پر چاروں طرف سے چھوٹے چھوٹے ملک حملہ کرتے ہوئے لوٹ مار کر کے واپس بھاگ جاتے ملک میں ہر طرف ایک افراتفری مچی ہوئی تھی جس وقت شاہان مصر کی سرحد میں داخل ہوا تو اسے چند ایک

مصری فوجیوں نے روک لیا۔

کون ہو تم اور کہاں سے آ رہے ہو۔ شاہان اس وقت ایک شہر شہر پھر کر بیماروں کا علاج کرنے والے حکیم کے بھیس میں تھا اس نے کہا میرا نام شاہان حکیم ہے۔ میں فلسطین کے صوبے سے آ رہا ہوں میں دہلی اور بیمار انسانوں کا علاج کرتا ہوں سپاہی نے کہا۔

تم فحیک وقت پر تکی آئے ہو۔ ہمارا ایک سپاہی کل سے سخت بیمار ہے اس کا علاج کرو اگر تم نے اسے تندرست کر دیا تو تمہیں سرحد عبور کرنے کی اجازت مل جائے گی۔ ورنہ تمہیں اسی جگہ قتل کر دیا جائے گا شاہان دل میں گھبرا گیا۔ کہ وہ یہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسے اپنی دوائیوں اور خدائے واحد پر بھروسہ تھا اس نے کہا۔

مجھے مریض کے پاس لے چلو۔

آؤ میرے ساتھ۔ پہرے دار نے کہا اور شاہان کو لے کر ایک چوکی کی طرف کونٹری میں داخل ہو گیا۔ کونٹری کے اندر ایک مصری سپاہی کھجور کی چٹائی پر بڑا ہوا تھا۔ وہ نیم بے ہوش تھا۔ ہمارے اس کا جسم پھٹ رہا تھا شاہان نے اس کی بغض رہی پھر اس کی آنکھوں کو کھول کر دیکھا اپنی صند دچی میں سے جڑی بوٹیوں کا عرق نکال کر منی کے پناے میں االا اور بے ہوش سپاہی کے حلق میں انڈیل دیا اس کے بعد اس نے ٹھنڈی ریت کا لیپ اس کے ماتھے پر کرنا شروع کر دیا۔ ریت گرم ہو جاتی وہ اسے اتار کر اس کی جگہ تازہ ریت کا لیپ کر دیا۔ چند لمحوں میں مریض کا ہمارا ٹوٹ گیا۔ اور اس نے آنکھیں کھول دیں سپاہی پہرے دار بہت خوش ہوئے اور انہوں نے شاہان کو سرحد عبور کرنے کی اجازت دے دی شاہان نے رب عظیم کا شکر ادا کیا کہ اس کی جان عذاب سے چھوٹ گئی۔ مصر کی سرحد سے ایک کچار راستہ جو کہ پتھروں سے ڈھلا ہوا تھا اہرام کی طرف جاتا تھا شاہان گھوڑے پر سوار ہو کر اس راستے پر سے گزرتا ہوا اہرام کے کھنڈروں کے پاس پہنچ گیا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ آج سے ایک ہزار برس پہلے جب وہ ان اہرام میں آیا کرتا تھا تو ابھی اس کی بنیادیں کھودی جا رہی تھیں مگر ایک ہزار برس گزر جانے کے بعد آج اس اہرام کے پتھروں کے ٹکڑے ٹکڑے تھے اور جگہ جگہ خشک جھاڑیاں لگ رہی تھیں وہ نہ مانے کی بے رحم تہذیبوں پر غور کرتا ہوا آگے گزر گیا۔

سرحد عبور کرتے ہی اسے معلوم ہو گیا تھا کہ فرعون کو قتل کر کے فوج کے سپہ سالار مہانے تخت پر قبضہ کر لیا ہے اس وقت مصر فرعون کی حکومت تھی راستے میں شاہان کو کئی ایک فوجی دستے ملے جو گشت کر رہے تھے شاہان اسے سلام کرتا ہوا آگے گزر گیا۔ شب سے پہلے جو بستی اسے ملی وہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اس قصبے کے کچے مکانوں پر ویرانی چھائی ہوئی تھی شاہان کو بیاس محسوس ہو رہی تھی اس نے ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے کسی نے جواب نہ دیا کئی بار دروازے پر ہاتھ مارنے کے بعد ایک بوڑھے آدمی نے دروازہ کھولا۔ وہ ڈر رہا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے وحشت فحک رہی تھی اس نے قسم کھائی۔

کون ہو تم اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے جو کچھ تھا مہانے کے سپاہی لوٹ کر لے گئے ہیں شاہان نے بوڑھے کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ وہ صرف تھوڑا سا پانی پینا چاہتا ہے کیونکہ اسے پیاس لگی ہے بوڑھے نے ادھر ادھر دیکھا اور کہا۔

اندرا جاؤ شاہان ڈیوڑھی میں ایک پٹائی پر بیٹھ گیا۔ بوڑھے آدمی نے اسے اور اس کے گھوڑے کو پانی پلایا اس نے بتایا کہ مہانے فرعون کو قتل کر دیا ہے اور لوگوں پر بڑا ظلم کر رہا ہے اس کے سپاہی ہر طرف لوٹ رہے ہیں

لوگوں کو یہ دروغ نقل کر رہے ہیں شاہان نے پوچھا۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ فوجی چھاؤنی کہاں ہے۔

میں پرسوں شہر گیا تھا میں نے دیکھا تھا کہ فوجیوں کی کونٹریاں شہر کے باہر دریائے نیل کے کنارے سمیلے
اہرام کے پاس بنی ہوئی تھیں۔

شاہان نے پوچھا۔ بابا کیا مہا کے پاس بہت زیادہ فوج ہے۔

اگر زیادہ فوج نہ ہوتی تو وہ تخت پر کیسے قبضہ کرتا اس نے بے پائے فوج بھرتی کر رکھی ہے۔

کیا اس کی فوج میں سنگ ہار کی کرنے والی خلیجیں بھی ہیں۔

اس کا مجھے علم نہیں۔ مگر تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو

شاہان نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔ میں صرف اپنی معلومات میں اضافہ کے لیے پوچھا رہا ہوں اس کے

بعد شاہان نے بوڑھے مصری کا شکر بیدار کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر آگے روانہ ہو گیا بوڑھے مصری سے اسے بھی

معلوم ہوا تھا کہ مصر کے دارالسلطنت کا نام آپٹیمس ہے پرانا دارالحکومت ممپس کنٹرہ بن چکا ہے۔ نیا دارالحکوم

وہاں سے ایک دن اور ایک رات کے سفر پر واپس ہے شاہان ساری رات سفر کرتا رہا دن چڑھا تو وہ ایک ملکستان کے

قریب اسے گزر رہا تھا یہاں اس نے خیمے کا ٹھکانا پانی پیا۔ اور انگوٹوں کر گھنائے گھوڑے کو بھی گھاس پر چرنے

کے لیے چھوڑ دیا کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ ممپس کی طرف چل پڑا۔ درج غروب ہو رہا تھا کہ اسے مصر کے

سب سے بڑے شہر اور دارالحکومت ممپس کی تفصیل کے آثار نظر آئے شہر کے دروازے پر اس نے پہرہ داروں

نے روک لیا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو کہاں جانا ہے یہاں بھی شاہان نے یہی کہا کہ وہ فلسطین کے ایک

صوبے سے آ رہا ہے وہ حکیم ہے چل پھر کر یہاں کے علاج کرنا ہے اور ممپس میں اپنے ایک دوست حکیم سے ملنے

آ رہا ہے۔ اس نے پہرہ داروں میں سے ایک اور نافہ حکیم کیا اور یوں اسے شہر میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی وہ مصر

کے نئے دارالحکومت ممپس میں داخل ہو گیا اس شہر کو آباد ہونے ایک ہزار سال گزر گئے تھے ایک ہزار برس پہلے

شاہان کے زمانے میں اس شہر کا کہیں نام و نشان نہ تھا یہ شہر بھی دریائے نیل کے کنارے ہی آباد تھا مگر یہ اوپر کی

طرف تھا یہاں سیلاب کا خطرہ نہیں تھا شاہان رات ہونے سے پہلے ایک کارواں سڑے میں پہنچ گیا یہاں پہلے

ہی سے ایک قافلہ اتر تھا اور ہر طرف بڑی چٹیل پہلی تھی مگر شاہان نے محسوس کیا کہ لوگوں کے چہرے پر ایک

پریشانی اور وحشت سی ہے کوئی بھی شخص اسے مطمئن نظر نہ آیا تو کچھ سکتے کر اس نے گھوڑے کے چارے

پانی کا بندوبست کرنے کا کہا اور خود تھوڑا بہت کھائی کر سرائے کے محل میں گھڑی کی ایک چوکی پر بیٹھ گیا۔ اور قبوہ

پینے لگا سرائے کا مالک بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔

بھری بیوی کئی سال سے بیمار ہے مگر تم اس کا علاج کرو دو میں ساری عمر تمہارا غلام رہوں گا۔ میں اس کا علاج

کردن کا تمہاری بیوی ضرور اچھی ہو جائے گی۔ شاہان نے سرائے کے مالک کی بیوی کا علاج شروع کر دیا۔ ایک

ہفتے کے اندر اندر بیمار عورت تندرست ہو گئی سرائے کے مالک نے خوش ہو کر کہا۔

تم اس کے عوض مجھ سے جو مانگوں گے تمہیں دوں گا۔

شاہان نے کہا مجھے اور کچھ نہیں چاہیے صرف اپنے سرائے کے ایک کمرے میں کچھ عرصہ رہنے کی اجازت

دے دو میں اس کے عوض تمہیں پوری اجرت دوں گا۔

نہیں۔ میں تمہارا حق نہیں ضرور دوں گا۔ شاہان بہت خوش ہوا کہ اس کی رہائش کا مسئلہ بغیر کسی شور شرابے

کے بڑی آسانی سے حل ہو گیا۔ اس نے بازار سے کچھ ضروری سامان خریدا اور سرائے کے ایک کمرے میں ڈھونڈ لگایا۔ اب اس نے سب سے پہلا یہ کام کیا کہ پرانے دہرائی حکومت محکمہ کا پتہ دریافت کیا اور ایک روز اس کی جانب چل پڑا یہی اس نے امال کے گھر پرورش پائی تھی اس جگہ وہ اپنے بے وفادار دوست ارمان کے ساتھ کھینچا کرتا تھا اسی ارمان نے فرعون بننے کے بعد اس کی والدہ و ملکہ کو زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا اسی شہر کے ہاہراہرام میں اس کی ماں کی قبر تھی شاہان اپنی ماں کی قبر پر دعائیں پڑھنا سب سے پہلا اپنا فرض سمجھتا تھا پرانے شہر کے کنڈر نے شہر ممفس سے کافی فاصلہ پر تھے اپنے وطن کے کنڈروں میں پہنچ کر شاہان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہاں سوائے ویران کنڈروں کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کا وہ گھر تھا جہاں وہ پلا تھا وہ آٹھن تھا جہاں کھیل کود کر وہ جوان ہوا تھا۔ اس کے یہ فادوست ارمان کا گھر بھی تباہ و برباد ہو گیا تھا اس کے باپ فرعون کا محل ریت اور پتھر کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا تھا کہیں کہیں ایک آدھ ستون کھڑا تھا جو بس گرنے ہی والا تھا بزرگ کرشک کی مہو پیڑی کے باقی رہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا دیارے نیلی بھی انی جگہ سے ہٹ کر کچھ ہی پرے ہو کر چلنا شروع کر دیا تھا پرانے اہرام کے پتھروں کے کنارے ان گئے تھے اور جگہ جگہ خشک جھاڑیاں آگ آئی تھیں شاہان کو اب یقین ہو گیا تھا کہ وہ ایک ہزار سال بعد وہاں آیا ہے۔ حالانکہ ایک ماہ پہلے وہ اپنے شہر اور محل کو ہنستا ہوتا چھوڑ کر گیا تھا مگر ایک ہزار برس گزر گئے وہ بڑی مشکل سے تلاش کرتا ہوا پرانے اہرام کے غار میں پہنچا اس غار کا دروازہ بڑے سے پتھر سے بند کر دیا تھا اندر جانے کا کوئی راستہ نہ تھا شاہان کو یقین تھا کہ اس کی والدہ و ملکہ کی قبر اسی غار میں ہے۔ وہ اپنی ماں کی قبر میں دعا پڑھتا چاہتا تھا۔ اہرام کے غار میں جانے کا کوئی راستہ نہ تھا شاہان اپنی والدہ کی قبر پر دعا پڑھے بغیر وہاں نہیں جانا چاہتا تھا وہ ایک ہزار برس کے بعد اپنی والدہ کی قبر پر دعا پڑھنے آیا تھا اس نے اہرام اور اس کے غار کو بھی پہچان لیا تھا اسے اس غار میں سے اپنی دیاری ماں کی مامتا کی خوشبو آ رہی تھی مگر سوال یہ تھا کہ وہ اندر کیسے جائے غار کے آگے گرا ہوا بڑا سا پتھر تھا وہ ہزار برس گزر جانے کے بعد وہ پتھر اہرام کا حصہ بن گیا تھا۔ شاہان نے ادھر ادھر سے راستہ تلاش کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اچانک اسے غار کے اندر پتھر کے کونے سے ایک سوراخ نظر آیا اس نے ہاتھ ڈال کر محسوس کیا کہ اندر تنکٹی بھر بھرنی ہے اب بابا وہاں سے مٹی بنانے لگا کافی دیر تک بعد میں اس نے غار میں اتنا سوراخ کر لیا کہ دور تک کر غار کے اندر داخل ہو سکے۔ اسے یہ بھی خیال تھا کہ ہزار سال گزر جانے کے بعد جانے اندر کیسے کیسے کیڑے مکوڑے پیدا ہوں گے اس نے پتھر کوڑ کر مشعل چلائی اور خداے واحد کا نام لے کر رینگتا ہوا اندر کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا جیسے جیسے مشعل کی روشنی دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی غار کی چھت سے جالے لٹک رہے تھے فضا میں نمی اور نمٹن بھی مگر ماں کی محبت ان سب بلاؤں پر حاوی ہو چکی تھی اس لیے شاہان غار کے اندر مشعل ہاتھ میں لیے آگے بڑھتا رہا اتنی حد بابا گزر جانے کے بعد اس کی ماں کی قبر کو اس نے پہچان لیا تھا قبر کا پتھر ویسا ہی تھا صرف اس پر چھت سے ٹکری ہوئی مٹی اور ریت جگہ جگہ پر مٹی شاہان بے اختیار ماں کی قبر سے لپٹ گیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ رونے کے بعد جب اس کے دلی کا غبار دھل گیا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر آنکھیں بند کی اور دعا پڑھنے لگا۔ دعا پڑھنے کے بعد وہ اپنے چاچا کی قبر پر گیا۔ اور وہاں بھی دعا پڑھی۔ وہ ماں کی قبر پر بیٹھ گیا اور اپنی گزری ہوئی اور آنے والی زندگی کے بارے میں غور کرنے لگا وہ ایک ہزار سال سے زندہ تھا موت اسے آہ نہیں سکتی تھی اب خدا جانے اسے کتنے ہزار سال اور زندہ رہتا تھا کسی وقت اس خیال سے سے خوف بھی تھا کہ وہ تاریخ کے ساتھ ساتھ ستر کر رہا ہے وہ لی حکومتوں کو عروج پر جاتے اور پھر برباد ہو کر مٹتے

دیکھ رہا تھا۔ مگر کسی وقت وہ اواس بھی ہو جاتا تھا کہ کہیں وہ اتنی لمبی عمر سے اکٹنا نہ جائے اگر وہ اکٹنا کیا تو پھر کیا ہوگا کیونکہ میرا وہ سب سے گانہیں شاہان نے چٹھے چٹھے محسوس کیا کہ اسے کہیں سے پانی کے گرنے کی آواز آرہی تھی وہ مشکل ہاتھیں لے کر اس طرف چل پڑا بعد میں پانی کے گرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی یہ آواز ایسی تھی جیسے ہیں قریب ہی پتھروں میں کوئی چشمہ بہ رہا ہو شاہان آگے بڑھ گیا غار اب بائیں جانب کو گھوم گئیں تھیں اور چشمہ پہنے کی آواز زیادہ قریب سے سنائی دے رہی تھی تھوڑی دور چلتے کے بعد شاہان ایک چشمے پر پہنچ گیا یہاں پر پانی ابرام کے پہاڑ کی چھت میں سے ایک پتلی سی زحار کی شکل میں پتھروں میں گرد ہاتھ چاہیں جمع ہو کر وہ چشمے کی صورت میں بہہ کر غار کے اندر ہی اندر کسی نامعلوم مقام کی طرف جا رہا تھا۔ شاہان نے مشکل ایک طرف رکھ کر چشمے میں ہاتھ ڈالا پانی بے حد ٹھنڈا تھا اس نے پانی کا ایک گھونٹ پیا ہی تھا کہ غار میں زلزلہ آگیا شاہان خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹا اور دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا زلزلے کی وجہ سے غار کی دیواریں کانپ رہی تھیں باہر غری کی چھت میں سے کچھ پتھر نکل کر چشمے کے پانی میں گرے شاہان نے خطرہ محسوس کیا کہ کہیں غار کی چھت نہ بیٹھ جائے وہ مشکل ہاتھ میں لے کر واپس بھاگنے ہی والا تھا کہ زلزلہ رک گیا۔ پھر اسے ایک آواز سنائی دی۔

شاہان کیا تم میری آواز کو پہچانتے ہو۔

شاہان نے فوراً اس آواز کو پہچان لیا۔ یہ اس کے بہت بزرگ گرجنگ کی آواز تھی۔ میرے بزرگ گرجنگ سی آپ ہی کی آواز ہے میں نے آپ کی آواز پہچان لی ہے۔
میرے جیسے تم نے میری آواز کو ٹھیک پہچانا میں گرجنگ کی روح ہوں سنو تم اپنی والدہ کے بارے میں پوچھنا
چھوڑ دو تمہاری والدہ کی روح جنت میں آرام کر رہی ہے۔
کیا میں اپنی والدہ کی روح سے مل سکتا ہوں۔
نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

شاہان نے بے تابی سے کہا اب عظیم کا واسطہ ہے گرجنگ مجھے بھی میری والدہ کے پاس پہنچا دو۔ میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتا۔
ایسا ناممکن ہے شاہان تم اب زندہ رہو گے ایک خاص مقصد کے لیے زندہ رہو گے یہ تمہاری تقدیر کا فیصلہ ہے تم اگر جا ہو تو مردہ بن سکو گے۔
یہ تو ایک عذاب ہے گرجنگ۔

جیسے تم عذاب کہہ رہے ہو وہ تمہاری خوش قسمتی ہے شاہان کہ تم تاریخ کا سارا کھیل اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو تہذیب کو ابھرتے اور مٹتے دیکھو بہاروں کو آتے اور پھولوں کو ہر موسم میں کھلتے دیکھو تم پرندوں اور چشموں کے نغموں کو سنتے رہو گے پھر بھلا تم گھانے میں کیسے ہو تم تو بڑے غامدے میں ہو تم نے تو آب حیات پی لیا ہے ایک قسم کا پس جس راز کے لیے آ رہے ہو وہ اپنا مقصد پورا کر لو اور جس مقصد کے لیے تمہیں چنا گیا ہے وہ ایسے ہی کیا گیا پھر گرجنگ وہ مقصد کیا ہے۔

وہ تمہیں پتہ چلا جائے گا خود بخود شاہان اور ہاں تمہارے دشمن تدریج یعنی کالی چرن بدروح ترشی اور اسکا بھیجا ہوا آسیب اس کی طرف سے غافل نہ رہنا۔
یہ کون ہے اور کیوں میرے دشمن ہے۔
یہ وقت آنے پر شاہان تمہیں خود پتہ چل جائے گا۔

اچھا گر شک کیا تم مجھے یہ نہیں بتا سکتے کہ مہانے کتنی فوج بنا رکھی ہے اور اس کے پاس کتنا اسلحہ ہے۔
شاہان جیسے یہ دنیا لوگوں کی چیزیں ہے اور دنیا والے ہی ان کو بناتے ہیں ہم کو ان کے معاملات میں داخل
دینے کی اجازت نہیں ہے میں جانتا ہوں کہ تمہیں بتانی نے اس لیے ہی بھیجا ہے پر تم اس کام کو خود ہی کرو گے میں
اس سلسلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا اچھا اللوداغ۔

گر شک۔۔۔ گر شک۔۔۔ شاہان بزرگ گر شک کی روح کو پکار رہا تھا وہ گیا اور اس کی روح کی آواز اسے
اللوداغ کہتی ہوئی دور ہوتے ہوئے گائب ہو گئی اب بار میں سوائے شمشے کے بچنے کی آواز کے اور کوئی آواز نہیں
تھی۔ شاہان کے لیے اب وہاں کھڑے رہنا بے کار تھا اس نے مشعل اٹھائی اور واپس چل پڑا ماں کی قبر کے پاس
سے گزرتے ہوئے اس نے ایک بار پھر دعا پڑھی اور اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر وہ مشعل کو بھجا کر غار سے
باہر نکل آیا غار کے اندر غار کے اندر اندہ حیران تھا مگر باہر شخص کے ویران کھنڈروں میں سورج چمک رہا تھا اور صحرائی
ریت گرم ہو رہی تھی شاہان کا گھوڑا کھجوروں کے نیچے گھاس چر رہا تھا تھوڑی دیر بعد وہ گھوڑے پر سوار ہو کر واپس
کارواں سرائے کی طرف روانہ ہو گیا۔ واپس آ کر وہ سوچنے لگا کہ مصر کی فوجوں کے بارے میں مکمل معلومات
کہاں سے مہیا کرے یہ کام کافی مشکل تھا اس نے کسی سے اس کا ذکر نہ کیا تھا سرائے کے مالک کو اس نے بھی
بتایا تھا کہ وہ پیادوں کا علاج کر کے پائل رومی کمانے آیا ہے چنانچہ سرائے میں ہی عربیوں نے اس کے پاس آنا
شروع کر دیا تھا۔ تھوڑے ہی دن میں اس کی شہرت سارے شہر میں پھیلی گئی ایک روز وہ اپنی بیٹھک میں اکیلا تھا
جزی بوٹیوں کو دگر کر دوائی بنا رہا تھا کہ باہر ایک گھوڑا اسواہ سیاہی آ کر روکا اس نے شاہان سے آکر کہا کہ فوج کا
ایک کمانڈر رشید یہ سرور میں مبتلا ہے اس نے شاہان کو اپنے محل میں بلایا اسے شاہان تو اسی گھڑی کا انتظار کر رہا تھا
نوراسی کے ساتھ چل پڑا۔ سیاہی شاہان کو فوج کے کمانڈر کے چھوٹے سے محل میں لے گیا کمانڈر رشید یہ دور میں
جلا تھا بستر پر لیٹا خواب رہا تھا شاہان نے کمانڈر کی حالت دیکھ کر فوراً ایک دوائی پانی۔ اسے کچھ افاقہ ہو گیا۔ اس
نے شاہان کی طرف دیکھ کر کہا۔

یہ کیسی دوائی ہے جس نے فوراً میرا سرور و ختم کر دیا ہے۔

شاہان نے کہا یہ درد عارضی طور پر دور ہوا ہے۔ پورا علاج کرنے کے لیے سر کو ایک جگہ سے کھول کر رکھنا
ہوگا کمانڈر نے چونک کر کہا۔

کیا تم کھوپڑی کے شکن سے واقف ہو۔

کیوں نہیں جناب میرے باپ دادا بھی کرتے آئے ہیں۔

اور اگر میں مر گیا تو۔

ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ کہ میں نے کسی کی کھوپڑی کو کھول کر ٹھیک کیا ہوا اور وہ مر گیا ہو

یاد رکھو میں مر گیا تو میرے سپاہی تمہاری گردن قلم کر دیں گے۔ کیا یہ شرط تمہیں منظور ہے۔

پاس منظور ہے۔

ٹھیک ہے پھر تیاری کرو۔

شاہان کھوپڑی کھولنے کی تیاری شروع کر دی اور اوروں کو گرم پانی میں ڈال دیئے۔ کمانڈر کا سارے سر موٹ
ڈال پھر ایک دوائی پانے کر بے ہوش کر دیا جب وہ چوڑی طرح بے ہوش ہو گیا تو شاہان نے رب عظیم کا نام لے کر تیز
دھار والے چاقو سے کھوپڑی کے ایک طرف چوڑی نشان لگایا۔ اور گہرا شکاف ڈال کر وہاں سے کھوپڑی میں

سورخ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے بار یک تار اندر ڈال کر مغز میں یک طرف جمع شدہ غدود کے ٹکڑے کو بر نکالی دیا اب اس نے جلدی سے کھوپڑی کے ٹکڑے کو اسی جگہ پر بٹھا کر وہاں سونے کے تاروں سے ٹانگے لگا کر کھال اس کے اوپر منہ صودی کھال سے زخم پر دوئی لگا کر اس نے پٹی باندھ کر سر کو بستر پر لٹا دیا اور سب کو ہدایت کی کہ ان کو ہوش آنے پر سر بلائے کی اجازت نہ دی جائے اس دوران میں شاہان کمانڈر کی بیوی کے پاس جا کر اسے حوصلہ دینے لگا اس کی بیوی بڑی پریشان تھی شاہان نے اسے حوصلہ دیا اور کہا کہ اب اس کے خاوند کو زندگی بھر سر میں درہمیں ہوگا۔ تیسرے پہر کمانڈر کو ہوش آ گیا اس نے تم نکلیں کھولی کرا پٹی بیوی کو دیکھا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔ کمانڈر کے چہرے پر تندرستی کے آثار تھے ایک ہفتے کے اندر اندر زخم ٹھیک ہو گیا اور کمانڈر بھٹا چٹکا ہو گیا۔ دو شاہان کے علاج سے اس قدر خوش تھا کہ اس نے شاہان کو دلچسپی دے لیا۔ اور کہا۔ تم جب اور جس وقت چاہو بلا روک ٹوک میرے محل میں آ جا سکتے ہو جہیں کوئی نہیں روکے گا شاہان بھی چاہتا تھا اب اس نے کمانڈر کے محل میں آنا جانا شروع کر دیا۔ اسے معلوم ہوا کہ یہی وہ کمانڈر ہے جس کے ماتحت سیکھنے چلانے والی فوج کا دستہ ہے شاہان نے ایک مہینے کے اندر ہی اندر کمانڈر پر اپنا اعتبار جمالیا۔ اپنی باتوں سے ان نے اس پر یہ ظاہر کیا کہ اسے سوائے تیاروں کے علاج کے اور کئی شے سے دل چسپی نہیں ہے۔ پھر بھی کئی کئی دنوں میں شوق پیدا ہوتا کہ وہ شے اپنی آنکھوں سے دیکھوں جو دشمن کے قبضہ اور فوج پر ہماری پھر اور آگ لگتی ہے۔

تمہارا مطلب ہے کہ تم ہماری بے مثال سختی دیکھنا چاہتے ہو شاہان۔

اگر آپ کی مرضی ہو تو دکھا دیں۔ اگر آپ نہیں چاہتے تو بے شک نہ دکھائیں میں ناراض نہیں ہوں گا۔ کمانڈر نے شاہان کی پیٹھ پر ہموک کر کہا۔

تم میری جان بچا کر اور مجھے درد سے نجات دلا کر مجھ پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے تم جو بھی خواہش کرو گے اسے پورا کرنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کل اسی وقت میرے ساتھ چلنا میں تم کو مصری فوج کا سب سے خطرناک ہتھیار پیش دیکھاؤں گا۔

میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا۔ شاہان نے کہا۔

دوسرے دن شاہان بڑی تیاری کے ساتھ کمانڈر کے محل میں پہنچ گیا وہ اسی دن کا انتظار کر رہا تھا وہ دل ہی دل میں بے حد خوش تھا جو اسے سوائے کمانڈر کے اور کوئی بھی نہیں بتا سکتا تھا محل میں کمانڈر اس کی راہ دیکھ رہا تھا وہ ان کو اپنے شاندار فوجی رتھ میں بیٹھا کر اہرام مصر کے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا اہرام مصر کے عقب میں ایک بہت بڑے پہاڑ کو کھود کر اس کے اندر ایک بے حد لمبا چوڑا کمرہ بنایا گیا تھا یہ کمرہ اونچا اور وسیع تھا یہاں فرعون کی فوج کا سب سے خطرناک ہتھیار پڑا تھا جس سے قہری بادشاہ بھی گھبراتا تھا شاہان اس کشادہ بال کمرے میں داخل ہوا کمانڈر نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا دیکھو یہ ہے ہماری فوج کی طاقت درحقیقت جو بڑے سے بڑے دشمن کی فوج کو تیس تیس کر سکتی ہیں۔ شاہان یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اس قدر لمبا چوڑا بال کمرہ بے شمار تختیوں سے بھرا ہوا تھا یہ گویا اس زمانے کی توپ تھی اور دشمن کے لیے تباہی کا پیام داتی تھی شاہان ایک ایک توپ کو بڑے گور سے دیکھنے لگا۔

مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ آپ جیسے بہادر جرنیلوں نے مصر کی فوج کو ایسے خطرناک ہتھیار سے لیس رکھا رب عظیم کی قسم دشمن ہماری طرف آ نکلیا تو انہیں دیکھ سکتا۔ کمانڈر نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ہم دشمن کی فینٹ سے فینٹ بھاگ سکتے ہیں۔

بے شک۔۔۔ بے شک۔۔۔

شاہان نے مصر آنے کا مقصد پورا کر لیا تھا اب وہ اس سلطنت سے انتقام لے سکتا تھا جس کے بادشاہ نے اس کے خاندان کو برباد کیا تھا کماٹر کے ساتھ شاہان اس کے محل میں آگیا اور پھر کا کھانا اس نے محل میں ہی کھایا شام کو وہ کماٹر سے اجازت لے کر اہل کاروں میں آگیا اب وہ جلد سے جلد وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا مگر وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو اس پر شک پڑے اس نے یہ مشہور کر دیا کہ وہ جزی بوٹیوں کی تلاش میں باہل کے جنگلوں میں جانا چاہتا ہے کسی کو بھلا شاہان کی اس خواہش پر کیا شبہ ہو سکتا تھا وہ حکیم تھا۔ اور اسے ہمیشہ جزی بوٹیوں کی تلاش رہتی تھی چنانچہ ایک روز اس نے کماٹر سے اجازت طلب کی کماٹر نے کہا۔

مجھے امید ہے کہ تم بہت جلد جزی بوٹیاں تلاش کر کے واپس مہمیں آ جاؤ گے۔
میں ایک ہفتے کے اندر اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔
تمہارا آنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ میں بادشاہ سے کہہ کر تمہیں شاہی طبیب کے عہدے پر فائز کرانا چاہتا ہوں۔

آپ کی فوازش ہوگی جناب ورنہ میں کس لائق۔
تمہیں نہیں۔ شاہان تم اپنے وقت کے ایک ماہر طبیب ہو شاعری و دیار کی نثری تمہارا حق ہے اور میں یہ حق تمہیں ضرور لے کر دوں گا۔

اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بخلا میں ہر وقت خدمت کے لیے حاضر ہوں۔

میں تمہاری واپسی کا بے تابی سے انتظار کروں گا۔

میں آپ کو زیادہ انتظار کی زحمت نہیں دوں گا۔

اسی رات بچھلے پیر شاہان مصر سے روانہ ہو گیا کماٹر کی فوج کا ایک خاص دستہ رتھ میں سوار تھا جیسے چھ تو مند عربی گھوڑے چار بے تھان کی رفتار رتھوں کی وجہ سے انہوں نے تین روز کی مسافت صرف دو دن میں طے کر لی دوسرے دن شام کو وہ مصر کی سرحد پر کھڑا تھا اس نے دواؤں کا جھولا اپنے کندھے پر ڈالا اور سفید گھوڑے پر سوار ہوا اور سیاہیوں سے آگے بڑھا کر واپس ایلام کی طرف چل دیا اس کا دل خوشی سے جھل رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد ایلام پہنچ کر سردار اور بیٹی بادشاہ کو خود فرعون کی فوج اور خلیوں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا جوں جوں افریقہ کی سرحد قریب آرہی تھی شاہان کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا تجارت کے بچھلے پیر شاہان ایلام پہنچ گیا سردار ابھی تک وہاں تھا شاید مصر پر حملہ کے بارے میں کوئی خاص اجلاس ہو رہا تھا شاہان نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سیدھا تھنی کے شاہی محل کی جانب روانہ ہو گیا۔ تھنی اپنے جرنیلوں اور سردار کے ساتھ اپنے خاص کمرے میں جنگ کے بارے میں خلیہ اجلاس کر رہا تھا شاہان نے جھپٹی ٹالاسوں کے ہاتھوں اندر پیغام پہنچایا تو تھنی نے اسے فوراً اندر بلا یا سردار نے دروازے پر اس کا خیر مقدم کیا شاہان تم ٹھیک وقت پر آئے ہو جہاں پناہ کئی بار تمہارے بارے میں پوچھ چکے ہیں شاہان نے تھنی کو سلام کیا تھنی نے اسے اپنے قریب بیٹھایا اور کہا اگرچہ ہم نے تمہارا بہت انتظار کیا مگر ہمیں امید ہے کہ تم مصر سے کامیاب لوٹو گے شاہان نے بڑے ادب سے کہا۔

جہاں پناہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں فرعونوں کے دیس میں جاؤں اور کامیاب نہ لوٹوں۔

تو کیا تم ساری معلومات لے آئے ہو۔

کیوں نہیں جہاں پناہ۔ شاہان نے چڑے کا ایک نقشہ میز پر رکھتے ہوئے کہا یہ نقشہ اس سمفلس میں کاروران مراٹے کے کمرے میں بیٹھ کر بنایا تھا۔ اپنی اور سردار جرنیل بڑے غور سے نقشے کو دیکھنے لگے۔ شاہان نے ایک جگہ اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

یہ پرانے فرعونوں کے اہرام ہیں ان اہراموں کے عقب میں ایک پہاڑی ہے اس پہاڑی کے اندر ایک لمبا چوڑا ہال گروہ ہے جس میں سینکڑوں کی تعداد میں سمفلس ہیں انہی خوشی سے نقشے کو دیکھ کر بولا۔

کیا فرعون مہا کی ساری سمفلس اس پہاڑی کے اندر جمع ہیں۔

شاہان کہنے لگا۔ جہاں پناہ میں اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ کر آ رہا ہوں پھر اس نے کماندہ کا علاج کیا اور کس طرح اس کا اعتماد حاصل کیا۔

سب کچھ شاہان نے بتا دیا۔ اپنی بادشاہ شاہان کی ہوشیاری اور دلیری کی داد دیے بغیر نہ رو سکا اس نے کہا۔ اسے شام کے طیب تم بلا شہ اس لائق ہو کہ تمہیں فوج کا بلند سے بلند عہدہ دیا جائے یہ بتاؤ کہ فرعون کی فوج کے بارے میں تم نے کیا معلومات حاصل کی ہیں۔ شاہان نے اپنی کو بتایا۔

فرعون مہا نے تخت پر قبضہ کرنے کے بعد فوج کی تعداد کو تھوڑا سا بڑھا دیا ہے اس نے فوجیوں کی فکڑیوں میں بھی اضافہ کیا ہے اس وقت فرعون کے پاس پچاس ہزار پیدل فوج اور پچیس ہزار گھوڑ سوار فوج موجود ہے۔ یہ فوج کس جگہ قیام رکھتی ہے۔

آدمی فوج چہرے باہر ایک عمارت میں رہتی ہے اور باقی آدمی فوج شاہی محل کے باہر پتھری پھتوں والے مکان میں رہتی ہے۔

کیا ان کے پاس ہتھیار بھی ہیں۔

ہاتھیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ زیادہ تر ہاتھ سمفلس میں سمفلس کو ادھر سے ادھر لے جانے کے کام آتے ہیں اور ہمارے پاس پانچ سو ہتھیار ہیں جو فرعون کی فوج کو ایک ہی ریلے میں چل دیں گے لیکن ہمیں اب سے زیادہ خطرہ سمفلس سے تھا اس لیے اس فن میں مصریوں کا کوئی مقابلہ نہیں۔

اس کے لیے ہم تمہارے شکر گزار ہیں کہ تم نے اس بارے میں ہمیں پوری پوری معلومات فراہم کیں اب فرعون مہا فکست سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔ فکست اس کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔ پھر اپنی اپنے جرنیلوں کو حکم دیا کہ فرعون کے ملک پر چڑھ چالی کی تیاریاں شروع کر دیں جرنیلوں نے سر جھکا دیا اور ہاں نکل گئے۔ اپنی سردار اور شاہان آدمی رات تک بات چیت کرتے رہے اپنی کا خیال تھا کہ جس وقت فوج فرعون کی سرزمین پر پہنچے گی تو بہادر سپاہیوں کا ایک خاص دستہ پہاڑی پر حملہ کر کے انہی تمام سمفلس کو آگ لگا دے شاہان نے کہا جہاں پناہ۔ میرا خیال ہے ہماری فوج کو یہ کام چڑھ چالی سے ایک روز پہلے رات کو کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ہمیں عام حملہ کرنا ہوگا تب ہمارا خیال بھی ٹھیک ہے پہاڑی پر حملہ ہم رات کے وقت کئی طریقے سے کریں گے اس کے ساتھ ہی دوسرا دستہ ہاتھیوں کے استعمال میں آگ لگا دے گا تاکہ ہاتھ بدک کر بھاگ جائیں گے اور اپنے ہی ملک میں تباہی مچا دیں گے۔ اور ٹھیک اس افراتفری میں ہماری فوج کو دشمن پر عام حملہ پل دینا ہوگا۔ ایسا ہی ہوگا آدمی رات کے بعد سردار اور شاہان واپس اپنی حلی میں آئے تو وہ بہت تھکے ہوئے تھے وہ لیٹے ہی سو گئے۔ صبح اٹھ کر وہ محل میں پہنچ گئے فوج میں تیاریاں بڑے شور سے ہو رہی تھیں اسلو خانے میں دھڑا دھڑا تیر کمان نیزے اور تلواریں اور دوسرے جنگ کا سامان تیار کیا جا رہا تھا ایک ہفتے میں ساری فوج کو حملہ کے لیے تیار کر لیا گیا تھا۔

ادھر ایک روز تین کی ستر ہزار فوج نے فرعون کے شہر ممفس کی طرف کوچ کر دیا فوج نے دس کلویں میں ایک ایک راستوں سے اپنا سفر شروع کیا انھوں پر سوار فوجیوں کا دست دریا کے ساتھ ساتھ روانہ ہوا ہاتھوں کا دست پہاڑی راستے سے چلا گھوڑا سوار تین کے ساتھ تھے اور پیدل فوج ایک بہت بڑے جہاز میں سوار ہو کر دریائے نیل کے کنارے کی طرف روانہ ہوئے تھے گیارہ روز کے سفر کے بعد یہ ساری کی ساری فوج مصر کی سرحد پر ایک جگہ اکٹھی ہوئی پیدل فوج جہاز میں سے اتر کر دریائے نیل کے کنارے کھڑے چلتی ہوئی گھر سواروں ہاتھ والوں اور تھوڑے سواروں سے آئے۔ انھیں بھی ساری کی ساری صحیح سلامت پہنچ گئیں۔ یہ ساری جنگ کا ردائی بڑی خاموشی اور راز و داری سے ہوئی پھر بھی خبر کرنے والے جاسوس نے فرعون مصر مہا کو خبر کر دی کہ تین افریقہ سے بڑی فوج لے کر مصر کی سرحد پر پہنچ گیا ہے فرعون نے اعلان جنگ کر دیا۔ اور ممفس شہر کے سارے شہر کے سارے دروازے بند کر دیئے اس نے پہاڑی پر پیرہن باندھا دیا۔ ایک اکٹھے پیدل اور گھڑ سوار فوج کو بے کر شہر سے باہر نکل آیا اور ایک وسیع میدان میں نیلوں کے درمیان بڑا ڈال کر دشمن کا انتظار کرنے لگا شہر کی فسیل کے اوپر سپاہی تیر کمان لے کر چڑھ گئے وہاں کھلوتے ہوئے نیل کے بڑے بڑے گڑھے بھی رکھ دیئے گئے تھے یہ گڑھے ہوا تیل دشمن کے ہن سپاہیوں پر اندھا دیا جاتا تھا جو فسیل کی دیوار پر بیٹھ ہی لگا کر چڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اب تین نے اپنی خاص چال چل اس نے بیس ہزار فوج کو پیچھے رکھا پندرہ ہزار فوجیوں کو آگ لگانے کا سامان دے کر پیچھے سے ہو کر پہاڑی کی طرف روانہ کر دیا۔ اور خود بیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ سامنے کی طرف سے اس میدان کی طرف بڑھتے لگا جہاں فرعون مہا کی فوجوں نے ڈیر ڈال رکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ فرعون فوج کو سامنے کی طرف الجھائے رکھے تاکہ عقب کی طرف جانے والے پندرہ ہزار فوج کے سپاہیوں کو پہاڑی پر حملہ کر کے چیتیں کو آگ لگانے کا موقع مل جائے۔ فرعون ان چیتوں کو آخری وقت میں ڈکھانچا جاتا تھا اس کا خیال تھا کہ اس کی ایک لاکھ فوج تین کے سپاہیوں کو چیل کر رکھ دے گی۔ جنگ شروع ہوئی تو ارباب کی طرح چیلنے کی دوسری طرف پندرہ ہزار سپاہیوں نے ابرام کے پہلو والی پہاڑی پر حملہ کر دیا وہاں فرعون کی مختصر فوج بھی تین کے سپاہیوں نے اسے ہلاک کر دیا۔ پہاڑی کا ورہ ازہ توڑ دیا۔ اور اندر داخل ہو گئے اندر بیس ہزار چیتیں نظر آئیں تو وہ حیران ہو گئے شاہان کی جاسوسی کا نام کرتی تھی سپاہیوں نے ساری چیتوں پر تیل ڈال کر آگ لگا دی۔ وہ سب لکڑی کی تھیں آگ نے بھر مگ کر انھیں جلا کر شروع کر دیا۔ سپاہی آگ لگا کر چیل بڑے۔ میدان جنگ میں لڑائی ہو رہی تھی کہ کسی نے فرعون کو آگ لگایا کہ دشمن پہاڑی پر حملہ کر دیا ہے اور ساری چیتوں کو آگ لگا دی ہے یہ فرعون کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ وہ بڑھکا گیا۔ مگر اس نے ہمت نہ ہاری اور کسی سے کچھ نہ کہا اور وہ اپنے ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو کر اسے دور اتار دیا ابرام کے پہلو والی پہاڑی پر پہنچ گیا پہاڑی کے دروازے سے آگ کے شعلے آتش نشان پہاڑ کی طرح باہر نکل رہے تھے پہاڑی کے اندر ساری کی ساری چیتیں جل کر رہ گئی تھیں وہ واپس میدان کی طرف گیا۔ تین کو معلوم ہوا کہ دشمن کا سارا سلاخ جل کر رہ گیا ہے تو اس نے ایک نئے جذبے اور ولولے کے ساتھ حمایہ کر دیا یہ حملہ تین کی ساری فوج کا حملہ تھا اور اس قدر شدید تھا کہ فرعون کی فوج کے قدم اکھڑنا شروع ہو گئے فرعون کے جرنیل اپنے سپاہیوں کی ہمت بڑھانے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے مگر تین کی ہزاروں فوج کا ہواؤ شدید تھا آخر کار فرعون کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور اس نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ تین اب خود میدان میں کود پڑا۔ اور دشمنوں کو گارجہ والوی کی طرح کاٹنے لگا یہ غلامہ کچے فرعون کی فوج کا رہنما تھا۔ حوصلہ بھی جواب دے گیا۔ اس نے شہر کی فسیل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ فرعون ان سے

پہلے بھاگ کر شہر میں داخل ہو گیا تھا۔ تہی بادشاہ بھاگتی ہوئی فوج پر نیزے اور تیر برسا رہا تھا۔ ہزاروں فوجی ہلاک کر دیے تھے تہی فصیل کے قریب پہنچ کر ہلاک کیا اس نے اپنی فوج کو نئے سرے سے ترتیب دیا اور فصیل پر چڑھنے سے پہلے شہر شروع کر دیے۔ مگر یہ چیلنجز بلکہ قسم کی تھیں تہی نے ہاتھوں کو چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ شہر کے دروازے کو توڑ دیں فصیل کے اوپر بیٹھے ہوئے سپاہیوں نے ہاتھوں پر کھولتا ہوا تیل ڈھل دیا بائیں جل کر مر گئے اور سینکڑوں فوجیوں کے جسم جل کر خاک ہو گئے۔ تہی نے حملہ روک دیا فوج واپس انھوں میں آرام کرنے لگی لاشوں کو جلا دیا گیا۔ اور زخموں کو مرہم بنی کر دی گئی۔ تہی نے اپنے سپہ سالاروں کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا۔ شاہان بھی اس کے اجلاس میں شریک تھا وہ رات گئے تک اس سیکے پر غور کرتے رہے کہ شہر کی فصیل کو توڑ کر اندر کیسے داخل ہوا جائے پتھر پھینکنے والی کٹری کی توچیں کنزرو تھیں فصیل کے اوپر فوجوں کی بہت بڑی تعداد تھی تیرکان اور نیزے اور کھولتا ہوا تیل لیے بیٹھی تھی ایک جہتل نے کہا۔

شہر کا محاصرہ کر لیا جائے شہر کے اندر کی خوراک اور پانی ختم ہو جانے پر فرعون خود بخود ہتھیار ڈال گا۔ اس پر شاہان نے کہا مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ اس بڑے شہر میں پانی اور خوراک اس قدر موجود ہے کہ فرعون کی فوج ایک سال تک زندہ رہ سکتی ہے تہی نے کرج کر کہا۔

میں ایک سال تک انتظار نہیں کر سکتا۔ جو کچھ کرنا ہے کل ہی ہو جانا چاہیے۔

سپہ سالار نے کہا پھر جیسا آپ کہیں ہم اسی پر عمل کریں گے۔ دھاری فوج آپ کے اشارے پر جان کی ب بازی لگا دے گی۔

تہی نے ہاتھ اٹھا کر کہا کل ہم فیصلہ کن حملہ کریں گے ایک ہی بلے میں شہر کی فصیل کے دروازے توڑ کر شہر میں داخل ہو جائیں گے۔

ایسا ہی ہو گا جہاں پناہ۔ دوسرے دن تہی کی تازہ دم فوج نے جنوں اور بھوتوں کی طرح سیکس شہر پر حملہ کر دیا۔ وہ قد آدم ڈھالوں کی آڑ میں پیڑھیاں لے کر آگے بڑھے اور شہر کی دیوار کے نیچے پہنچ گئے۔ فرعون کی فوج نے ان پر تیر نیزے اور کھولتا ہوا تیل اٹھیلنا شروع کر دیا۔ بے شمار فوجی جل کر ہسم ہو گئے۔ مگر ان کی جگہ تازہ دم سپاہی آگئے آخر تہی کی فوج کے کچھ سپاہی دیوار کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے فصیل کے کئی مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس فتح نے تہی کی فوج میں نئی زندگی کی ایک لہر پھونک دی۔ وہ پیراڈین کر شہر کے بڑے دروازے سے ٹکرا گئے۔ ہاتھیوں نے اس زور سے گھریں مار دی کہ شہر پناہ کے دروازے اکٹڑ گئے۔ اور گریزے تہی کی فوج فتح کے نعرے لگاتی ہوئی شہر میں داخل ہو گئی۔ انہوں نے مصر کا دار الحکومت فتح کر لیا۔ فرعون کی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا۔ تہی کی فوج نے شہر میں لوٹ مار اور قتل عام شروع کر دیا۔ انہوں نے مکانوں کو آگ لگا دی۔ حویلوں کو لوٹ کر غدر آتش کر دیا۔ تہی اپنے خاص گھوڑے پر سوار دستے کے ساتھ فرعون کے قتل کی طرف بڑھنے لگا۔ فرعون نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ قتل کے بڑے دروازے پر آخری مقابلہ کیا مگر اب وہ جنگ ہار چکا تھا سپاہی اس کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو رہے تھے تہی نے لڑنے لڑتے آگے بڑھ کر فرعون پر گواہ کا ایک بھر پور وار کیا اور اس کی گردن ٹکڑ کر کے سر نیزے پر چڑھا کر بلند کر دیا فرعون کی ماکہ کو حراست میں لے لیا اور شہزادوں کو قتل کی چار دیواری میں قید کر دیا اس کے بعد اس نے فرعون کا سونے کا تاج سر پر رکھا اور پھر سے موتیوں والے اہتیا کی جیتی تخت پر بیٹھ کر بھلان کیا آج سے فرعونوں کا غرور خاک میں مل گیا ہے سیکس کے لوگ آزاد ہیں قتل عام بند کر دیا جائے کسی مکان کو لوٹ کر آگ نہ لگائی جائے لوگوں کو اجازت

ہے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادت کریں کسان کھیتوں کا کام کریں انہیں ہر طرح کا آرام دیا جائے مہمان پر نانا جائز ٹیکس بنادیتے جائیں گے فرعون یہاں کا خدا بن جیٹا تھا۔ مگر میں خدا نہیں ہوں میں آپ کا بادشاہ ہوں جس کا جھنڈا سارے افریقہ میں لہراتا ہے اس اعلان کے ساتھ ہی شہر میں کل عام اور لوٹ مار بند کر دی گئی مگر اس دوران میں بیٹی کے وحشی سپاہیوں نے ہزاروں انسانوں کو ہلاک کر دیا تھا اور سینکڑوں مکانوں کو آگ لگا دی تھی شاہان جلی لاشوں کے بھرے ہوئے بازاروں میں سے گزرتا اس کا رواں سرائے تک پہنچ گیا جہاں وہ آکر ٹھہرا تھا سرائے کے مالک کا سارا سامان ٹوٹا ہوا تھا اور اس کی لاش ایک چھوٹے پر خون میں نہائی ہوئی بڑی تھنی شاہان محل میں واپس آگیا وہ کمانڈر اور اس کی بیوی نے شاہان کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا تھا کمانڈر کے محل کو بھی سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا کمانڈر کو ہلاک کر دیا تھا اور اس کی لاش ایک صندوق میں بند کر دی تھی اسے معلوم ہوا تھا کہ کمانڈر کی بیوی کو بھی دوسری شہزادیوں کی طرح کھڑکی کی چار دیواری میں قید کر دی گیا ہے شاہان کو خوشی ہوئی کہ وہ عورت ہلاک ہونے سے بچ گئی۔ وہ اس کی مدد کرنا چاہتا تھا چنانچہ وہ زمانہ محل کی طرف چل پڑا۔

وہ بیٹی بادشاہ کا خاص آدمی تھا اسے محل کے سپریداروں نے ہانک بھی نہ دیا۔ وہ محل کے اندر داخل ہو کر کمانڈر کی بیوی کو تلاش کرنے لگا آخر وہ اسے ایک درخت کے نیچے بال کھولے اور اس نے بیٹی مل گئی تھی وہ اس کے قریب گیا تو کمانڈر کی بیوی نے اس کی طرف حیرانی اور نفرت سے دیکھا۔

تم بیٹی کے جاسوس تھے تم نے ہمارے ساتھ دشمنی کی میں تم سے نفرت کرتی ہوں مصری کمانڈر کی بیوی شاہان کو جاسوس سمجھتی تھی شاہان نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی رٹ لگاتی رہی اور یہ بار بار کہتی رہی کہ شاہان نے فرعون کے ساتھ غداری کی ہے آخر شاہان نے کہا۔

ہیکم صاحب میں آپ کے پاس اس لیے نہیں آیا کہ آپ مجھے جاسوس ثابت کرنے کی کوشش کریں میں صرف اس لیے آیا ہوں کہ آپ نے مجھ سے اچھا برتاؤ کیا تھا میں اس برتاؤ کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں مجھے بتائیے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں ہیکم نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے میں ایک پھر کل جاسوس اور اپنے دشمن سے کوئی خدمت نہیں لینا چاہتی۔

آپ کی بھول سے میں اسکا دشمن بن گیا ہوں۔

ہیکم نے فصد میں لہا تم میرے دشمن ہی نہیں میرے خاوند کے قاتل بھی ہو اگر تم بیٹی کے لیے جاسوسی نہ کرتے تو آج میرا سہاگ سلامت ہوتا تم قاتل ہو یہاں سے چلے جاؤ۔

شاہان کو بھی فصد آگیا اس نے کہا۔ سنو میں تمہارا دشمن نہیں ہوں میں فرعون مہا کا دشمن تھا اس لیے کہ اس خاندان نے میری والدہ اور چاچا کو زچہ دے کر ہلاک کر دیا تھا۔ میں مصر کے شاہی خاندان کا فرد ہوں میں فرعون طاعون کا جیٹا ہوں حکم فرماں میری ماں کی فرعون ارمان نے میری ماں کو زچہ دے کر ہلاک کر دیا تھا آج ایک ہزار سال بعد میں نے اس کے خاندان سے بدلہ لے لیا ہے شاہان کی باتوں کو ہیکم حیرت سے منہ کھولے سن رہی تھی یہ تم کیا کہہ رہے ہو میں سچ کہہ رہا ہوں ہیکم صاحب میں ایک ہزار برس سے ہوں اور شاید ابھی کئی ہزار برس زندہ رہوں ہیکم اس کا منہ دیکھتی رہ گئی اور وہ اس سے باہر نکل آیا۔ بیٹی نے فرعون کی حکومت کو ختم کر کے اپنی حکومت کر لی اور خود تخت پر بیٹھ گیا اس نے شاہان کو وزیر دربار مقرر کر دیا یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا اور عزت تھی۔ جو شاہان کو ملی اس کی خوشی سردار کو بھی نہیں تھی اوپر سے تو اس نے شاہان کو مبارک باد دی لیکن دل میں وہ حسد سے

جل گیا حقیقت یہ تھی کہ لٹنی کے دربار کا وہ خود وزیر دربار بننا چاہتا تھا اس کی بہت بڑی شکست ہوئی اسے معلوم تھا کہ لٹنی بادشاہ اب اپنے فیصلے کو بدل نہیں سکتا ایک بار وہ جو فیصلہ کر لے تو اس پر وہ ڈٹ جاتا ہے سردار نے بھی دل میں ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے سوچا کہ اب اگر وہ ساری زندگی بھی کرتا رہے تو اب وزیر دربار بھی نہیں بن سکتا۔ اس کی ایک ہی صورت ہے کہ کسی طرح راستے سے شاہان کو صیاف کر دیا جائے اس کے بعد وہ لٹنی کا وزیر خاص بن سکتا ہے شاہان کو ہلاک کرنا اس کے لیے کوئی مشکل بات نہ تھی مہیبت صرف یہ تھی کہ شاہان کو لٹنی بہت پسند کرنے لگا تھا وہ دربار میں اس کو اپنے ساتھ بٹھاتا تھا حکومت کے بارے میں اس سے مشورہ لیتا تھا شاہان نے بھی اپنی خداداد ولایت اور جرات کی وجہ سے لٹنی کے دل میں گھر کر لیا تھا وہ شاہی محل میں بڑے ٹھانڈے سے رہتا تھا اور شاہی رتھ پر سواری کرتا تھا۔

سردار نے سوچا کہ کیوں نہ لٹنی کے دل میں شاہان کے خلاف نفرت پیدا کر دی جائے تاکہ بادشاہ اپنے طور پر ہی شاہان کو عہدے سے ہٹا کر جلا وطن کر دے۔ سردار نے ایک خطرناک منصوبے پر غور کرنا شروع کر دیا۔ اس نے کئی تدبیریں سوچیں آخر ایک تدبیر اسے پسند آ گئی۔ اس کے لیے سردار نے وزیر کی سب سے خوبصورت اور بادشاہ لٹنی کی منظور نظر کنیر ہائے کو اپنے محل میں بلایا ہائے ملک کو بیہوش کرنے والی تھی اور اس کی پیداوار ملک کو بیہوش میں مل میں ہوئی تھی وہ دربار کی شادشوں اور جوتوں سے پوری طرح واقف تھی سردار نے اسے بلا بھیجا وہ سمجھ گئی کہ ضرور سردار اس سے کوئی کام خاص اور خطرناک لینا چاہتا ہے وہ شام کے وقت سردار کے محل میں سیاہ لبادہ اوڑھ کر داخل ہوئی سردار نے اسے لے کر محل کے اوپر والے چوہا رے میں آ گیا۔ ہائے نے لبادہ اتار کر رکھتے ہوئے کہا۔

سردار آپ نے اس کنیر کو کیسے یاد کیا۔

سردار نے کنیر کیوں کا پردہ گرا کر کہا۔ ہائے تم بادشاہ کی ہی منظور نظر نہیں بلکہ میں بھی تمہاری دل سے عزت کرتا ہوں صرف اس لیے کہ تم ایک عقل مند اور دلیر عورت ہو تمہیں معلوم ہے کہ میں نے شروع شروع میں مشکل میں تمہارا ساتھ دیا تھا تم نے مجھ سے جس قسم کی مدد مانگی میں نے تمہیں وہی تھی اب وقت آ گیا ہے کہ تم میرے لیے کام کرو۔

ہائے نے کہا کنیر کو حکم کریں۔

کام بڑی رازداری کا ہے۔

میں ہر قسم کی خدمت کے لیے حاضر ہوں میرے آقا۔ آپ کے مجھ پر اتنے احسان ہیں کہ میں اگر ساری عمر بھی آپ کی خدمت کرتی رہوں تو وہ نہیں اتر سکتے آپ حکم کر کے تو دیکھیں۔

سردار نے کہا۔ کوئی ایسی تدبیر کریں کہ شاہان وزیر دربار سے ہٹ جائے اور بادشاہ لٹنی کی نظروں سے گر جائے بلکہ وہ اسے معصوم سے جلا وطن کر دے۔

ہائے قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ میرے آقا بھلا یہ کام بھی کوئی مشکل کام ہے میں ایسا چکر چلاؤں گی کہ آپ بھی حیران رہ جائیں گے بلکہ اگر آپ کہیں تو میں شاہان کا سر قلم کر دوں

نہیں نہیں ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اسے جلا وطن کر دیا جائے۔

ایسا ہی ہو گا۔ حضور اس کے بعد ہائے چلی گئی اور اس نے اپنی سازش پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ وہ اس کو بری طرح چھٹانا چاہتی تھی اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے ٹونک ڈائجسٹ کا آئندہ شمارہ ضرور پڑھیے۔

ماہ کال۔ قسط نمبر ۷

۔۔ محمد وارث آصف واں پھراں ۔۔ 0335.7082008

سعد فریش ہو چکا تھا دماغ سے بوجھ جتنے ہی دماغ کھلنے لگا تو ماہ کال سے انتقام کا جذبہ بھی ابھرنے لگا۔ سعد نے سوچا کہ بجائے اس کے کہ وہ بچاری سے اپنی شہنشاہی کے حصول کی بددعا مانگے کیوں ماں و باپ دماغ کو نکلے اور کوئی ایسا طریقہ خود ہی نکالے کہ جس سے وہ اپنی شہنشاہی واپس پالے۔ اتنا غرور شیطانوں کے جال میں نہ بنے سے اس کا دماغ بھی من ہو چکا تھا وہ سارے منتر بھول چکا تھا اس نے کافی کوشش کی مگر اسے کوئی منتر یاد نہ آتا تو وہ مایوس ہونے لگا پھر ایک نیک ہی اسے بابا شیر محمد کے جانت کا خیال آیا۔ تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اگر وہ ان جنت کو بلا سکے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی مدد کر سکیں یہ سوچ کر اس نے جنت کو بلائے والا منتر یاد کرنا شروع کر دیا ان جنت کو بلائے والا منتر کسی زمانے میں اسے زبانی یاد ہوا مگر تا تھا وہ اپنے مرشد شیر محمد کے ساتھ ان جنت کو بلاتا تھا اور ان سے کہتا تھا تموزی کی محنت کے بعد اسے وہ منتر یاد آئی گیما ایک آسمان سا منتر تھا وہ سعد نے سوچا کہ بات یہ چلو بجائے اس کے کہ بچاری کے گھر میں کمرے کی ایک جگہ کرنا ہو گا جہاں اسے کوئی نہ دیکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بچاری کے گھر کے قریب پاس کوئی جادوئی دائرہ ہو اور جنت ادھر آکر کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں خیال بقول تھا۔ سعد تیزی سے وہاں سے اٹھا اور شمال کی طرف چلنے لگا غلبہ ہونے والی تھی اسے یہ نہیں سمجھتا تھا کہ جلد جلد سے جلد کرنا تھا وہ چلتا چلتا کافی دور نکل گیا اور ایک جگہ ریت کے نیلے کے تخت میں بیٹھ گیا اور اپنے ارد گرد دائرہ لگا یا۔ چلے کے الفاظ اسے تین ہزار مرتبہ دہرانے پڑے اور چلے کے الفاظ تین لاکھوں کے تھے اس حساب سے وہ کھٹے میں ایک ہزار بار پڑھ سکتا تھا اور تین لاکھوں میں تین ہزار بار وہ یکسوئی سے چلے میں مصروف ہو گیا اسے علم تھا کہ بچاری جس پو جا میں مصروف ہے تم سے تم اسے دو گھنٹے لگ سکتے ہیں اور یک گھنٹہ تک وہ ویسے بھی مندر سے گھر نہیں آئے گا اس لیے وہ بچاری کے علم ہونے سے پہلے ہی چلے تم کر لے گا کافی عرصہ بعد وہ چلے میں بیٹھا تھا اس لیے الفاظ کی روانی میں اسے مسئلہ آ رہا تھا پھر جیسے جیسے وہ الفاظ بولتا گیا۔ اس کی اسپینڈ بھی بڑھتی گئی اور وہ یکسوئی سے الفاظ ادا کرنے لگا تا کہ گزرنے لگا وہ چونکہ ان جنت کا سامنی تھا اس لیے چلے کے دوران کوئی ڈراؤنا واقعہ نہ ہوا اور نہ ہی چلے کے بیروں نے اسے چلے کے دوران ڈرایا سعد نے پچاس منٹ میں ہزار بار ورد پورا کر لیا اور پھر اڑھائی گھنٹے بعد وہ ورد پورا کر چکا تھا جیسے ہی ورد پورا ہوا اس نے جنت کو حاضر بننے کا حکم دیا تو چند لمحوں بعد ایک خوبصورت سما جوان اس کے سامنے کھڑا تھا سعد اسے پہچان نہ سکا۔ کہ وہ کون ہے مگر وہ جن اسے پہچان گیا۔ ایک سنسنیل خیر اور ذرا ڈرائی گہالی۔

کو زیادہ دیر تک سعد کا انتظار نہ کرنا پڑا وہ تموزی ویر بعد آیا اور اس نے دو دائرے پر دستک دی تو بچاری کی بچاری تیزی سے سوچوں کے سمندر سے نکلا اور دو دائرے پر گیا تو اسے وہاں سعد کھڑا ہوا نظر آیا۔

جولائی 2014

خونی ک ڈائجسٹ 42

ماہ کال قسط نمبر ۷



پجاری نے اسے دیکھ کر کافی خوشی کا اظہار کیا اور بولا۔
مجھے دشواں تھا سعد کرم کا سبب لونگوں کے اور مجھے تم پر اور استوائی دیوی کے خاص منت پر بھروسہ تھا
بھگوان کی کرپا سے تم نام کام نہیں لو لے ہو۔

ہاں پجاری جی۔ واقعی آپ کی دیوی نے میں وقت پر آ کر میری مدد کی اور نہ صرف ان لڑکیوں کو آزاد
کر دیا بلکہ اس شہابی بدروح کا بھی کرپا کر دیا خدا کا شکر ہے کہ میں نے جو منہ کیا تھا میں نے اس کا
کفارہ ادا کر دیا ہے اور یہ سب کچھ آپ ہی کی وجہ سے ہوا ہے پجاری جی اور نہ میں تو۔ سعد نے پجاری کی
تعریف میں بہت کچھ کہنا چاہا۔۔۔۔۔؟

ارے نہیں بیٹا۔ پجاری سعد کی بات درمیان میں کاٹتے ہوئے بولا یہ تو میرا فرض تھا کہ میں بھگوان
کے دیئے ہوئے علم سے دکن انسانیت کی خدمت کروں اور ای جذبے نے مجھے اپنی اور کئی باپوں کی حالت
جگر کوٹا کردہ گناہوں کی سزا بھگتے کے خلاف جنگ برپا کر دیا اور پھر میں نے تمہاری اور ان بد نصیب لڑکیوں
کو بچایا جن کی غمگین شادی ہونے والی تھی مگر ان کی خوشیاں برباد ہونے سے بچ گئیں۔

آؤ اندر آ جاؤ۔

پجاری نے تیزی سے کہا اور سعد کو اندر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے آگے بولیا۔ اور سعد اس کی ہدایت
میں چلا ہوا اسی کمرے میں داخل ہو گیا جہاں وہ پہلے بیٹھا تھا۔ سعد بیٹے تم اندر بھجھو میں ٹکے اور رضائی لے کر
آتا ہوں شاید تمہیں اور مجھے تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہیے پجاری نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تو
سعد چار پائی پر بیٹھ گیا اور پجاری ٹکے اور رضائی لینے کے لیے دوسرے کمرے کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر
بعد وہ واپس آیا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینے پر ایک رضائی اور ٹکے دبوچ رکھا تھا اس نے وہ ٹکے
اور رضائی چار پائی پر ڈالا اور پھر بستر بنا کر اس نے وہاں سعد کو لٹا دیا پھر اپنے لیے بھی بستر بنایا اندر سے ٹکے
اور رضائی لے کر اور پھر وہ دونوں سو گئے۔ خدا کو بھی تمہارے محسوس ہو رہی تھی شہابی کے ساتھ ہونے والے
واقعے اور پھر لڑکیوں کو ایکٹ کے گھر پہنچنے کے بعد وہ شدید تھکاوٹ محسوس کر رہا تھا۔ اس لیے وہ لٹنے ہی
سو گیا۔ نجانے وہ کتنی دیر تک سو رہا۔

جب اسے جاگ آئی تو سورج کافی چڑھا تھا اس نے سر اٹھا کر پجاری کے بستر پر دیکھا وہاں پجاری
موجود نہ تھا۔ سعد نے سوچا شاید وہ مندر میں ہو وہ کافی دیر تک بستر پر پڑا رہا جب وہ بستر پر پڑے پڑے ٹکے
آگیا تو اٹھ کر کمرے میں ٹھٹھکے لگا اسے شدید بھوک اور پیاس لگ رہی تھی مگر اس وقت پجاری نہیں تھا اور وہ
پجاری کے علاوہ کسی اور سے چائے وغیرہ نہیں کہہ پا رہا تھا۔ اس نے مکان سے باہر نکل کر پجاری کے پاس
مندرجائے کا ارادہ کیا اور کمرے سے باہر نکلا تو اسے پجاری کی دیوی دھنتی نے دیکھ لیا تو دھنتی نے اسے
دوبارہ کمرے میں جانے اور ناشتہ کرنے کو کہا اس نے سعد سے کہا۔

پجاری پوچھا میں مصروف ہیں اور آدھے گھنٹے تک وہ اس کا انتظار کرے سعد دوبارہ کمرے میں آگیا
اور تھوڑی دیر بعد دھنتی نے اسے ناشتہ پیش کیا جو چائے اور کچھ مٹھائی پر مشتمل تھا۔ دھنتی نے اس کے آگے
ناشتہ رکھا اور کہا۔

بیٹا اس وقت گھر میں یہی کچھ ہے اسے سوچا کہ اگر وہ کافی بھوکا تھا اس لئے جو کچھ بھی تھا اس نے کھا لیا
ناشتہ کے دوران میں دھنتی نے سعد سے واجبی ی باتیں کیں اور اس کا شکر یہ ادا کیا تو سعد کو غم ہو گیا کہ

جولائی 2014

خونگ ڈائجسٹ 44

ماہ کال قسط نمبر

بھاری اپنی بیوی کو بھی سارا قصہ بتا چکا ہے وہ جنتی کے جانے کے کوئی دس منٹ بعد بھاری بھی آ گیا اس نے آتے ہی سعد سے معذرت کی اور کہا۔

میں صبح جلدی ہی اٹھ گیا تھا اور مندر میں پوجا کرنے لگا گیا اس دوران میری بیٹی شانی کے سر ریل میں سے غور تیں بھی آگئی تھیں اور میں انہی کے ساتھ دم بھائے مندر گیا اور دم کے لیے پوجا کرنے لگا گیا۔ اور مجھے دیر ہوگئی جس کے جواب میں سعد نے کہا۔

آپ مجھے شرمندہ نہ کریں ایسی باتیں کر کے۔ کیونکہ میں تو پہلے ہی آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایک شیطان کی قید سے نجات دلوائی اور بے پناہ الہیت سے چھٹکارہ ملا بھاری نے سعد کو شام تک صبر کرنے کو کہا اور کہا وہ اگر چاہے تو مندر میں آکر ان کی مذہبی رسومات دیکھ سکتا ہے یا ادھر ادھر گھوم پھر کے ٹائم گزار سکتا ہے جس کے جواب میں سعد نے گھومنے پھرنے کو ترجیح دی تو بھاری بخوشی اسے اجازت دے دی اور سعد گھر سے باہر نکلیں اور ادھر ادھر لیلوں پر مغل ماری کرنے لگا۔ جہاں اسے شیطانی غلاموں سے نجات کی خوشی تھی وہیں اسے اس بات کا بھی دھڑکا تھا کہ کہیں مایہ کال ایک بار پھر اسے اپنے جال میں نہ پھانس لے بھاری کی شکتی پر اسے اعتماد تھا اور وہ ابھی تک اشوائی دیوی کے خادو کے زیر اثر بھی تھا۔ مگر وہ مایہ کال کو بھی کافی اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اس کے سامنے اشوائی دیوی کوئی شے نہیں ہے بس اسی دھڑکے نے اسے وہاں سے واپس بھاری کے گھر جانے پر مجبور کیا اور وہاں بس سیدھا اسی بیٹھک میں واپس آ کر بستر پر ڈھے گیا اور سوچوں میں گم ہو گیا۔

آج جب اپنی اصل حالت میں واپس آیا تو اس کے تمام احساسات جذبات اور زندگی سے جڑے تمام واقعات بھی پھر سے واپس آ گئے تھے وہ آج بالکل آزاد تھا اس کا دماغ اس کے اپنے کنٹرول میں تھا وہ بچے لکھات پر غور کرنے لگا جتنا عرصہ اس نے شیطانی طاقت کے زبے میں گزارا تھا وہ اسے ٹھیک سے یاد نہیں تھا اس دوران میں اس کے ساتھ کیا کیا نہیں کھلا گیا پانچال کی داوی کا ایک ایک منظر اسے یاد تھا اور خاص کر وہ آرٹی کی روح جس نے اسے پانچال سے نکلنے میں مدد دی اور اسے زرد لاشوں سے بچا یا اس کے علاوہ آرٹی نے اسے رہنمائی دی اور کئی بار کی جینی موت سے بھی بچا یا وہ اس کا بے حد احسان مند تھا وہ اس کے احساسوں کا بدلہ چکا جانتا تھا تلوہ خود ابھی ہے بس تھا اور لاچار تھا وہ آرٹی کو اس دلدل میں سے نکالنے کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا مایہ کال نے اسے کافی ذلیل کیا تھا لڑکیاں انہو اکروائیں بندے مروائے اور زرد لاشوں کے حوالے کیا اور آگ کی اس کو شمی میں اسے پیچھا جس میں سعد کی بھانجی موت یعنی شمی مگر وہ ہر بار موت کو دھوکہ دے گیا اور کئی گھبراہٹ وہ آزاد تھا مگر کتنے سے تک یہ خود اسے بھی معلوم نہ تھا اسے تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہانیہ کے ساتھ کیا جیتی۔ کیا اس نے مایہ کال کو سوہنی کا راز بتا دیا ہے یا ابھی سے ہے۔ مایہ کال کا اس کے ساتھ رویہ کیسا ہے اور ہانیہ کی زندگی کیسے گزر رہی ہے اسے کچھ بھی معلوم نہیں تھا ہانیہ کو تو اس نے صرف ایک بار اس کے کمرے میں رات کو جا کر دیکھا تھا جب مایہ کال بھیس بدل کر اس کے ساتھ کھینے اس کے کمرے میں گیا تھا اور سعد نے اس کی ٹانگ کاٹ دی تھی جب اسے ہانیہ سے جڑے واقعات یاد آئے تو اسے اس کی محبت۔ اس کی جان اس کی زندگی اور اس کی کل کائنات نوچیں یاد آئی تو اس کی آنکھیں بھرتھیں ایک ٹھنڈا سانس اس کے منہ سے خارج ہوا اور وہ روہنا ہوا گیا۔ وہ اس کی کل کائنات تھی اس کی زندگی کا محور تھی جس سے اس نے بے پناہ پیار کیا تھا لیکن اسے مایہ کال نے لی جڑے حاد یا

اس کی محبت کو اس سے جدا کر دیا وہ جس کے بغیر اس کا سانس لینا بھی دشوار تھا آج وہ اس کے بغیر جانے کیسے زندہ تھا اور کیسے دن گزار رہا تھا محسوس سے چہرے والی نوشین جس کے دل میں سعد کے لیے بے پناہ محبت تھی وہ بھی اسے ویسے ہی چاہتی تھی جیسے کہ سعد مگر وہ اس کو ہمیشہ کی جدائی دے گئی تھی دو مونسے آنسو اس کی سونے آنکھوں سے نکل کر اس کے گالوں پر بہہ گئے تو سعد نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو پونچھا تو اسے اپنے چہرے پر دائرہ صحن کے بڑے بڑے پانی جو اچھے ہوئے تھے محسوس ہوئے اس نے نکاحیں پیچ کر کے تھوڑی دیر لگا کر دوڑائی تو اس نے بڑی ہوئی شیو اور بے ترتیب اچھے ہوئے بال دیکھے سر کے بالوں پر ہاتھ پھیرا تو ان کی حالت کچھ زیادہ ہی خراب تھی نجانے کتنا عرصہ ہو گیا تھا اسے شیو مانتے اور بال کٹوائے ہوئے اس حالت میں وہ ایک ملنگ بن چکا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھا اور مندر کی جانب گیا وہاں اس نے پوجا میں مصروف پجاری کو اشاروں میں اپنی حالت کا بتایا اور درخواست کی کہ اسے حجام کے پاس لے جایا جائے پجاری نے اس کا اشارہ جان لیا اور اسے اشارہ کیا کہ وہ دھنت اٹھا کر اسے کیونکہ پجاری مندر میں بھگوان کے بت کی آرتی اٹا رہا تھا سعد باہر آ کر کھڑا ہو گیا دروازے پر ایک لڑکا اور ایک لڑکی اک ساتھ کھیلنے ہوئے دکھائی دیئے بچے نے بچے کو کاندھوں پر اٹھ کر لیا تھا اور وہ ابے کاندھے پر اٹھائے گولی وارے میں گھوم رہا تھا وہ کبھی بھاگنے لگتا تو کبھی چلنے لگ جاتا لڑکی اور لڑکے پر بھی ہوئی خوشی سے تالیاں بجاتی اور منگولائی تو لڑکا زیادہ خوش ہو جاتا۔ اور بھانجے لگتا۔ سعد اس منظر کو دیکھ کر کھو گیا اسے لگا کہ لڑکی نوشین ہے اور لڑکا وہ خود ہے جو نوشین سے میل رہا ہے وہ بچپن میں نوشین سے ایسے ہی کھیلتا تھا ہمیشہ اس کی خوشی کا دھیان رکھتا تھا اور اسے جتوانے یا اس کو خوش کرنے کی کوشش میں لگا رہتا مگر اب وہ منظر منہا گئے تھے انہیں گئے تھے اور وہ اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی اب وہ صرف آہیں ہی بھر سکتا تھا اور بس۔ وہ نہ تو گیا وقت تھا لوگ سنا تھا اور نہ ہی نوشین کو وہاں لائے تھا وہ اب اس دنیا سے تھک گیا تھا اس کا دل اب بھر گیا تھا وہ اپنی نوشین کے پاس جانا چاہتا تھا جہاں پھر سے ان دونوں کو جدا کرنے والا کوئی نہ تھا وہ مر جانا چاہتا تھا لیکن اس وقت تک نہیں جب تک ان کا دشمن زندہ تھا جس نے اسے اپناں سے جدا کیا تھا وہ ان سے دور ہوا تھا وہ اس دشمن کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا تھا کاش نوشین زندہ رہتی تو وہ مایہ کال کو معاف کر دیتا اپنے والدین کا خون بھی معاف کر دیتا مگر وہ سب بھول چکا تھا اگر وہ زندہ ہوتی تو ایک بار پھر سعد کی آنکھوں سے آنسو روانہ ہو گئے اور وہ گزرے ہوئے ماضی میں کھو گیا۔

میرے چارہ گر تیرے منیر اب خواب بے رنگ بے شمر
میری ہر نگاہ ہے سمت ہے میرا ہر فن بے شکا ہے اثر
میری شام کا ہر ایک رنگ ہاں چلا گیا تیرے سنگ سنگ
یہاں رہ گئے ہیں تیرے منظر یہ اجازت اجازت سے ہام اور
میرے ہر زخم کا علاج تو میری ہر خوشی میں شریک تو
تو ہی رہنا تو ہی راستہ تو ہی راہ گزر تو ہی ہمسفر
جو نہیں ہے تو تو تیری قسم یہاں کوئی نہیں میرا
میرے ہم قدم میرے پاس آ کے ویران ہے میری راہ گزر
وہ حریف رہی ہو گیا کہ اچانک اسے پجاری کی آواز سنائی دی جو اس سے مخاطب تھا۔

سعد بچے کہاں گم ہو۔ وہ سوچوں کے گھنور میں ہی رہا اور بولا۔

لوگ کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے جدا رہتا ہے
مگر وہ بہن کر سے دھڑکن دل میں بسا رہتا ہے
یوں میری ذات میں شامل ہے اس کی زندگی
جیسے سارے زمانے میں خدا رہتا ہے۔

کون۔۔ کون تھا وہ۔ نوشین میری جان جو چلی تھی مجھے اس غم میں چھوڑ کر مجھ سے غلط توڑ کر۔ وہ
روتے ہوئے بولا تو بیماری نے اس کے کانہ سے پر ہاتھ رکھا اور سلی دیتے ہوئے کہا۔

سعد بچے ہوئی کو کون نال سکا ہے بھلا۔ تم نے مجھے نوشین کے بارے میں بتلایا تھا مجھے یاد ہے اس پر
بہت ظلم ہوا ہے لیکن تم حوصلہ رکھو اور بھگوان سے پراتنا کرو کہ اس کی آغوش میں رہے اور اپنے مقصد کی
کامیابی کے لیے اپرا تنا کرو بس اور ہاتی سب گزری ہاتھ بھول جاؤ۔

کسی کو بھلانا بھی آسان نہیں ہوتا بیماری جی ایک ایت ایک درد جو ہر وقت دل میں اٹھتا ہے
اور آوی کو اپنے اندر سمو لیتا ہے اپنوں کی جدائی بہت اذیت ناک ہوتی ہے خاص کر اپنی محبت کی جدائی کیسے
سینہ چیرتی ہے کسی کو کیا معلوم۔

جا بٹا ہوں چٹا۔ میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کئے زندگی کی غلطیوں کو تم سے بہتر جانتا ہوں
بحر حال آؤ حجام کے پاس چلتے ہیں بیماری نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر ایک طرف چلنے لگا سعد نوشین
کے خیالات میں گم تھا اسے پتہ نہ چلا کہ وہ کب حجام کے پاس پہنچے راستے میں بیماری نے سعد کی کھوئی کھولی
حالت کی وجہ سے اس سے کوئی سب نہ کی اور خاموش رہا۔

موہن لال۔ کیسے ہو تم۔ سعد بیماری کی آواز سے خیالات کی دنیا میں واپس آیا اور اس نے اس آوی
کو دیکھا جس کو بیماری نے موہن لال کے نام سے پکارا تھا وہ بوڑھا آوی تھا جس کی گھنی سفید داڑھی
اور نوچیں تھیں شلوار گھنٹھ میں ملبوس تھا ایک کپے کمرے میں پرانا اور بوسیدہ سا تھا وہ پتی اور میل سے بھرا
دو کتھا اور ایک چھوٹا سا شیشہ تھا اس کمرے میں بیماری نے سعد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا موہن
لال یہ ایک میرا ہے تم نے اسے تراش کر کوہ نور بنانا ہے۔

بس ابھی بنائے دینا ہوں بیماری۔ موہن لال نے کہا اونٹ میں رکھے ہوئے پانی سے چنو بھر کے
ساتھ دھکی ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پر سعد کو بٹھا کر اس کے سر پر پانی اٹھری کر اس کے بال نرم کرنے لگا کافی
الٹے ہوئے تھے اور ان میں کردگی اور میل کی تہ بھی جس کی وجہ سے وہ بال کافی اترے ہوئے تھے اس لیے
موہن لال نے کافی محنت کے بعد ان کو نرم کیا اور کانٹے میں مصروف ہو گیا۔ کوئی پونے گھنٹے کے بعد سعد کا
حالیہ ہی بدل گیا۔ اس کے تمام بال صحیح طریقے سے موہن لال نے نکال دیئے تھے اور شیشہ بھی ہالی تھی موہن لا
لی کو تھوڑے سے پیسے دے کر بیماری وہاں سے واپس آیا اور پھر بس نے سعد کو نہانے کو کہا اور اپنے کپڑے پہننے
کو دینے وہ خوب جی بھر کے پایا اور کپڑے میل کا جھوم بٹنے کے بعد اس کا سر ہلکا ہو گیا اور جسم بھی فریش ہو گیا
اس کے بعد دونوں نے کھانا کھا یا اور بیماری دوبارہ مندر چلا گیا۔

سعد فریش ہو چکا تھا دماغ سے بوجھ بخٹے ہی دماغ کھلنے لگا تو مایہ کال سے انتقام پہنچا پتلی انجر نے اچھا
سعد نے سوچا کہ بھائے اس کے کہ وہ بیماری سے اپنی شگفتگی کے حصول کی مدد مانگے یہاں وہ اپنے دماغ

اپنے اس دشمن جس نے میرے سر شد اور میرے ساتھیوں کو شہید کیا ہے اس سے لڑ سکتا ہوں تو میں وہاں آگیا اور اسی جگہ رہنے لگا جہاں بھی تم اور ہمارے پرو مشن رہا کرتے تھے میں نے اس جلی ہوئی مسجد اور ملحقہ کمرے کو پھر سے آباد کیا اور وہیں اپنے چند ساتھیوں کو بھی لے آیا۔ میرے دیگر ساتھی تو شہید ہو چکے تھے مگر تم زندہ تھے میں نے ایک چلہ کیا اور پھر اس چلہ کی مدد سے میں نے تمہارا حال معلوم کر لیا مگر تم اس دوران ایک بدروح کے قبضے میں تھے اور وہ تمہارے ذمے لیے سات ہندو برہمن لڑکیاں اغوا کر کے ان کی ملی دے کر امر ہونا چاہتی تھی میں نے تم کو اس سے نجات دینے کا سوچا اور میں اس پر عمل کرنے کی والا تھا کہ کسی اشوالی دیوی کے طلسم میں تم نے اس بدروح کو مار دیا ہے میں بڑا خوش ہو گیا اور تم سے ملنے آیا مگر۔۔۔؟

سعد بچے سعد ساجد نے پجاری کی آواز سنی تو بات بدل کر بولا۔ سعد بھائی یہ پجاری بھی آپ کا دشمن ہے آپ جلدی سے اٹھ جائیں اور پجاری سے ملیں میں نہیں چاہتا کہ وہ تم کو اس حالی میں میرے ساتھ دیکھے اور ہاں میں اب ہر لمحہ تمہارے ساتھ رہوں گا پجاری کا علم مجھے شناخت نہیں کر سکتا۔ چار باقی باتیں بعد میں ہوں گی ساجد علی اتنا کہہ کر غائب ہو گیا تو سعد اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہاں سے اٹھا تو اس نے پجاری کو اپنے طرف آتے ہوئے دیکھا سعد سنبھل گیا اور اپنا ہاتھ لہرا کر اپنے یہاں ہونے کا اشارہ کیا۔ سعد تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ جی جی پجاری جی۔

کہاں تھے سعد۔ میں کب سے تم کو ڈھونڈ رہا ہوں بچے۔ بھگوان کی دیا ہے کہ تم ادھر ہو ورنہ میں تو پریشان ہو گیا تھا کہ کہیں تم پھر سے مایہ کا لکے شگے میں آ گئے ہو او بھگوان۔۔۔ پجاری اسے دیکھ کر خوشی سے بولا۔ تو سعد بات کو گول کر گیا۔ اور بولا۔

کہیں نہیں پجاری جی۔ میں دل کو زبانتھا کہ کسی اور ان جگہ جا کر ماضی کی یادیں تازہ کروں اس لیے یہاں لیت گیا۔

اچھا ہے لیکن بچے مجھے تو بتایا ہوتا۔ پجاری نے شکوہ کیا۔

معافی چاہتا ہوں پجاری جی۔ میں نے سوچا آپ اپنی پوجا میں مصروف ہوں گے اور کم سے کم اڑھائی گھنٹے تک فارغ نہیں ہوں گے اس لیے آپ کو پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا اس لیے بنا بتائے ابھر آگیا۔ آپ کو برا لگا ہو تو معذرت خواہ ہوں سعد نے شرمندگی سے کہا تو پجاری نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگالیا۔ اور بولا۔

سعد بچے بس۔ معافی مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کرو میں تو اس لیے پریشان ہو گیا تھا کہ حالات جو ایسے ہیں اس لیے میں پریشان ہو گیا تھا بحر حال آؤ سورج غروب ہونے میں کچھ وقت باقی ہے کچھ کھاپی لیں اس کے بعد ایک کام کرنا ہے تم نے اور میں نے مل کر۔ پجاری کے الفاظ پر سعد چونکا۔

کون سا کام پجاری جی۔ میں سمجھا نہیں۔

ارے بھئی میں نے کل کہا تھا ناں کہ میں تین دن کا چلہ کرنے والا ہوں تمہاری نورانی شعل کو واپس لانے کے لیے تو اسی کام پر تو جانا ہے۔

لیکن کہاں جانا ہے سعد نے ناگہی میں کہا۔

بچے جو چلہ میں کرنے والا ہوں اس کے لیے سب سے پہلے تو مجھے تمہارے اندر سے اشوالی دیوی نکالنا پڑے گا۔

ظلم دکھانا ہوگا۔ پھر تم کو ایک برائے سامنے بٹھانا، قین دین کا چال کرنا ہے اور ہر رات جیسے ہی چاہے تم اہم پر پھونکیں ماریں ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ تم اور میں کسی ایسی جگہ جائیں۔

ہوں۔ ٹھیک ہے بیماری جی لیکن اشوائی دیوی کا ظلم آپ میرے اندر سے کیسے نکالیں گے۔

جی جس پستک کی مدد سے میں نے تم پر اشوائی دیوی کا منتر پھونکا تھا اس کو نکالنے کے طریقہ تھوڑے مختلف ہے اس کے لیے تم کو میرے ساتھ برائے مندر میں ایک تہہ خانہ ہے اس تہہ خانے میں موبو دو چار گھنٹوں میں منی کے گھڑے دفن ہیں بس میں عمل کرتا جاؤں گا اور تم ہر بار جب میں اشارہ کروں تم وہاں سے منی نکھو کر گھڑا نکالو اور اس کا منہ کھول دینا۔ تم اسی طرح پورے چار گھنٹوں میں یہ عمل دہراؤ گے اس کا قہر یہ ہوگا کہ اشوائی کا ظلم تم سے اٹل کر میرے عمل کے ذریعے ایک حصہ گھڑے میں چلا جائے گا پھر تم اس گھڑے کو بند کر دینا۔ اسی طرح اس گھڑے سے جس سے وہ پہلے بند تھا اسی طرح اشوائی کا ظلم چار حصوں میں تم سے الگ ہو جائے گا بیماری نے تفصیل بتائی۔ سعد سوچ میں پڑ گیا۔ اور بولا۔

لیکن بیماری جی ایسا کیوں کرنا ہوگا کہ وہاں پر اسے مندر میں چار حصہ منتر ان گھنٹوں میں داخل کرنا ہوگا اور اگر اشوائی دیوی کا ظلم میرے اندر پڑے تو کیا برقی ہے۔

ہاں اشوائی کا منتر دوسے تو تمہارے لیے ہی ہے مگر میں نے یہ دیکھا ہے کہ دیوی اور دیوتا کے جیہی دیوی اور دیوتا بھی ہوتے ہیں اگر کوئی دیوی یا دیوتا کسی منشی پر اپنا منتر لکھ کر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ منشی اس دیوی یا دیوتا کے قبضے میں ہے اور ان کا غلام ہے اور پھر وہ غلام دوسرے دیوی دیوتا کی نظر میں ایک دشمن بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی دیوی یا دیوتا کسی منشی کو اپنا ظلم دے دیں تو وہ سب دیوی دیوتا اسے اپنی توہین جانتے ہیں اور اس آدمی کو مار ڈالنا چاہتے ہیں اس لیے اگر زیادہ سے تک اشوائی دیوی کا ظلم تمہارے اندر پڑا تو دوسری دیوی یا دیوتا تمہارے دشمن بن جائیں گے۔ اور اس سے پہلے کہ وہ تم کو کوئی گزند دیں ہم وہ ظلم ہی نکال لیں گے اور رہا سوال اس کے لئے کہ تو یہ ہر دیوی یا دیوتا کے ظلم کو نکالنے کے لیے یہی طریقہ ہے کہ اسے چار حصوں میں نکال کر منی کے گھڑے میں کسی پرانے مندر میں رکھ دو اور کچھ سے بعد وہ منتر گھنٹوں سمیت منی ہو جاتا ہے اگر پھر کسی کے اندر ظلم ڈالتا ہو تو اسی طرح پستک کی مدد سے ڈالا جاتا ہے اور اسی طرح سے نکالا جاتا ہے یہ کیا سمجھو۔ بیماری نے تفصیل بتائی تو سعد نے استہان لیا۔ اس سے اس کے اندر میرے تمام سوال کے جوابات بھی مل گئے اور وہ مطمئن ہو گیا۔ اتنے میں وہ گھر کے نزدیک آگئے تو بیماری نے سعد کو ہنست میں جانے کا اشارہ کیا اور خود اندر چلا گیا سعد نے خدا کا شکر ادا کیا کہ بیماری کو اس کے چلنے کا علم نہیں ہوا ورنہ وہ شاید محسوس کر جاتا لیکن ایک بات جس نے سعد کو پریشان کیا تھا وہ بات تھی ساجد کی کہ بیماری بھی تمہارا دشمن ہے ساجد نے یہ بات کیوں کی تھی حالانکہ بیماری نے تو سعد پر احسان کیا تھا اسے شہابی بدروح کے جادو سے آزاد کروایا تھا تو پھر وہ میرا دشمن کیسے بن گیا۔ سعد سوچوں میں غم ہو گیا ایک طرف جہاں اسے ساجد کے ساتھ کی خوشی تھی وہیں اسے اس بات کی پریشانی بھی تھی ساجد کا ساتھ ملنا گویا سعد کے لیے نورانی طاقتیں ملنے جیسا تھا واقعی وہ ساجد کو نہیں جانتا تھا لیکن ساجد اسے پہچانتا تھا اور یہ بھی اس کی مہربانی تھی کہ وہ سعد کے بلانے پر آ گیا تھا ساجد نے نورانی طاقتیں ماسٹری کی تھیں۔ سعد سمجھتا تھا کہ ساجد اس کے بڑے کا ساتھ آ سکتا تھا ساجد کے ساتھ سے اب سعد کو واقعی امید ہو چکی تھی کہ وہ اپنی طاقت کے لیے بھی مایہ نال سے تھا بلکہ کر سکتا ہے اور اپنا مقصد پورا کر سکتا ہے۔ ہر گز وہ سمجھتا تھا

اسے مرشد کی یاد تازہ ہو گئی تھی اور اس کے ذہن پر ہوتا شروع ہو گئے تھے۔ کافی اچھا وقت تھا اور جب ہر سو خوشیاں تھیں مگر اب سب اجڑ چکا تھا۔

کہاں کھو گئے ہو سعد بچے۔ بیماری کی آواز پر سعد چونک کر خیالات کی دنیا سے باہر آیا۔ اور ہوا۔
کہیں نہیں بیماری تھی۔ کس حالات میں اور قسمت میں کھویا ہوا تھا۔

اوہو تم پھر خود کو باکانہ کر رہے ہو جب میں نے تم کو سمجھایا بھی ہے تو بیٹا اب تم ماضی کو بھول جاؤ اگر نہیں بھول سکتے تو بچے تم از م میرے سامنے تو نہ یاد کرو تم کو ادھی دیکھ کر بچتے تکلیف دہی ہے۔
معافی چاہتا ہوں بیماری تھی۔ دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔ سعد نے کہا تو بیماری نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور کہا۔

بچے تھوڑی دیر میں شام ہو جائے گی اندھیرا ہونے کے بعد تم اور میں پرانے مندر میں جائیں گے اور اشوائی دیوی کا جادو تم سے اتار دیں گے پھر وہیں میں تم کو اپنے سامنے بیٹھا کر پلہ کروں گا۔
ٹھیک ہے جیسا آپ کو بہتر لگے۔ سعد نے سعادت مند کی سے کہا
ٹھیک ہے پھر کھانا کھا کر تیار رہنا کھانا تیار ہے۔

ٹھیک ہے۔ سعد نے کہا تو بیماری نے قدموں واپس گھر کی جانب مڑا۔ آدھے ٹھٹھے کے اندھ کھانا کھا چکے تھے اور بیماری برتن صیٹ کر گھر دینے گیا۔ اچس آکر ہوا۔ بچے دونوں بعد میری مٹی کی شادی ہے اس لیے میری خواہش ہے کہ اگر تم بھی شادی میں شرکت کرو۔

کیوں نہیں بیماری جی وہ آپ کی بیٹی ہے تو میری بہن ہے اور نہ اکا شکر ہے کہ وہ مجھ سے انخواہ ہونے سے بچ گئی اور شادی ہو رہی ہے ورنہ اگر میں اسے شہابی کے جادو کے زیر اثر اٹھا کر لیتا تو آپ کے خواب بھی ٹوٹ جاتے ہاں۔

ہاں یہ سب بھگوان کی کرپا ہے ورنہ بچانے لیا ہوتا۔ بحر حال آؤ اندھیرا بچیل چکا ہے میرے خیال میں ہم کو چلنا چاہیے بیماری نے اٹھتے ہوئے کہا تو سعد بھی اٹھ گیا اور ہولا۔
ٹھیک ہے چلئے۔

دو دونوں قہقہے ہاتھ نکل کر پرانے مندر کی طرف نکل پڑے باہر کافی اندھیرا ہو چکا تھا۔ ٹھٹھی ہوا
پہلے رہی تھی جس سے سعد کو سکون مل رہا تھا بیماری اب سعد کو مایہ کال کے ان غلاموں کے حوالے کر کے
جدا رہا تھا جس کا مایہ کال نے اسے حکم دیا تھا بیماری چاہتا تھا کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ یہ کال اس کے
گھر والوں اور اس کو عزت ناک موت دے گا اسے اپنے گھر والوں سے بہت پیار تھا وہ کسی بھی صورت
میں اپنے گھر والوں کو مصیبت میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ کاش وہ مایہ کال سے لڑ سکتا تو سعد کو بھی بھی رو اس
طرح دھوکہ کر اشوائی دیوی کے طلسم کو دہان پر اسے مندر میں جانے کے یہاں سے ایسا نہ کرتے مگر وہ
مجبور تھا۔ وہ ایک باپ تھا ایسا باپ جس کی بیٹی کی روبرو بعد شادی ہوئی تھی اور اسے مایہ کال نے دھمکی دی
تھی کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ اس سمیت اس کی بیٹی اور بیٹی کو مار ڈالے گا ایک باپ نے اپنے کے مائے وہ
مجبور رہے پس تھا اسے سعد پر کافی ترس آ رہا تھا مگر وہ کیا کرتا۔ اگر سعد کو بچاتا تو مایہ کال اس کو اجڑا دیتا اگر
گھر کو بچاتا تو سعد اجڑ جاتا۔ اس نے پھر مایہ کال کی بی بی بات کو مانا اور اب وہ سعد کو دوبارہ مایہ کال کے
غلاموں کے حوالے کرنے جا رہا تھا سعد اس بات سے بالکل لاعلم تھا کہ اسے جادو نکالنے کے یہاں کس

مقصود سے پرانے مندر لے جایا جا رہا ہے وہ تو خوش تھا کہ اس کی نورانی شگنی اسے ملنے والی ہے اور بیماری اسے وہاں چلے کے لیے لے جا رہا ہے۔ چلتے چلتے وہ ایک پرانی سی کھنڈر نما عمارت کے قریب آ گئے تو بیماری بولا۔

سعد بچے بھی اماری منزل ہے۔ یہی ہے وہ پرانا مندر۔ بیماری نے کہا تو سعد نے اندھیرے میں مندر کو دیکھا مندر کی عمارت کی چھت گر چکی تھی مگر دیواریں کھڑی تھیں مگر نہایت مخدوش حالت میں تھیں۔

آؤ جلدی آؤ۔ بیماری نے تیزی سے کہا۔ مندر کی عمارت میں داخل ہو کر بیماری نے جیب سے موم لے لیا اور ماتیس لٹکانی اور موم بتی جلائی موم بتی کی روشنی میں بیماری ایک طرف بڑھا اور کونے میں بیٹھ کر فرش کی مٹی بنانے لگا۔ سعد نے اس کام میں اس کی مدد کی آنکھیں بھرا آئیں مگر وہ چپ رہا اور سعد کو منع نہ کر سکا مٹی کے نیچے سے ایک بڑے پتھر کا تختہ سامنے نکلا اور وہ تو بیماری نے زور سے اسے سر کا یا۔ سر کٹنے سے تہہ خانے کا منہ کھل گیا اور موم بتی کی روشنی میں بیماری کو اندر سے بیڑھیاں پھیل جاتی ہوئی نظر آئیں بیماری نے بیٹھوان کو پانام کیا اور اندر اترنے لگا۔ اس کا دل اٹھانے خوف سے دھڑکنے لگا اسے ایسے لگا کہ جیسے وہ بھی ابھی اس تہہ خانے سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ بحر حال چتا ہوا وہ تہہ خانے کے فرش پر آیا تہہ خانے میں حیرت انگیز طور پر نہ تو کوئی گند تھا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی بد بو یوں لگتا تھا کہ جیسے اس تہہ خانے کو کوئی صاف کر جاتا ہے۔ مٹی مٹی اسے صاف نظر آ رہی تھی جس کا مطلب تھا کہ تہہ خانے کا فرش کیا تھا۔

سعد بچے بیماری نے سعد کو پکارا۔

جی۔ وہ عاجزی سے بولا۔

اب میں عمل کرنے والا ہوں میرے پاس آ جاؤ۔ میں جیسے ہی تم کو بولوں تم نے فوراً ایک کونے کی مٹی پٹا کر گھڑا نکالا ہے۔ اور اس کا منہ کھول کر گھڑے کو لٹکانا ہے اور پھر اسی طرح تم نے منہ بند کر کے گھڑے کو واپس دبا دینا ہے مجھے بیماری نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے بیماری جی۔ ایسا ہی ہوگا۔

بیماری جانتا تھا کہ ماہِ کال کے ملام شرور اس گھرے میں موجود ہوں گے اور اگر نہ ہوتے تو پھر ماہِ کال اسے ایسا کرنے کو کیوں کہتا چند لمحوں بعد بیماری کے بڑا سنے کی آواز آنے لگی۔ تو سعد سمجھ گیا کہ اب بیماری نے عمل شروع کر دیا ہے۔ وہ بیٹھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ بیماری سنسکرت زبان میں کوئی ورو بڑا سنے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تیزی سے بولا۔

سعد مٹی کھودا اور گھڑا نکالا۔

سعد تیزی سے کونے کی جانب لپکا۔ اور کونے میں جا کر دونوں ہاتھوں کی مدد سے مٹی کھودنے لگا۔ مٹی کافی نرم تھی۔ اس لیے سعد کو ہاتھوں سے کھودنے میں کوئی تکلیف نہ ہوئی تھوڑے سے کھودنے کے بعد سعد کے ہاتھ مٹی کی کوئی ٹھوس چیز سے ٹکرائے سعد سمجھ گیا۔ کہ یہی وہ گھڑا ہے گھڑے کے منہ سے مٹی بنا کر اس نے گھڑے کے ارد گرد سے مٹی بنا شروع کر دی۔ اور تھوڑی دیر بعد ایک بڑا سا مٹی کا گھڑا اس نے زمین سے باہر نکال لیا۔

گھڑا کافی وزنی تھا یوں لگتا تھا کہ اس گھڑے میں جیسے لوہا بھرا ہوا ہو۔ گھڑے کو باہر نکال کر سعد نے

موسم ہی کی دھبھی روشنی میں اس کے منہ کو دیکھا جو کپڑے کی مدد سے بندھا سعد نے تیزی سے کپڑے کو کھولا اور گھڑا اٹھا کر زمین پر الٹ دیا اچانک ہی تہہ خانے میں ہوائیں چلنے لگیں اور ایسے گھنے لگا کہ جیسے کوئی طوفان آ رہا ہو اچانک ہی کمرے میں سانپ کے پھنکارے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر گھرے میں سے ایک بہت بڑا اونٹنی سانپ اپنی دو شاخہ زبان باہر لٹکالتے ہوئے اور پھنکارتے ہوئے تیزی سے باہر نکلا سانپ کو باہر آتا دیکھ کر سعد ڈر گیا۔

اس نے گھڑا وہیں پھینک دیا اور تیزی سے پہاڑی کے قریب آ گیا موسم ہی کی روشنی میں انہوں نے سانپ کو اپنا بچن اوپر کئے ہوئے پھنکارتے ہوئے دیکھا کمرے میں جو ہوائیں آ رہی تھیں وہ سب اس سانپ کے پھنکارنے سے ہی آ رہی تھیں سانپ تیزی سے سعد کی جانب بڑھا پجاری اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا اور حیرانگی سے سانپ کو دیکھ رہا تھا سعد جان گیا کہ سانپ اسے کاٹنے کے لیے ہی آ رہا ہے سانپ تیزی سے پجاری کی جانب بڑھا اور پھر اچانک کمرے میں روشنی کا جھکا سا ہوا۔ سعد کی آنکھیں اس تیز روشنی سے چندھیا گئیں۔ اور پھر اس نے سانپ کو چلتے ہوئے دیکھا۔ سانپ کو آگ لگی ہوئی تھی۔ اور وہ درد کے مارے اور مردھروٹ پوٹ پوٹ ہو رہا تھا یہ منظر ان کے لیے ہوش اڑا رہے والا تھا۔ ابھی وہ اسی منظر میں غم تھے کہ اچانک پھر سے کمرے میں تیز روشنی ہوئی پورا کمرہ روشن ہو گیا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کمرے میں کوئی بلب جل رہا ہو مگر اسے روشنی کا منبع نظر نہ آیا۔ اچانک سعد نے اپنے سامنے سا جھک کر دیکھا جو تیرا لود نظروں سے چلتے ہوئے سانپ کو دیکھ رہا تھا۔ سعد حیران رہ گیا کہ پجاری کا حال ایسا تھا کہ جیسے کالو تو خون نہیں وہ اپنی جگہ پر خوف کے مارے رہتا تھا سعد اس صورت حال کو بالکل بھی نہ سمجھ پایا۔ اور ہفتوں کی طرح بھی جلتے ہوئے سانپ کو اور بھی سا جھک کر دیکھتا رہا۔

اس کے شاید مارے میں نہیں تھا کہ پجاری نے بھی اسے ایسے ہی کہا تھا تو پھر یہ سانپ کہاں سے نمودار ہو گیا۔ اور پھر پجاری کا یوں بت بے رہتا یہ سب کیا تھا پجاری کے چہرے پر اس سانپ کو دیکھ کر ہوا غماں اڑ رہی تھیں وہ شدید حیران اور خوفزدہ ہو گیا تھا کیونکہ اسے مایہ کال نے کہا تھا کہ گھڑوں میں اس کے غلام ہوں گے مگر اسے یہ علم نہ تھا کہ اڑو جا بھی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ کمرے میں ظاہر ہونے والے نوجوان کو بھی وہ دیکھ چکا تھا اور جلتے ہوئے سانپ کو بھی اس نوجوان نے مایہ کال کے غلام کو مارا تھا جس سے پجاری یہ جان گیا تھا کہ وہ نوجوان زبردست شہتی کا مالک ہے اور اس کا یہ یوں مایہ کال کے غلام کو مارنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سعد کو بچانے آیا ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ اس کا بھانڈا ابھی پھوٹ گیا ہے پہلے تو وہ مایہ کال کے ہاتھوں مجبور ہوا اب یہ نوجوان کہہ جانے اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا تھا وہ شدید مایوسی کے عالم میں تیز روشنی میں اس نوجوان کو دیکھنے لگا جو تیرا لود لگا ہوں سے چلتے ہوئے سانپ کو تک رہا تھا پجاری اس نوجوان کو اپنے علم کی روشنی میں بھی دیکھ چکا تھا اور اس کے اندر چھپی ہوئی نورانی شہتی بھی دیکھ چکا تھا اور وہ جان گیا تھا کہ نوجوان کتنا طاقتور ہے پجاری کے ذہن پر لگرمندی کے بادل چھا گئے اور شرمندگی کا احساس غالب آنے لگا اس نے سنے میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور مایہ کال کا بنایا ہوا منصوبہ ایسے بھی ناکام ہو سکتا ہے وہ اس غیبی پر حیران تھا۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے مایہ کال آخری قسط آنکھ دھارے میں ضرور پڑھیں۔

قاتل عاشق

-- تحریر: صائمہ لیاقت - ظفر وال

یاروں پر باجی کے آستانے سے نکل کر گھر کو چل دیے۔ غلی نے صائمہ کو کافی حوصلہ دیا اور کہا کہ تم انکی قومیں ہوئی ہم سب تمہارے ساتھ ہی ہوں تم نے بس ایسا کچھ کرنا ہے جو پاپائے کہا ہے درخت کو آگ لگانا ہے پورے درخت پر مٹی کے تیل کا پھیر کاؤ کرنا ہے اس کے بعد اس کو آگ لگانی ہے۔ بس بہت کرنی ہے ذرا نہیں ہے۔ بس پھر دوسرے دن ہی وہ سب اپنے سفر پر روانہ ہو گئے ایک لمبا سفر کرنے کے بعد وہ سب ایسی جنگل میں جا پہنچے جہاں وہ درخت تھا اور جہاں ان کے ساتھیوں کے اچانچے پڑے ہوئے تھے وہ سب ان کے اچانچے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے۔ یہ ایسی جگہ تھی کہ جہاں لوگ خوف کی وجہ سے جاتے نہ تھے یہی وجہ تھی کہ ان اچانچوں کو ابھی تک کسی نے نہ لایا تھا۔ جہاں جہاں اچانچے پڑے تھے وہاں ہی موت ہو رہی تھی۔ کچھ کی ہڈیاں نوٹ کر بھر گئی تھیں اور کچھ ایسی ہی تھیں۔ وہ چاروں خوفزدہ ہوتے چلتے گئے اور اس درخت تک جا پہنچے۔ سب نے مل کر پورے درخت پر مٹی کے تیل کا پھیر کاؤ کیا۔ لیکن جب آگ لگنے کی باری آئی تو وہ جب بھی آگ جلاتے ایک جوا کا پتہ نہ ملتا اور آگ بجھ جاتی۔ اس منظر سے سب سے پریشان تھے پھر صائمہ نے باجی کا دیا ہوا اور دزدوں سے پڑھنا شروع کر دیا اور آگ کو جلا دیا۔ اور ایک دم درخت کو آگ لگا دی۔ جب آگ غلی تو دل رہا اپنے والی آوازیں درخت سے آئے تھیں۔ مگر کوئی ذرا نہیں تھا۔ کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ وہ جس مقصد کے لیے آئے ہیں وہ پورا ہو گیا ہے۔ وہ آدم خور جن اللہ کے حکم سے جل گیا ہے۔ ایسا ہی ہو رہا تھا کہ درخت سے ٹیپ بہشت میں آؤنی ہوئی تو اڑیں سنائی دیتی رہیں جو بعد میں آہستہ آہستہ خاموش ہوئی جائے لکھیں کچھ ہی دیر میں وہ درخت جل کر راکھ ہو گیا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

ہو آخر کون ہو تم کیوں مجھے تک کر رہے ہو
کون آخر کیا چاہتے ہو تم مجھ سے سائے آؤ۔ ہلیز
صائمہ کے دل میں ایک ساتھ کئی سوال آئے اور اس
نے وہ سارے کے سارے سوال نصفا کو گھورتے
ہوئے کہہ ڈالے۔ جب صائمہ کو کوئی جواب نہ ملا تو وہ
ہیز پر بے چینی سے بیٹھ گئی۔ اور گزشتہ دنوں میں پیش
آنے والے واقعات پر غور کرنے لگی۔ اور اپنے ماضی
میں کھو گئی۔
نجمہ نجمہ یار دعا کرو کہ وہ آج مجھے ملے پچھلے
دو دنوں سے میں نے اسے دیکھا نہیں ہے میرا دل
بری طرح تڑپ رہا ہے اسے ایک نظر دیکھنے کے لیے

صائمہ کنٹینر میں بیٹھی اپنی دوست نجمہ سے اپنے دل
کی باتیں شیئر کر رہی تھی۔
ادھر یار صائمہ تجھے پتہ ہی نہیں کہ وہ کون ہے
اور اتنا بھی پتہ نہیں کہ وہ تجھے چاہتا بھی ہے کہ نہیں
اور تو اس کے پیچھے پاگل ہو رہی ہو پاگل کہیں کی۔ نجمہ
نے منہ چڑاتے ہوئے کہا۔
نہیں یار وہ مجھے چاہتا نہ ہو ایسا تو ہو نہیں سکتا
تجھے نہیں پتہ جب میں سکول جاتی ہوں تو دیکھتے نظر
آتا ہے اس کی آنکھوں میں ایک کشش ہے جو مجھے
اس کی طرف کھینچتی ہے اور ہاں اس کا میرے قریب
سے گزر کر رازدارانہ انداز میں سلام کرنا



نمبر ہم اسے بھی تو نظر انداز نہیں کر سکتے ہاں۔
صائمہ فکری لیجے میں یہ سب باتیں مجھ کو بتائے جا رہی
تھی اور مجھ بھی بڑے سلیقے سے یہ سب باتیں سن رہی
تھی۔

لوحی اب جاؤ تم گھر ہو سکتے تمہارا بھتیجہ آج
تمہیں مل جائے مجھ نے پھنسی کی پھنسی کی آواز سن کر
کہا۔

چل پار خدا کرے کہ تیری بات سچ ہو جائے۔
اگر وہ آج مجھے کہیں ملا تو ہاں تو اس سے میں آج پوچھ
ہی لوں گی کہ وہ کون ہے اتنا کہہ کر صائمہ نے مجھ کو خدا
حافظ کہا اور گھر کا راستہ لیا۔

آج صائمہ کے دل سے دعا میں نکل رہی تھیں
کہ وہ نو جوان آج اسے کہیں تھما لے جب وہ ایک گلی
میں پہنچی تو اس نے دیکھا کہ گلی کی دوسری گلی سے ایک
لڑکا گلی میں داخل ہوا صائمہ کا دل بری طرح دھڑکنے
لگا۔ اس کے ہاتھ پاؤں اس کا ساتھ نہیں دے رہے
تھے اتنے میں وہ نو جوان چلا ہوا اس کے قریب آ گیا
کل میں آپ کو اپنا نمبر دوں گا اسی گلی میں اسی وقت
او کے اتنا کہہ کر وہ نو جوان ابھی آگے بڑھتا ہی تھا کہ
صائمہ اس کی آواز کے حشر سے باہر نکل آئی اور خود کو
سنبھال کر لوہر کچھ ہمت کر کے اس نے اس پر اسرار
جوان کا نام پوچھ ہی لیا۔

آپ کا نام کیا ہے۔

علی رضا۔ نو جوان نے مختصر فرمایا۔

کیا آپ مجھے جانتے ہیں۔

جی ہاں۔

کیسے۔ صائمہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

سب میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا علی رضا نے
سپاٹ گلی میں کہا اتنا کہہ کر وہ نو جوان آگے بڑھ گیا۔
اور صائمہ علی رضا کے حسن کے حشر میں ڈوبی ہوئی گھر
کی طرف چل دی۔

علی رضا علی رضا۔ اس کا نام ہے اور آج اس
نے مجھے اپنا نمبر بھی دینے کا وعدہ کیا ہے صائمہ نے
خوشی سے کہا۔

دیکھو صائمہ میری جان۔ تو کسی انجینی کے منہ
مست لگو آج کل کے لڑکے بڑے لنگے ہوتے ہیں پہلے
لڑکیوں کو چھساتے ہیں پھر انکا استمال کر کے
مچھوڑ دیتے ہیں مجھ کا لہجہ خاصا پریشان کن تھا۔

نہیں پار علی مجھے ایسا ویسا نہیں لگتا اور اگر ایسا ہوا
بھی تو مجھے کیا آزمالوں کی میں اسے اور پار تو فکر نہ کر
میں اتنی جلدی اس کی باتوں میں آنے والی نہیں ہوں
صائمہ نے اسے تسلی دی۔

اجھا پار اتنا تو بتا کہ تیرا بھتیجہ دکنے میں کیا ہے
مجھ نے شرارت سے کہا۔

خوبصورت اتنا خوبصورت کہ میں نے پہلے بھی
کسی کو اتنا خوبصورت نہیں دیکھا ایسی ایسی اور موٹی موٹی
خوبصورت جھیل جیسی نیلی آنکھیں ہونٹ ایسے سرخ
جیسے ابھی ٹون نکل پڑے ہانکل گلاب جیسے بال
ٹھکرایا لے قد وقامت تو پوچھو ہی مت بالکل پرفیٹ
اور رنگت تو ایسی سفید کہ چاند کی چاندنی بھی اس کے
سامنے مدھم پڑ جائے گی صائمہ نے تفصیل سے مجھ کو
بتایا۔

چلو دیکھ لوں گی حیرے چاند کو بھی مجھ نے کہا۔

اور دونوں جماعت کی طرف چل دیں آج
صائمہ کو چھٹی کا بے صبری سے انتظار تھا۔ خدا خدا
کر کے پھنسی ہوئی اور صائمہ اس گلی میں پہنچ گئی پورا
ایک گھنٹہ صائمہ نے انتظار کیا مگر علی رضا نہ آیا آخر وہ
ماپاں ہو کر گھر کو چل دی سارے راستے میں وہ سوچتی
رہی کہ آخر وہ کیوں نہیں آیا اس طرح دن گزرتے
گئے صائمہ روز اس کا انتظار کرتی رہی۔ مگر وہ نہ آیا اب
صائمہ گم صدم رہنے لگی نہ تو سکول کے کام میں توجہ دیتی
اور نہ ہی گھر میں۔

ایک دن صوب معمول وہ سکول سے گھر آ رہی

تھی کہ اسے علی رضا نظر آیا سفید شرٹ اور بلیک جینٹ
میں وہ کسی پرستان کا شہزادہ لگ رہا تھا اور صائمہ اس
کے سر میں ڈوبتی چلی گئی علی چلتا ہوا اس کے پاس آیا
ہیں نے صائمہ پر ایک سرسری سی نظر ڈالی اور آگے
بڑھ گیا۔ وہ بے چین ہو گئی کہ آخر یہ کون ہے جو اسے
اتنی بری طرح تڑپا رہا ہے نہ منہ سے کچھ کہتا ہے اور نہ
عی کوئی اشارہ محبت کرتا ہے صبح سکول پہنچ کر صائمہ نے
تمام ماجرہ نجمہ کے گوش گزار دیا اور اس سے مدد طلب
کی تو وہ بولی۔

میری جان تو اسے ایک لیٹر لکھ دے اور جب وہ
تیرے پاس سے گزرے تو تو اسے دے دینا نجمہ نے
آنکھیں سے کہا۔

ہاں یا رب ٹھیک رہے گا۔ صائمہ نے کہا۔

اسلام علیکم۔ جی آپ کون ہے کہاں سے آتے
ہیں کہاں جاتے ہیں میں کچھ نہیں جانتی آپ کے نام کے
علاوہ میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی بس اتنا
جاننا چاہتی ہوں کہ آپ کون ہیں اور مجھ سے کیا
چاہتے ہیں پلیز مجھے بتائیں۔

آج صائمہ علی رضا کی خطر تھی کہ وہ کب نظر
آئے اور وہ اسے خطا دے دے بالآخر علی میں کوئی نہیں
تھا۔ صائمہ اور علی رضا کے علاوہ۔ صائمہ نے اس کو خط
دیا اور گھر کو چل دی۔ آج پھر اس کا دل بری طرح
دھڑک رہا تھا اور صائمہ کو اس بات کا ڈر تھا کہ اگر اس
نے برا من لیا تو کیا ہوگا۔

خدا خدا کر کے دوسروں بھی آگیا۔ جمعہ کا دن
تھا۔ صائمہ کا دل بدستور بری طرح دھڑک رہا تھا کہ
نجانے جواب میں کیا ہوگا اتنے میں اسے علی رضا دور
سے آتا ہوا دکھائی دیا گلابی شرٹ میں وہ نہایت ہی
خوبصورت لگ رہا تھا جب وہ صائمہ کے پاس سے
گزرا تو اس نے صائمہ کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا
پکڑ لیا صائمہ تیز تیز قدموں سے گھر کی طرف چل دی
گھر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے وہ خط پڑھا جو علی

رضانے سے دیا تھا۔ جو کچھ یوں تھا۔
اسلام علیکم۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو میں پہلے
دو سالوں سے آپ کو چاہتا ہوں مگر بھی کہنے کی ہمت
نہیں ہوئی بس آپ کو سکول آتے جاتے دیکھ کر ہی دل
کو تسلی دیتا رہتا ہوں میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا
ہوں اور امید ہے کہ آپ بھی اس کے لیے رضامند
ہیں۔

صائمہ خوشی سے جھوم اٹھی اس نے اپنا سو پائل
اٹھایا اور علی رضا نے جو نمبر خط میں دیا تھا اس پر صبح
کر دیا کچھ دیر بعد علی رضا نے کال کی دونوں نے کادی
دیر تک باتیں کی آخر ارمیت کیا اور ایک دوست کے
ساتھ نہایت ہی پیار سے رہنے لگے۔

جون کا مہینہ تھا خوب گرمی پڑ رہی تھی صائمہ کے
سکول کی طرف سے ٹپ جانی گئی اتفاق سے اسی دن
علی رضا کے سکول کی ٹپ بھی وہیں ہی جانی تھی صبح
ہی صائمہ نے نجمہ کو بتایا کہ آج علی رضا کے سکول کی
ٹپ بھی اسلام آباد جا رہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہم ان
سے مل سکیں دونوں سکولز کی گاڑیاں سفر پر چل پڑیں
صائمہ اور علی رضا صبح کے ذریعے ایک دوسرے سے
رابطے میں تھے۔ علی رضا کے سکول کی گاڑی صائمہ
کے سکول کی دین سے کچھ آگے تھے شہر سے باہر کچھ
دور جانے کے بعد سڑک سمنان تھی سڑک کے دونوں
جانب کھنے جنگلات تھے اور شام ہو رہی تھی علی رضا
کے سکول کی بس صائمہ سے کچھ کلومیٹر کے فاصلہ پر تھی
جب صائمہ کے سکول کی دین ان کی بس کے قریب
پہنچی تو پتہ چلا کہ ان کی بس خراب ہو گئی ہے صائمہ کی
دین آدمی خالی تھی چانچہ دونوں سکولوں کے پرنسپل نے
آپس میں مشورہ کیا اور علی رضا لوگ صائمہ کی دین
میں سوار ہو گئے لی کا ایک دوست اس کے ساتھ تھا
جسے دیکھتے ہی نجمہ اسے اپنا دل دے بیٹھی علی رضا
اور اس کا دوست صائمہ کی برابر والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔
اتفاق سے علی رضا کے دوست کا نام نجمہ آسن تھا اور وہ

ڈھانچہ پڑا ہوا تھا جس پر گوشت ہمارے کی کوئی چیز نہ تھی جب دریافت کیا تو نجمہ نے بتایا کہ میں پانی پیئے کے لیے بس کے اوپر سے اٹھا گیا تھا۔ رخصتی کے بعد نکال کر پانی چٹوں تو بوتلی کی جگہ میرے ہاتھ میں یہ ڈھانچہ آ گیا ڈھانچہ کو دیکھنے کے لیے جب علی رضا ڈرافٹ پر ہوا تو اسے محسوس ہوا جیسے اس کے کندھے پر کسی چیز کی ہوندیں گری تھیں جب دیکھا تو وہ دونوں تھامس نے حیرت کے عالم میں اوپر دیکھا تو سب کی چٹیں اٹھ گئیں نجمہ تو بے ہوش ہوئی تھی فوراً اسے اسے سنبھال رہا تھا کیونکہ منظر حق نہایت ہی خوفناک اور وحشت سے بھرا ہوا تھا اور وحشت کے اوپر کسی کی لاش آگئیں چٹوں سے نیچے کود کر رہی تھی آنکھوں سے خون اٹھ رہا تھا جو ہنگ کی ٹوک پر اکٹھا ہو کر نیچے گر رہا تھا آنکھوں میں خوف تھا چہرہ دونوں سے لست پت تھا لاش کے نیچے حصہ سے پتلیوں تک ماس غائب تھا جیسے کسی نے کھا لیا ہو۔ ان دونوں جوڑیوں کے تو ہوش ہی اٹھا نہیں ہو رہے تھے چٹانچہ انہوں نے جنگل میں گئے دوستوں کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔

شام کے سات بج رہے تھے کہ اچانک انہیں جنگل سے چیخ سنا دی ابھی تک ان کے سامنے وہاں نہیں آئے تھے اس لیے انہیں خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں ان کے دوستوں کو تو کچھ ہو نہیں گیا۔ چنانچہ علی رضا اور نجمہ اچس نے جنگل میں کمرساتھیوں کو ڈھونڈنے کا پروگرام بنایا مگر نجمہ اور صاحبہ انہیں اکٹھا نہیں جانے دینا چاہتی تھیں۔

نہیں علی میں آپ کو نہیں جانے دوں گی اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو میں مری جاؤں گی صاحبہ نے روتے ہوئے کہا۔

پاکل ہم بس تھوڑی دیر میں واپس آ جاتے ہیں نجمہ اور مت علی رضا نے صاحبہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

مجھے لگتا ہے کہ یہ کسی جنگلی جانور کا کام ہے ہم

بھی نجمہ کو پسند کرنے لگا تھا پھر انہوں نے جگہوں کی تبدیلی کی نجمہ اچس اور نجمہ اکٹھے بیٹھ گئے اور صاحبہ اور علی رضا اکٹھے بیٹھ گئے سب نے خوب باتیں لگائیں آدھے سے زیادہ راستہ کیسے کٹ گیا پتہ نہیں چلا۔ اسام آباد سے کچھ پیچھے تھے جنگلات کے درمیان آکر اچانک گاڑی غراب ہو گئی۔ سب نے اترے رات کافی ہو چکی تھی اور وہاں پر کوئی آبادی نہیں تھی صرف ساتھیوں میں کرنا ہوا خوفناک جنگل تھا غرض کہ ڈرائیور ان جگہ سے تھوڑا بہت واقف تھا چنانچہ رات گاڑی میں ہی گزارنی بھی اسی لیے سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے ڈرائیور نے فتنے سے منع کیا کہ کوئی بھی رات کو اکیلا باہر نہ جائے یہ جگہ کافی خطرناک ہے بارش آنے کا خطرہ تھا۔ اسی لیے ایک تھنے درخت کے نیچے ڈرائیور نے بس کھڑی کر دی اور سب آرام کرنے لگے کچھ رات کا وقت تھا کہ ان سب کو دوروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی مگر کسی نے دھیان نہ دیا صبح جب سب اٹھے تو سٹوڈنٹس میں سے عادل رفیق اور حسنین غائب تھے صبح تو سب نے سوچا کہ شاید گھومنے گئے ہیں واپس آ جائیں گے مگر جب کافی دیر تک واپس نہ آئے تو سب کو پریشانی لاحق ہوئی سب نے جنگل میں انہیں ڈھونڈنے کا فیصلہ کیا اور جنگل میں نکل گئے علی رضا اور صاحبہ نجمہ اور نجمہ اچس یہ دونوں جوڑیاں گاڑی میں اپنی اپنی جگہ تاکہ سامان وغیرہ کی حفاظت کریں نجمہ اور نجمہ اچس گاڑی سے نیچے اتر گئے اور ادھر ادھر ٹھیلنے لگے اور ہاتھیں کرنے لگے جبکہ صاحبہ اور علی رضا گاڑی میں رہے ان دونوں نے خوب پیار کیا اور بہت سارے وعدے بھی کئے۔ صاحبہ اور علی اپنی پیادگی دنیا میں گم تھے کہ اچانک باہر سے نجمہ کی چیخ کی آواز سن کر وہ کانپ گئی دونوں جلدی سے گاڑی سے باہر نکلے اور جب باہر کا منظر دیکھا تو دونوں کے ہوش اڑ گئے نجمہ نجمہ اچس کے گلے لگ کر روتے جا رہی تھی کیونکہ ان کے سامنے ایک انسانی

الحسن نے شکی لبخ میں کہا
نہیں جانور نہیں مجھے لگتا ہے کہ یہ کسی چڑیل یا
بدروح وغیرہ کا کام ہے نجمہ نے ڈرتے ہوئے کہا۔

چلو جو بھیجی ہے ہم پتہ کر لیں گے تم گاڑی سے
باہر مت اٹھا ہم ابھی آتے ہیں یہ کہہ کر دونوں جنگل
میں محس گئے رات نو بجے کا وقت تھا کہ صائمہ گاڑی
سے باہر کسی کی سرگوشیوں کی آوازیں سنائی دیں۔
جیسے کوئی کہہ رہا ہو صائمہ باہر آؤ۔ دیکھو میں نے
تمہارے لیے جوانی دو بارہ حاصل کر لی ہے صائمہ
بزدلہی کی حالت میں گاڑی سے نیچے اترنے لگی کہ
نجمہ نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر نہ تو وہ کچھ بول
پائی اور نہ ہی چل پائی صائمہ نجمہ کے سامنے گاڑی
سے نیچے اتر کر درخت کی طرف منہ کر کے کھڑی ہو گئی
صائمہ آہستہ آہستہ بدھوتی سے باہر نکلنے لگی اب اسے
صاف سمجھ آ رہی تھی کہ کوئی دکھش آواز والا نوجوان
اسے پکار رہا ہے۔

کو۔ کو۔ کون ہو تم۔ صائمہ نے تھر تھرائی
ہوئی آواز میں پوچھا۔

بابا۔ بابا۔ وہی جو تم سے پیار کرتا ہے اور تم
بھی مجھ سے پیار کرتی ہو۔ یہ آواز درخت سے آئی
تھی۔

تم جو بھی ہو میں تمہیں نہیں جانتی ہوں مگر تمہارا
لو کہ میں تم سے پیار نہیں کر لی صائمہ نے غصہ سے کہا۔

بابا۔ جانتا تھا۔ جانتا تھا میں کہ تمہیں کون پسند
کرتا تھا یہ عادل اور حسنین پسند تھے ناں دیکھو ناں کیا
حائل بنا دیا ہے میں نے ان کا ایک طرف میرے دشمن
مر گئے اور دوسری طرف ان کے خون اور گوشت سے
مجھے پھر سے جوانی مل گئی درخت سے آواز آئی۔

آخر تم ہو کون سا منے تو آؤ اور تم نے انہیں کیوں
مارا ہے صائمہ نے غصہ سے لیکن روتے ہوئے چیختے
ہوئے پوچھا۔

میں تمہارے سامنے صرف تمہی آؤں گا جب تم

مجھ سے کہو گی کہ میں تم سے پیار کرتی ہوں اور ان کو
میں نے اس لیے مارا ہے کہ یہ دونوں ہی تم سے پیار
کرتے تھے اور تم میرے علاوہ کسی کی بھی نہیں بن سکتی
درخت سے آواز آئی۔

یہ تمہاری بھول ہے نہ میں نے تم سے پیار کیا تھا
نہ کیا ہے اور نہ ہی ابھی گروں گی اچھی طرح سمجھ لو
صائمہ نے اسی انداز سے کہا۔

اور تم بھی سمجھ لو کہ اگر میرے علاوہ اگر کوئی
تیرے پاس بھی آیا تو میں اس کی جان لے لوں گا
درخت سے آواز سنائی دی۔

میں علی رضا سے پیار کرتی ہوں اور میں تمہیں
اس کو چھوٹے بھی نہیں دوں گی۔

جانتا تھا اس کم بخت کو بھی مارنے کی بہت
کوشش کی مگر اس کے گلے میں جو تھوید ہے اس نے
اسے چالیا ہے مگر کب تکا بچے گا وہ۔ بابا۔ بابا۔

نجمہ نے پچھتے سے اسے آواز سنائی دی۔
جی علی۔ صائمہ نے چونک کر دیکھا۔

کس سے باتیں کر رہی ہو علی رضا نے پوچھا تو
صائمہ نے تمام واقعہ تفصیل بتا دیا۔

اور تو اس کم بخت کی وجہ سے ہمارے ساتھی
مارے گئے ہیں علی رضا نے کہا۔

کیا صائمہ نے حیرانگی سے کہا۔

ہاں سب کے ڈھانچے ملے ہیں کوئی بھی زندہ
نہیں ہے بس ہم چار ہی بچے ہیں علی رضا نے افسوس
سے کہا۔

اور رضا نجمہ اور نجم الحسن کو وہ کچھ نہیں کرے گا
اور تمہیں وہ چھو بھی نہیں سکتا کیونکہ تمہارے گلے میں
جو تھوید ہے وہ اسے روک رہا ہے۔ اور مجھے وہ کچھ نہیں
کر سکتا کیونکہ وہ مجھ سے پیار کرتا ہے۔ صائمہ نے
مزید کچھ بتایا تو رضا حیران رہ گیا۔

صائمہ اب ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔

نجمہ نے کہا۔

منہوں آواز میرا بچھا کر رہی ہے۔
 نگر نہ کرو صائمہ ہم نے اس کا مل نکال لیا ہے۔
 نجم نے فکر سے کہا علی رضا کے ابو بہت بڑے عالم ہیں
 میں نے ان سے بات کی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ
 ضرور مل جائے گا انہوں نے آج بتائے کا وعدہ کیا تھا
 نجم الحسن نے کہا۔
 شام کو چلیں گے۔ صائمہ نے کہا۔

ٹھیک ہے۔
 سات بجے سب ان کے آستانے پر موجود تھے
 صائمہ تو علی رضا کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی اور شکر
 کر رہی تھی کہ وہ بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔

دیکھو بچہ۔ وہ قسمی جن نہیں ہے وہ آدم خور جن
 ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ بھد ہے
 اور صائمہ سے پیار کرتا ہے اسے قسم کرنے کا عرف
 ایک ہی طریقہ ہے کہ چاند کی چودھویں رات کو جو کہ
 آج سے دو دن بعد ہے تب اس کی حالتیں بدھیں گی
 اس سے پہلے ہی تمہیں کسی بھی طرح اس خطرناک جن
 کے درخت کو جلا نا ہوگا۔ بابائی نے تعصیف بتایا۔ اور یہ
 بھی کہ درخت کو صرف صائمہ ہی جلا سکتی ہے۔ صائمہ
 اپنا نام سن کر بہت خوش ہوئی اور ڈر بھی گئی تھی کہ کہیں
 وہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے لیکن بابائی نے اس کو
 بہت دی اور یوں بابائی نے ان چاروں کو دعاؤں
 کے ساتھ رخصت کیا۔

چاروں بابائی کے آستانے سے نکل کر گھر کو
 چل دیے۔ اور مشورہ کرنے لگے کہ یہ سب کسے کیا
 جائیگا۔ علی نے صائمہ کو کافی حوصلہ دیا اور کہا کہ تم اکیلی
 نہیں ہوگی ہم سب تمہارے ساتھ ہی ہوں تم نے بس
 وہی کہہ کرنا ہے جو بابا نے کہا ہے درخت کو آگ لگانی
 ہے پورے درخت پر مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ کرنا ہے
 اس کے بعد اس کو آگ لگانی ہے۔ بس بہت کرنی
 ہے ڈرنا نہیں ہے۔ بس پھر دوسرے دن ہی وہ سب
 اپنے سفر پر روانہ ہو گئے ایک لمبا سفر کرنے کے بعد وہ

ہاں مگر کیسے گاڑی تو خراب ہو گئی ہے ناں۔
 کچھ دور تک پیدل چلتے ہیں کیا پتہ چلے ہوئے ہی
 والی ہے کوئی گاڑی مل جائے نجم الحسن نے کہا۔
 آئیڈیا برا نہیں ہے مگر میرے کپڑے خراب
 ہو گئے ہیں میں ڈرا کپڑے بدل لوں جب علی رضا
 کپڑے بدل رہا تھا تو اس کا تعویذ ثرث کے ساتھ
 پھس جاتا ہے اور گر جاتا ہے۔

ہاں چلو اب یہاں سے جلدی نکلیں۔ علی رضا
 نے کہا۔

بابا۔ جاؤ گے تو جب ناں جب میں جانے
 دوں گا درخت سے آواز سنائی دی۔

علی آپ اس کی باتوں پر دھیان نہ دیں بس چلو
 یہاں سے۔ صائمہ نے کہا۔

چاروں بھاگنے لگے اور وہاں سے کافی دور نکل
 آئے مگر انہیں مسلسل دھمکیوں پھرے قہقہوں کی
 آوازیں آتی رہیں۔ سب تھک چکے تھے کہ اچانک
 سامنے ایک بڑا سا ٹرک آیا اور علی رضا کو گھر ہمیں۔ وہ
 تڑپنے لگا صائمہ سے یہ برداشت نہیں ہو اور وہ
 گر پڑی۔

جب اسے ہوش آیا وہ اسے گھر کے خیمہ پر تھی
 دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ صائمہ کو پورے دو مہینوں
 کے بعد ہوش آیا ہے صائمہ کا دل بڑی طرح دھڑک
 رہا تھا کہ یہ نہیں دو مہینوں میں کیا کیا ہو گیا ہوگا
 خدا جانے علی رضا کس حال میں ہوگا۔ اسی بے چینی
 کے ساتھ اس نے علی کے نمبر پر کال کی اس کی امی نے
 کال ریسیو کی دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ علی کو کافی
 چوٹیں آئیں ہیں مگر وہ اب ٹھیک ہے یہ سن کر صائمہ
 کی جان میں جان آئی۔ ابھی فون بند ہی کیا تھا کہ
 اسے پھر وہی آواز سنائی دی۔ اور وہ بے چین ہو گئی۔
 آج وہ بے چینی کی حالت میں ہیڈ پر پٹی بھیجی کہ نجمہ اور
 نجم الحسن اس سے ملنے آئے صائمہ دونوں کے ساتھ
 گل لگ کر خوب روئی اور انہیں بتایا کہ آج بھی وہ

مجھے نوازے گا۔

غزل

بے چین اسٹکوں کو پہلا کے چلے جانا
ہم تم کو نہ روکیں گے بس آ کے چلے جانا
لے جوں نہ آئے تم، تھی کون سی بھودی
مھوٹا کوئی افسانہ ڈہرا کے چلے جانا
جو آگ لگی دل میں وہ سر نہ ہو جائے
بچتے ہوئے شعلوں کو بھڑکا کے چلے جانا
دجڑی نظر آتی ہے جذبات کی ہریالی
تم اس پہ کوئی ادل برسا کے چلے جانا
فرقت کی اذیت میں کچھ صبر بھی لازمی ہے
یہ بات میرے دل کو سمجھا کے چلے جانا
☆..... ایم امیر عاصم ملک۔ میانوالی

مرنے کے بعد

زندہ تھے تو کسی نے نہ پوچھا حالات جگر
اب مر گئے ہیں تو مٹی میں دہانے آ گئے
پھونڈ کے دنیا کو مدھوش ہوئے تھے ہم
وہ نہ جانے کیا سوچ کر ہم کو جگانے آ گئے
نہ جانے کس سے پوچھا ہے دفنانے پہ میرا
میری قبر پہ بھی ہم کو جگانے آ گئے
ہم تو اندھیرے میں سونے کے عادی تھے
اور وہ بے وفا قبر پہ دیا جانے آ گئے
ذمہ تھے ایک نظر نہ دیکھا عیار سے
مر گئے تو اب قبر پہ آنسو بہانے آ گئے
☆..... لعل شاہ رخ خان۔ کرک

قدوت کے کرشموں میں اگر رات نہ ہوتی
تو خوابوں میں بھی بھی ان سے ملاقات نہ ہوتی
= دل پر غم کی وجہ سے =
= دل ہی نہ ہوتا کوئی بات ہی نہ ہوتی
☆.....

سب اسی جنگ میں جا بیٹھے جہاں وہ درخت تھا
اور جہاں ان کے ساتھیوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے
تھے وہ سب ان کے ڈھانچے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے
تھے۔ یہ ایسی جگہ تھی کہ جہاں لوگ خوف کی وجہ سے
جاتے نہ تھے یہی وجہ تھی کہ ان ڈھانچوں کو ابھی تک
کسی نے دفن یا تک نہیں تھا۔ جہاں جہاں ڈھانچے
پڑے تھے وہاں ہی موجود تھے۔ کچھ کی ہڈیاں لوٹ کر
گھر گئی تھیں اور کچھ ایسی ہی تھیں۔ وہ چاروں خوفزدہ
سے چلتے گئے اور اس درخت تک جا پہنچے۔ سب نے
مل کر پورے درخت پر مٹی کے تیل کا مچھر کاڑ کیا
لیکن جب آگ لگانے کی ہاری آئی تو وہ جب بھی
آگ جلاتے ایک ہوا کا بولہ آتا اور آگ بجھ جاتی۔
اس منظر سے سب سے پریشان تھے پھر صائے نے
پا ہاتھی کا دیا ہوا درد زور سے پڑھنا شروع کر دیا اور
آگ کو جلادیا۔ اور ایک دم درخت کو آگ لگا دی۔
جب آگ لگی تو دل دہلا دینے والی آوازیں درخت
سے آنے لگیں۔ مگر کوئی ڈرا نہیں تھا۔ کیونکہ وہ جان
گئے تھے کہ وہ جس مقصد کے لیے آئے ہیں وہ پورا
ہو گیا ہے۔ وہ آدم خور جن اللہ کے حکم سے جل گیا
ہے۔

ایسا ہی ہو رہا تھا کہ درخت سے عجیب دہشت
میں ڈوبی ہوئی آوازیں سنائی دیتی رہیں جو بعد میں
آہستہ آہستہ خاموش ہوتی جانے لگیں کچھ ہی دیر میں
وہ درخت جل کر راکھ ہو گیا۔ سب نے خدا کا شکر ادا
کیا اور پھر واپس گھروں کو چل دیے ایک لمبا سفر
کرنے کے بعد وہ گھر جا پہنچے۔

نہج اور غمِ سخن کی شادی ہو چکی ہے جبکہ صائے
اور علی کی منگنی ہو چکی ہے اور سب ہی خوش ہیں اس کے
بعد صائے کو کسی بھی قسم کی کوئی بھی آواز سنائی نہیں دی
ہے لیکن جب ان چاروں کو وہ واقعہ یاد آتا تو ان کے
روتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

قادر میں کرام کسی گل میری کہانی اپنی رائے سے

راز نو

--- تحریر: محمد ندیم سیوالی۔ پتوکی۔ 0306.9034595 ---

ہاں ہاں میں سب کو مار دوں گی جو جو بھی میرے راستے کی دیوار بنے گی کوشش کرے گا میں اس کو بھی مار دوں گی۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گئی جو ہم دفنی سلطان اور اس کا بیٹا لکھنؤ کی موت پر غمگین بننے ہوئے تھے صاف کو دیکھتے ہی وہ اس کے پاؤں پہنچ گیا اور ہوا جو ٹھنکی میں نے کی تھی اس کی سزا مجھے ہی دوںے پڑی۔ خاندان کو کچھ مت کہو۔ نہیں پوچھ رہی نہیں میں کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی بابا بابا۔ آج میرا آخری دن ہے بھی ختم ہو جائے گا۔ پوری دلی میں صبا کے قہقہے گونج رہے تھے جو پوری اور اس کا بیٹا۔ قہقہے کانپ رہے تھے بلکہ دل نے بھانپ لیا تھا کہ صبا کے ہاتھوں سے نہ پایا آئی وہ یہ میں مصباح بھی اپنے گروپ کے ساتھ وہاں پہنچ گئی۔ اور ہوئی۔ رگ جا صبا تیرا کھیل ختم ہے۔ لے کر دوڑ پڑھا ہوا پانی صبا کی طرف اچھٹا دیا۔ کہ اچانک ایک چہرہ سامنے آ گیا صبا کے۔ مصباح نے جب اس چہرے کو دیکھا تو بس دھتکتی ہو گئی۔۔ ایک دلچسپ اور شگفتہ کہانی۔

میرے کان میں اچین ترین گروپ تھا اس بہت سے کوئی شہزادہ نہ ہو یا نیچے نہ جی ہی ان کو عزت کی نظروں سے دیکھتے تھے کوئی اس گروپ میں بہت سی گزرتی شامل ہونے کی خواہش کی تھی گروپ انچارج ناویہ کسی کی آفر بھی قبول نہیں کرتی تھی اور اس کے گروپ کی باقی دہائیوں بھی ایسی ہی تھیں اس لیے وہ جتنی بہت ہی اچھی فریڈز بن گئی تھیں اور انہوں نے اپنا الگ شاہین نام سے گروپ بنا لیا تھا مگر بعد میں یہ گروپ پورے کالج کے تمام گروپوں کو ناب کر دیا تھا سر یہ میں اندر آ سکتی ہوں ناویہ نے پہل کے آفس میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

ہاں ہاں آؤ آؤ۔ پروفسر عبدالکریم نے سر بلا تے ہوئے کہا ناویہ اندر آ گئی اور ہوئی۔ سر خیریت تو ہے۔

ناویہ تم تو جانتی ہو کہ میں اکثر تم سے اپنی ڈاڑھی جی کا ذکر کرتا تھا۔

جی سر۔ کیا حال ہے ان کا؟ ایڈیٹر سے فارغ ہو گئی ہے تو کیا کر رہی ہے۔

ان میں کھڑی بہت بے چینی سے اپنے مصباح بھائی خالد کے آنے کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ اس نے اپنی ایک دوست کی شادی میں جانا تھا اس کے بھائی خالد نے کال کر کے کہا تھا کہ میں ایک گھنٹے میں آتا ہوں مگر نہیں گھنٹے گزر چکے تھے مصباح نے اس کو کال بھی کی تھی مگر پھر بند ہوا تھا مصباح فرسٹ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی مصباح کی کھیتی میں بابا بابا اور ایک بھائی تھا جس کا نام راجہ اور مشائخ اس کی پہلی تھی اس کے بابا پروفسر تھے اور ان کی ایک لکھنؤ کی تھی جس کی وجہ سے ان کی جتنی کمی نہیں تھی اس کو ایک کمی تھی صرف اس بات کی کہ اس کے اور بہن بھائی نہیں تھے مصباح یہ کمی بہت محسوس کرتی تھی کیونکہ جب اس نے میٹرک ایتھ مارکس میں پاس کیا تو کالج میں اس کو شاہین گروپ میں شامل ہونے کی امید تھی جب مصباح پہلے دن کالج آئی تو ہر طرف سے اس کو دیکھ کر کہا گیا کیونکہ ان کے بابا پروفسر جو تھے اس کالج میں پروفسر عبدالکریم نے شاہین گروپ کی انچارج ناویہ میسر کو آفس میں آنے کا پیغام بھیجا یہ شاہی گروپ

جولائی 2014

خوفیہ ڈائجسٹ 62

راز نو



ہو جاؤ گی پھر پروفیسر نے نادیا سے کہا آج تم اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ نادیا نے مسکراتے ہوئے مصباح کا ہاتھ پکڑا اور آفس سے باہر نکل گئی۔ نادیا مصباح سے ان کے انگریز نام کے بارے میں پوچھتے ہوئے فرسٹ ایئر کی کلاس میں داخل ہوئی حمیرا گواہ آواز دی حمیرا نے نادیا کی آواز سنتے ہی ان کی طرف آگئی۔ نادیا نے کہا۔

حمیرا یہ سر عبد الکریم کی بیٹی ہے ان کو اپنے پاس بٹھاؤ۔ ہاف ٹائم لگتے ہیں نادیا یہ کہہ کر اپنی کلاس کی طرف چلی گئی کیونکہ وہ ایف ایس سی تو پارٹ کی سٹوڈنٹ تھی۔ جب ہاف ٹائم ہوا تو شاہین گروپ اکٹھا ہونا نادیا نے مصباح کو اپنے گروپ سے تعارف کرواتے ہوئے کہا یہ حمیرا ہیں یہ فرسٹ ایئر میں ہو گئی ہے آپ کے ساتھ مصباح نے حمیرا سے ہاتھ ملایا نادیا نے پھر کہا یہ فرخندہ نہیں ہیں یہ بھی فرسٹ ایئر کی سٹوڈنٹ ہیں مصباح نے اس سے بھی ہاتھ ملایا ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک اور لڑکی آگئی اور کہا ہائے شاہین گروپ والو کیسے ہو نادیا نے ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ہم ٹھیک ہیں یہ چوہدری سلطان کی بیٹی تھی باپ اور بھائی بہت ہی ظالم تھے اور ان کی نسبت وہ بہت ہی رحمدل تھی نادیا سے اس نے بھی گروپ میں شامل ہونے کی درخواست کی تھی مگر نادیا نے اس کو ٹال دیا تھا مگر اس کے ساتھ بول چال ابھی تھی آٹھ دن کے اندر ہی مصباح نے شاہین گروپ اپنی جگہ بنالی۔ پھر وہ اس گروپ کی جان بن گئی۔ اور نادیا نے اس کو نائب انچارج گروپ بناتے ہوئے گروپ نمبر بھی ان کو سونپ دیا تھا۔

جب تین گئے بھی گزر گئے تو مصباح نے غصہ سے اپنا پرس صوفے پر پھینکتے ہوئے رونا شروع کر دیا۔ کیونکہ آج چوہدری سلطان کی بیٹی ام کلثوم کی شادی تھی وہ پہلے ہی لیٹ تھی اوپر سے اس کے بھائی

جی بیٹا وہ بالکل ٹھیک ہے پروفیسر عبد الکریم اکثر نادیا کو بھی جیٹا ہی کہتے تھے۔ تو سر آپ اس کو ایڈمیشن کے لیے کالج کیوں نہیں لے آتے۔ اچھا تو کیا میں اس کو کالج لے آؤں۔ بالکل سر کیوں نہیں۔

مصباح بیٹا اوھر آؤ۔ پروفیسر نے آواز لگاتے ہوئے کہا اچانک دروازے کے پاس ایک لڑکی اندر داخل ہوئی ہوئی دکھائی دی وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی بڑی بھوری بھوری ٹٹا ہوں سے نادیا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پروفیسر عبد الکریم کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

مصباح بیٹا ان سے ملو یہ ہے وہ نادیا جن کا میں اکثر گھر پر تم سے ذکر کرتا تھا۔ آؤ مصباح نے مسکراتے ہوئے نادیا کی طرف ہائے کہتے ہوئے ہاتھ بڑھا دیا۔ نادیا نے علیکم السلام کہتے ہوئے ان سے ہاتھ ملایا۔ پروفیسر عبد الکریم نے نادیا سے کہا نادیا میں بہت امید کے ساتھ ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔

جی سر۔ نادیا نے کہا۔ نادیا میں چاہتا ہوں کہ تم مصباح کو اپنے گروپ میں شامل کر لو پروفیسر عبد الکریم نے پرامید نظروں سے نادیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا نادیا نے جب یہ سنا تو نظریں جھکا لیں کیونکہ وہ جانتی تھی کہ امیر باپ کی بیٹی بہت بگڑی ہوئی ہوگی کیونکہ اس کا تجربہ دو تین بار۔ نادیا کو خاموش دیکھتے ہوئے پروفیسر عبد الکریم نے کہا تم صرف اس کو ایک ماوا اپنے ساتھ رکھ لو پھر اگر آپ کو پسند آئے تو ٹھیک ورنہ میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔

او کے سر نادیا نے نظریں اٹھاتے ہوئے کہا پروفیسر نے اپنی بیٹی مصباح سے کہا کہ بیٹا مجھے امید ہے کہ تم اپنی جگہ اس گروپ میں بنانے میں کامیاب

جان ابھی تک نہیں آئے تھے مصباح کے رونے کی آواز جب اس کی ماما نے سنی تو وہ اس کے کمرے کی طرف آئی۔

ہائے میری جان کیوں رو رہی ہو۔ عظیم عبدالکریم نے اس کو اپنے سے لگاتے ہوئے کہا ماما دیکھو ماں بھائی جان نے مجھ سے بچے آنے کا کہا تھا تو بچے گئے ہیں ابھی تک نہیں آئے میں نے اپنی فریڈام کٹوم کی مہندی پر جانا بے ساختہ دیر میں گیٹ پر بارن کی آواز سنائی دی ماما نے آکر کہا۔

چھوٹی عظیم کی آپ کو صاحب جی بلاتے ہیں جا کے ان سے کہو ہم نے کہیں جانا مصباح نے نصیحت سے چھٹکارے ہوئے کہا۔ اس کی ماما نے کہا جاؤ بیٹا تم تو جانتی ہو کہ وہ کتنا مصروف انسان ہے بھول گیا ہوگا۔

ماما میں نے نہیں جانا اب۔ اتنی دیر میں خالد بھی اندر آ گیا۔ اس نے اپنی لاڈلی بیٹن کو خستہ میں بیٹھا ہوا دیکھ کر فوراً اپنے کان پکڑ لیے اور کہا۔

مزا اسٹارو جان غلطی ہو گئی مصروف بہت تھا مصباح پیپ چاپ نہیں رہی۔

ارے یار معاف مجھے کدو دارن میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر رونا شروع ہو چکا ہوں۔ خالد نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

او بہت زیادہ خیال ہے ہاں میرا۔ مصباح نے کہا۔ تو وہ بولا۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے چلو اب مصباح اور خالد دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے وہ بہن بھائی ہم سب کی محبتوں زیادہ لگتے تھے۔

چوہدری سلطان کی حوٹلی کسی دہس کی طرح تھی ہولی تھی پورے محلے میں لائسنس گلی ہوئی تھیں کیونکہ۔

شادی جو چوہدری سلطان کی بیٹی کی ہو رہی تھی جو اتنی دھوم دھام اور کثیر اخراجات کے ساتھ منائی جا رہی تھی خدا نے چوہدری سلطان کو ایک ہی بیٹی دی تھی جو کہ اپنے دو بھائیوں سے چھوٹی تھی اس کے باپ اور بھائی سب بھی کسی پر غلم کرنے تو وہ مزا دوا اپنے آپ کو دیتی مصباح جب وہاں پہنچی تو دس بج چکے تھے مہندی کی گلی تیار کی تھی مگر ام کلثوم کا اصرار تھا کہ جب تک شاہین گردپ والی سب فریڈز نہیں آجائیں میں مہندی نہیں لگواؤں گی مصباح نے جب دیکھا کہ ابھی تو دو بجے نہیں آئی تو وہ جا کر ام کلثوم کے پاس بیٹھ گئی ام کلثوم کی شادی اپنی پسند کی تھی اس لیے وہ بہت خوش تھی کچھ دیر میں تادیر بھی اپنے بھائی نوید احمد کے ساتھ آئی تھیں ان کے پاس آپ بھی دیر کر دی آئے میں گپ بات چیت کر رہی تھی یہ سب فرمائی تھی کہ جب تک مہندی نہیں آئے گی میں مہندی نہیں لگواؤں گی۔ چلو اب اب تو ہم آگئے ہیں اب شروع کر سب سے پہلے تادیر نے مہندی لگائی پھر مصباح نے پھر سب لگائی اپنی باری پر آتے گئے آخر کار ایک بجے جا کر فارغ ہوئے اسی طرف اگلے دن اس خوشی ام کلثوم کو رخصت کیا ام کلثوم اپنے بھائی گھر چلی گئی سب کو رونا ہوا چھوڑ کر اس کا کیا معلوم تھا کہ یہ اس کا آخری دن ہوگا۔ زندگی کا پھر وہاں کو نہیں رہیہ پائے گی۔ اس کو بچا کے گھر باتھوں بالیو لیا رات گیارہ بجے تک مہندی لگائی کی رسم ہوئی رہی پھر سب نے دہس کو اکٹھا چھڑوایا۔

بابا بابا بابا۔ چوہدری سلطان تو نے جو غلم جھوٹ پر کاٹھا آج تیری بیٹی اس کی سزا پائے گی۔ آج میرے دشمن کا ایک اور فراموش کی فریڈ سو جائے گا۔ صبا کی آواز وہاں گھنڈرات میں گونج رہی تھی پھر وہ غائب ہو کر ام کلثوم کے کمرے میں آئی اس نے ام کلثوم سے کہا۔

جولائی 2014

خونک ڈائجسٹ 65

راز نو

ہاں جی ہاں اس کا ذکر ہوتے ہوئے محترمہ کے یوں پر آگئی مسکان فرخندہ نے مصباح کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ابھی اب چلو ان کو بتادو کہ یہاں کیا چکر چل رہا ہے شاید خود یہاں آجائیں اور اس معاملے کو حل کر دیں مصباح نے اس کو سچ کہا مگر ان کا جواب نہ آیا تو مصباح نے بھائی نوید کو سچ کر کے کہا کہ کال کر کے پتہ کرو کہ وہ اپنا اچھی دوست کہاں سے وہ شاید ہماری اس معاملے میں مدد کر دے نوید نے کہا کہ تم بتاؤں پھر کچھ دیر بعد نوید کا سچ آ گیا کہ وہ ایک مشن پر ہے اور بہت بڑی ہے میں نے ان کو یہاں کی تمام صورت حال بتا دی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں شام کو مصباح کو اس کے حل کا طریقہ سینڈ کر دوں گا اور اگر نام نہ مل گیا تم آپ لوگوں کے پانی غرور کر دوں گا اور وہ اپنے بھائی طالب کو لے کر رہے ہیں تاکہ وہ یہاں کی صورت حال کو سمجھا لیں مصباح نے کہا ٹھیک ہے میں شام کو ان کے سچ کا ویٹ کر دوں گی۔

شام چھ بجے کا نام تھا کہ اچانک مصباح کے سیل کی ٹون بج اٹھی مصباح اس وقت اپنے بھائی خالد کے پاس قیصری میں تھی پھر حساب کتاب کو کمپیوٹر میں سیو کر رہی تھی مصباح نے بے خیالی میں اپنا سیل اٹھا کر دیکھا جب سکرین پر نظر پڑی تو بے اختیار اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی وہ جلدی سے کمپیوٹر سے اٹھی وہ خوشی سے جھومتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے ایس ایم ایس کو دیکھے جارہی تھی کہ ایک اور سچ آ گیا تو اس نے فوراً سیل کا لاک کھولا اور پہلا ایس ایم ایس پڑھنے کے لیے ایس کا مشن دہرایا۔ اس کے اچھی دوست نے سلام دعا کے بعد پوچھا تھا کہ اصل مسئلہ کیا ہے مصباح نے تمام صورت حال اور اپنی پیاری دوست کے یوں اچانک مرنے کی خبر دی تو اس کے انجس دوست نے کہا میں ایک مشن پر ہوں اگر یہاں

نہنڈی نہنڈی ہوا چل رہی تھی رات کے بارہ بجے کا نام تھا صبا کی روح آج پھر چوہدری سلطان کی حویلی کی طرف جا رہی تھی آج چوہدری کے ملازم خاص کی باری تھی وہ بڑے حرس کی فینڈ سورہا تھا اسے کیا خبر تھی کہ کچھ ہی دیر میں اس پر کیا ہونے والی ہے وہ آج سے چالیس سال پہلے واقعہ کو بالکل فراموش کر چکا تھا۔ صبا کی روح پرواز کرتی ہوئی چوہدری سلطان کی حویلی میں پہنچ گئی۔ اور چوہدری کے ملازم بھٹو کی طرف بڑھی وہ آرام کی فینڈ سورہا تھا صبا نے اس کو زور سے زور میں اچھالا پھر زمین پر رونے مارا اس کے ہوش گم ہو گئے جب اس نے سامنے سہا کو دیکھا تنہا تنہا۔ تم۔ تم۔ تم زندہ ہو گیا۔ اس نے حیرت سے سہا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں۔ ہاں میں اپنا بدلہ لینے آئی ہوں تم نے جو ظلم میرے ساتھ کیا تھا اس کا بدلہ لینے میں آئی ہوں بابا بابا۔ میرے انتقام سے تمہیں کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ بابا بابا۔

تم۔ تم مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے معاف کر دو بھئی نے صبا کے پاؤں میں گرتے ہوئے کہا ہاں ہاں اب اس غلطی کی سزا ہی تجھے ملے گی صبا نے یہ کہہ کر اس کی آنکھوں میں اپنی انگلیاں ڈال دیں اور آنکھوں کو باہر نکال دیا۔ وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا صبا نے پھر اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور اس کا دل نکال کر باہر پھینک دیا پھر اس کی گروں دھڑ سے جد کر دی اور غائب ہو گئی۔

فرخندہ نے کہا یار مصباح اپنے اس دوست کو اس معاملے میں پوچھو مان جس نے تمہیں رنجیت سنگھ جادو کر کے بچایا تھا مصباح نے جب یہ بات سنی تو اس کے لبوں پر اپنے آپ مسکراہٹ آ گئی اس نے اپنی مسکراہٹ کو چھپانے کی بہت کوشش کی مگر فرخندہ سے کہاں چھپا سکتی تھی فرخندہ تو سب کچھ جانتی تھی۔

سے خارج ہوا تو آ جاؤں گا۔ میں طالب کو بھیج رہا ہوں وہ اک عمل کا طریقہ لے کر آ جائیں گے کل تک تو تم نے وہ عمل کرنا ہے اور جو بھی چکر ہوگا یا جن بھوت ہوگا۔ وہ تمہارے پاس حاضر ہو جائے گا۔ اوکے اپنا خیال رکھنا مصباح نے تو ابھی بہت سی باتیں کر لی تھیں مگر کیا کرتی جب آگے سے جواب ہی نہ ملے۔

بارہ بجے کا نام تھا جب طالب مصباح کے شہر انٹیشن پر اترا تو نوید اس کو لینے کے لیے پہلے ہی وہاں موجود تھا دونوں نے مصباح کو نوید نے گارڈی اشارت کی اور مصباح کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے نوید نے پہلے ہی مصباح کو بتیج کر دیا تھا کہ اس لیے مصباح نے گیٹ کے پاس ہی کھڑی تھی چونکہ اس نے گیٹ کھولا نوید نے گارڈی کھڑی کی مصباح نے طالب کو سلام کیا اور دونوں کو لے کر اندر چلی گئی اتنی دیر فرخندہ اور نمیرا بھی آ گئیں لوازمات کے ساتھ ساتھ باغیں بھی ہوتی رہیں طالب نے چلے والا طریقہ مصباح کو دیا اور اس کو کہا کہ یہ چلہ آج رات ہی کرنا ہے تاکہ ہمیں پتہ چل سکے کہ وہ کون ہے اور کیا پتہ ہے تاکہ اس کے بارے میں ہم بچو کر سکیں۔

مصباح نے رات کے بارہ بجے محل کرنا شروع کر دیا مصباح نے نوید کو یہاں لڑکی بھی لڑکی بھی اس لیے بہت ڈرتی رہی تھی تب تو اسی بھی آواز سنائی دیتی تو آ رہی تھی جبکہ طالب ہمراہ فرخندہ وہ یہ اور اس کی بہاری دوست لاد یہ بھی اس کے سامنے دوسرے دائرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی مصباح آ رہی تھی ایسے ہی صبح کے چار بج گئے کچھ دیر بعد تیز ہوا چلنا شروع ہوئی وہ اتنی تیز ہوتی جا رہی تھی کہ وہ ایک دوسرے کا سہارا لیتے تو دائرے سے باہر نکل جاتے مصباح نے اپنا دائرہ ایک ستون کے ساتھ

لگا یا تھا تاکہ اس کے ساتھ ٹپک لگا کر چلے کا مل کر سکے وہ بھی تیز ہوا کے وقت ستون کے ساتھ چپٹ گئی ہوا کی توان کے سامنے ایک نہایت ہی حسین ڈیسل لڑکی ظاہر ہوئی مصباح نے ہمت کرتے ہوئے پوچھا کہ کون ہو تم۔ اور ہماری دوست نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم نے سہاگ رات کو اس کی ساری خوشیاں چھین کر موت کی نیند ملا دیا وہ لڑکی خاموش رہی تو مصباح نے قہقہے لگائے اور پوچھا کہ اس پر بھونک ماری تو اس کی آنکھوں سے تکلیف کی وجہ سے آنسو جاری ہو گئے یہ دیکھ کر مصباح نے ورہ چھڑ کر دیا اور پوچھا آپ بتاؤ تو سہی کہ کیا جرم کیا تھا جو رن فرینڈ نے جو تم نے اس کے ساتھ دینا کیا وہ خاموش کھڑی رہی کچھ دیر بعد ٹریج کر بولی یہ اتنی تصویر تھا جو میرے ساتھ ایسا کیا گیا مصباح اس کی آواز سن کر ڈرتی مگر ہمت کی ہمیں بتاؤ تو سہی کہ کیا ہوا آپ کے ساتھ اور ہماری طرف سے کیا تصویر تھا وہ کچھ دیر تو خاموش رہی پھر وہ اپنی داستان سناتے لگی۔

آج سے پندرہ سال پہلے کی بات ہے جب میں بی اے کا امتحان دیتے فیسروں کے ماتھے پر پام کیا تو مجھے چہر کی جاب مل گئی میں بہت خوش تھی کہ اب ہمارے بھی اچھے دن آنے والے ہیں کیوں کہ میرے ماں باپ بہت ہی غریب تھے میں نے بہنوں کو یونیورسٹی پر حایر کرنا پنا فریہ کیا تھا بس فیس اس بات کی تھی کہ میری پوسٹ بہت دور ایک گاؤں میں ہوئی۔ لیکن میں نے اس کی فکر نہ کی اور اپنے ماں باپ کی دعا لے کر اس گاؤں کی طرف چل دی۔ لیکن یہاں پر صرف ایک ہی نام کا رات تھا سب گاؤں والے اس کے کھیتوں پر سارا دن کام کرتے تھے اس کے بدلے میں ان کو صرف دو نام کی روٹی تھی وہ نام چوبدری سلطان کا تھا وہ اور اس کے دو دوست بہت ہی ظالم تھے ہم نام کی ان میں کوئی چیز نہ تھی سب گاؤں والے اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بیچ سے

اور کہا آپ غلط نہ کریں ہم چوہدری سلطان کے ظلم سے
گھٹاؤں والوں کو ضرور نجات دلاؤں گے میں آج ہی
انسپکٹر راشد کو تحقیقات کرنے کا حکم دیتا ہوں مگر آپ
کا شک یہ کہ آپ نے جو اس کی اطلاع دی آپ
اطمینان سے اپنا جاؤ اور اپنا کام کرو میں وہاں سے
خوشی خوشی گھر آؤں گی اسی جان نے بہت مشکل سے
جانے کی اجازت دی اور کہا کہ بیٹی ہم ہر اتوار کو
تیرے آنے کا انتظار کیا کریں گے۔ میں اپنی ماما کی
دعا لے کر گھٹاؤں واپس آئی۔

چوہدری سلطان کے ملازم خاص نے آکر
چوہدری سلطان کو انسپکٹر راشد کے آنے کی اطلاع دی
چوہدری سلطان مسکراہٹ سجائے ہوئے دروازے کی
طرف بڑھا آؤں گے آج اتنے دنوں کے بعد کیسے بھو
ل کر چار دیواری طرف آ گئے انسپکٹر راشد چوہدری کے گھر
پہنچا ہوا ہوا۔ چوہدری خبر بہت ہی سخت ہے اوپر سے حکم
جس پر ہوا ہے آپ نے بارے میں تحقیقات کئے لیے وہ جو
اپنے گاؤں میں بچہ بچہ آئی ہے اس کو بچہ زبا دوی
کر رہی ہے کل ڈسٹرکٹ آفیسر سے مل کر آئی ہے انسپکٹر
صاحب آپ تفتیش نہ لیں ہم اس کا کام تمام کر دیتے
ہیں نہ سب کا بانس نہ بے کی بانسری۔

چوہدری سلطان کی نوکرائی میرے پاس آئی
احمد بول میڈم تمہاری آپ تو بہت ہی اچھی ہو جو اتنے
بڑے شہر سے پڑھ کر ہمارے چھوٹے سے گاؤں میں
پڑھانے آئی ہو میں نے کہا کہ میں پڑھانے کا شوق
رہتی ہوں مگر یہاں تو کوئی پڑھنے ہی نہیں آتا ہے وہ
بولی میڈم جی آپ چوہدری سے بات کیوں نہیں کرتی
ہو وہ پڑھائی کے معاملے میں بہت اچھا اٹھان رکھتے
ہیں وہ اسی طرح چوہدری سلطان کے بارے میں
پوچھیں گے کہ بیٹی تو میرے دل میں بچن خیل پیدا ہوا
کہ کیوں نہ ایک بار چوہدری سے بات کی جائے اس
لیے میں اس نوکرائی جس نیا چاہا نام عاصم بتا رہی
چوہدری سلطان کی حویلی کی طرف پہلی گئی چوہدری

شام تک ان کے لیے کام کرتے تھے اس لیے سکول کی
صرف غارت ہی تھی اس میں بھی چوہدری سلطان
کے نوکر اور دوست ہر وقت شراب پیتے رہتے تھے
میرے تین دن ہی طرح گزر گئے۔ مگر ایک بھی بچہ
سکول پڑھنے کے لیے نہ آیا۔ چوتھے روز میں نے
فیصلہ کیا کہ میں ہر گھر جاؤں گی اور اسی لوگوں کی تعلیم
کی طرف توجہ دلاؤں گی آج کا دن بھی بس ایسے ہی
بیٹ گیا۔ شام کو میں ایک گھر میں گئی اور اسی سے بچوں
کو سکول بھیجنے کی بات کی مگر وہ لوگ تیار نہ ہوئے وہ
کہتے تھے کہ اگر ہمارے بچے چوہدری سلطان کے
پاں کام نہیں کریں تو ان کو روٹی بھی نصیب نہیں
ہوگی۔ میں دوسرے گھر گئی ان کا بھی یہی جواب تھا
تقریباً سب گھٹاؤں والوں کا یہی جواب جب ملا تو میں
نے ان لوگوں کو ہمت دلائی کہ آپ لوگ چوہدری
سلطان سے متاثر نہ رہتے کیوں ہیں۔ تم لوگوں کی پولیس
مدد نہیں کرتی۔ مگر وہ لوگ تو جیسے صرف ہی اس لیے
پیدا ہوئے ہوں کہ تمام زندگی چوہدری کے ظلم دکھ
گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی میرا ساتھ نہ دیا
میں نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ میں بھی ضرور ان لوگوں کو
چوہدری سلطان کے قبر سے بچاؤں گی۔ یہی سوچ کر
میں واپس شہر آئی میری ماما میرے آنے پر بہت خوش
ہوئی مجھ سے پلٹ کر رو پڑی کہ بیٹی تیرے بغیر ہمارا
دل نہیں لگتا تم یہ نوکرائی چھوڑ دو تیرا میری نظروں کے
سامنے گاؤں کے مظلوم لوگ گھوم رہے تھے میں نے
بڑی مشکل سے اپنی ماما کو راضی کیا۔

اگلے دن ڈی آئی جی سے ملی اور چوہدری
سلطان کے ظلم کے بارے میں تفصیل سے بتایا کہ وہ
کس طرح غریب گاؤں والوں پر ظلم کرتا ہے ان کے
چھوٹے چھوٹے معنوم بچے جن کی عمر بھی کھینے کی
ہے ان سے سخت کام لیتا ہے اگر کوئی کام کرنے سے
انکار کر دے تو اس کی سزا صرف موت ہوتی ہے جب
ڈی آئی جی صاحب نے میری بات سنی تو اٹھ کھڑا ہوا

سلطان نے مجھے اپنی حویلی کی طرف آتا ہوا دیکھ کر دروازے کی طرف بڑھا اور بولا اچھا تو یہ ہیں ہمارے وہ مس تھی جو ہمارے کچاؤں میں بچوں کو پڑھانے آئی ہیں جو بدری صاحب کے ہونے پر وہاں تھے میں جو بدری کا رویہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہ تو کتنے ہی اچھے انسان ہیں اور کلاس والے تو ان کے ظلم کی داستان سناتے ہوئے دوتے ہیں۔ جو بدری نے میری بہت قدر کی اور کہا۔

جی تمہارا نام پر احسان ہے جو اتنی دور سے آپ ہمارے بچوں کو پڑھانے آئی ہو ورنہ تو یہ سکول پانچ سالوں سے بند پڑا تھا محکم تعلیم نے تو ہماری طرف توجہ ہی نہیں دی۔ مگر یہ تمہارا اپنا ہی گھر ہے جب چاہو یہاں آ سکتی ہو۔ میں ان کی باتیں سن کر بہت ہی خوش ہوئی اب جب جو بدری سلطان ہی میرے آنے پر خوش ہیں تو ضرور بچوں کو بھی پڑھنے کے لیے سکول کھلیں گے میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ چھوٹے بچوں کے کام مت لیا کرو جگہ ان کو سکول بھیجا کرو۔ تو ہوئے۔

میں کل سے سب بچے سکول آئیں گے اور کوئی تعیم ہو تو فرمائیں۔ میں نے جب جو بدری صاحب کا یہ راویہ دیکھا تو مجھے بہت شرمندگی ہوئی کہ میں صرف لوگوں کی باتوں میں آکر جو بدری سلطان کے خلاف ہو گئی تھی اور یہاں تک کہ میں ڈسٹرکٹ آفیسر سے بھی ان کے خلاف اپیل کر آئی ہوں میں نے شرمندگی سے جو بدری کو تمام باتیں بتا کر معافی مانگی۔ وہ میری باتیں سن کر مسکراتے ہوئے بولے۔

اب تو تم کو تب ہی معافی ملے گی جب تم ہمارے ساتھ شام کا کھانا کھاؤ گی۔ انکی یہ شفقت دیکھ کر میں بھی مسکرا دی اتنی دیر میں ان کی نوکرانی عاصمہ جگمگ میں پانی لئے آگئی میں نے پانی پیا اور جو بدری سے شام کا کھانا کھا کر واپس آئی۔ آج میں ہی خوش تھی میں بچوں کے نہیں۔ اب ہی تھی میں سکول کے آگئیں ہیں

چھوٹے چھوٹے بچوں کو مسکراتا ہوا دیکھ رہی تھی کہ کل سے یہ سکول آتا ہوا جانے گا۔ لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ کل میری سچ بھی نہیں ہوگی۔ شام کے وقت جو بدری کی نوکرانی عاصمہ میرے پاس آگئی اور مجھے کہا میڈم جی آؤ چلیں جو بدری صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں میں ان کی باتوں کے پتھر میں آکر حویلی کی طرف آگئی جو بدری اور اس کے دوست لالہ میں بیٹھے ہوئے تھے مجھے آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوئے جو بدری نے کہا آؤ بیٹی ہم کب سے تمہارا انتظار کر رہے تھے گھر میں ان کے ساتھ کھانے کی میز پر آگئی۔ جہاں پر جو بدری سلطان اور ان کی بیوی کے ساتھ میں نے کھانا کھایا کچھ دیر جو بدری صاحب کی بیوی کے ساتھ باتیں کیں وہ باتیں ہی اچھی تھیں وہ مجھے ہر بات پر بتاتی تھیں کہ یہ کبھی جب میں نے کچھ دیر بعد گھر جانے کی اجازت چاہی تو وہ مجھے خود میرے گھر لے کر چھوٹے آگئیں میں نے بہت کہا کہ آئی گی آپ میرے دو گھر وہ اذرا کہ شفقت میرے ساتھ ہی میرے گھر آگئی۔ اور بولی۔

جی میں تم سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں۔
جی آئی ظلم کریں۔

وہ کچھ دیر خاموش رہیں پھر بولی جی میری بات کا یقین کرو اور اسی وقت یہاں سے چلی جاؤ تو اس میں تمہاری بھالی ہے جو بدری کا رویہ ہونے لگا ہے یہ حقیقت نہیں ہے ہاں۔ ضرور تمہارے ساتھ سازش ہے میں نے جب یہ سنا تو مجھے ان کی باتوں پر یقین ہی نہ آیا مگر جب آگئی نے مجھے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے بارے میں بتایا تو میں کاٹھن کی آئی جو مجھے ہنس مسکراتی نظر آتی ہیں وہ کس کمرپ سے کمروری ہیں اب یہ باتیں اور بتاتی تھی کہ جو بدری سلطان اپنے کارندوں کے ساتھ میرے گھر میں آتا ہے۔ کیونکہ جو بدری سلطان نے میرے کھانے میں نشے کی روغنوں کی کمی اور ان کے گلمان میں اب تک

باباجی میں اپنا انتقام لینا چاہتی ہوں۔
باباجی بولے جی کچھ صبر کرو وہ وقت دور نہیں
سے جب تم چوہدری سلطان جیتے شیطان پر قہر بن کر
نوں کوئی صبر کرو میں صبر کرو۔

میں نے کہا باباجی مجھے کب تک صبر کرنا ہوگا
میری روئے ہے جیتے ہے چوہدری سلطان اور اس کے
ساتھیوں سے انتقام لینے کے لیے باباجی مجھ سے اور
اب صبر نہیں ہوتا باباجی نے کہا۔ کہ میرا ایک مشاعرہ
ایک مشن پر لکھا ہوا ہے جس میں وہ واپس آئے گا تو
پھر تم چوہدری سلطان سے اپنا انتقام لینا میں نے
باباجی کے پاس سنا قبرستان میں رہنا شروع کر دیا۔
کیونکہ یہاں میری روح کو سکون ملتا تھا کبھی کبھی میں
چوہدری کی جوتی کی طرف پٹی جاتی تھی وہاں ہر
طرف چوہدری کا ہی رات نہاتا کوئی بھی ان سے
بات نہ کر لے لے کر جرات نہیں کرتا تھا۔ چوہدری سلطان
نے اپنی کوئی اذیت نہ دے کر مار دیا تھا اس طرح
میں ساتھی کا عرصہ بیت کیا میرے ماما پاپا بھی میرا
انتظار کرتے کرتے اس جہاں سے روانہ ہو چکے تھے
وہ آخری ساتھی تھے میرا انتظار کرتے رہے۔ مگر کچھ کیا
معلوم تھا کہ میرے ساتھ کیا جیتی تھی چوہدری کی اپنی
جوتی میں ہر روز ظلم ڈھاتا تھا مگر کوئی بھی اس کے سامنے
بات کرنے کی جرات نہیں کرتا۔

ایک دن باباجی کی گلیاں میں داخل ہوئی تو باباجی
بڑھے آنکھیں بند کئے کچھ پڑھ رہے تھے اور ان کے
سامنے ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکا سر جھکا کے بیٹھا
ہوا تھا میں کچھ فاصلہ پر کھڑی ہوئی تم کہہ رہی کیوں نہ
اگر انداز لگائی ہو تو جیتے جاؤ۔ باباجی نے آنکھیں بند کئے
ہوئے بولے۔ میں لڑکے سے کچھ فاصلہ پر بیٹھ گئی۔
باباجی اجازت نہ تو میں جاؤں لڑکا فراقی ہوئی آواز
میں نہ آئی۔ اس کی خوبصورت آواز کانوں میں رسی بھول
رہی تھی باباجی نے کہا۔

مجھے بے ہوش ہو جانا چاہیے تھا مگر جب اس نے مجھے
اور اپنی گلیاں میں گرتے ہوئے دیکھا تو اس نے اپنی
کے بل پکڑ کر گھیسٹ کر کھینچنا شروع کر دیا۔ کہ کم ذات
کم بخت تو چوہدری کو تو کہہ دیتا ہے تیری جرات کیسے
ہوئی کہ ہمارے حکم کے خلاف درزی کرے گی وہ دووا
جو میں نے کھانے میں لانے کے لیے دی تھی
چوہدری نے اپنے کارندوں سے کہا کہ اس کو جوتی
میں لے آؤ اپنی دیر میں اس کے کچھ سا بھی بھی آگئے
میں نے سب کی باتیں کیں کہ مجھے جانے دو میں بھی
بھی بھول کر واپس نہیں آؤں گی۔ مگر چوہدری نے
میری ایک نہ سنی میں پختی چٹائی رخی اور وہ لوگ
میرے عزت کو یہ یاد کرتے رہے۔ میں اب زندہ نہیں
رہنا چاہتی تھی میں نے چوہدری سے کہا میں اپنا انتقام
لینے سفر اتر آؤں گی یہ کہہ کر میں نے ان کے سامنے ہی
خیمہ اپنے ہیٹ میں ٹھونپ دیا جب چوہدری نے دیکھا
وہاں سے خشک گیا۔ میں دن میری لاش کمرے میں
خی پڑی رہی پوچھی رات چوہدری کے نوٹروں نے
آکر میرے کمرے میں گڑھا کھود کر میری لاش کو اس
میں ڈال دیا۔ میری راس بے چین تھی بدلے کے لیے مگر
میں کچھ نہ کر سکی میں چوہدری سلطان کو دیکھتی وہ تو ہر
لگا کر گزر جاتا۔

ایک دن میں قبرستان میں گئی تو وہاں ایک بابا
بہت کچھ پڑھ رہا تھا میری رون کو ان کے پاس کچھ
سکون ملا تو میں خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ گئی کچھ
دیر بعد انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور میری طرف
دیکھا میں نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی تمام
واستائیں ان کو سنا دی۔ تو انہوں نے پھر اپنی آنکھیں
بند کر لیں جب کچھ دیر بعد انہوں نے اپنی آنکھیں
کھولیں تو انکی آنکھیں انکاروں کی طرح سرخ ہو چکی
تھیں۔ مجھے کہا۔

بہی جو تجھ پر ظلم ہوا ہے مجھے سب پر چل گیا ہے
میں نے کہا۔

اس مشن کے ساتھ ساتھ اب ایک اور مشن بھی پورا کرنا ہے۔
وہ کیا باباجی۔

باباجی نے میری طرف منہ کر کے پھونک ماری تو میری روح اس کو دکھائی دی۔ اس نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر باباجی نے میری تمام داستان اس کو سنادی۔ جب اس نے یہ داستان سنی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر باباجی مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہا۔ بھئی میں نے کہا تھا کہ صبر کر، صبر کر میرا ایک شاگرد مشن پر گیا ہوا ہے جب وہ واپس آئے گا تو تم اپنا انتقام لے لیگا۔ وہ یہ ہے اور اس کا نام ہے ندیم عباس۔ میں نے احسان مند نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ بولا میری بہن میں یہاں نہیں تھا مگر اب آپ پر ہونے والے سب ظلم کا ایک ایک حساب دلواؤں گا۔

میں نے کہا بھائی جان آپ کا یہ مجھ پر احسان ہوگا۔ اس نے کہا بہن کسی بات میں گرتی ہو بھلا بھائی کا بھی کوئی اپنی بہن پر احسان ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے کچھ پڑھ کر مجھ پر پھونک ماری تو میری اندھا آنکھ نے والی اور غائب ہونے طاقت آ گئی۔ آج میں بہت خوش ہوئی کہ اب میں چوہدری سے اپنے کئے کا بدلہ لوں گی۔ انہوں نے کہا آج ہمارا پہلا شکار اس کا خاص آدمی ہوگا۔ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ہم دونوں ہی چوہدری کی حویلی میں جا پہنچے جہاں اس کا خاص آدمی سویا ہوا تھا ہم نے جاتے ہی اس کو دھڑلایا اور اس کی آنکھیں دل نکال لیے میں وہاں سے سیدھی چوہدری کے کمرے میں گئی اسے میں نے بالوں سے پکڑ کر کہیں پکڑا تو وہ کانپ اٹھا اس کی بیوی بھی لٹخے لٹخی۔ مجھے اپنے سامنے وہ تکیہ کردکانپ سا لیا۔

تم۔ تم زندہ ہو۔
بابا بابا۔ ہاں چوہدری میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ میں ایک دن تم اپنا انتقام لینے نہ برداؤں گی سو

آگئی ہو یہ لو میرا پہلا اتنا کہہ کر میں اس کے ساتھی کو آنگھیں اور دل اس کے سامنے رکھ دیتے اب میں تمہارے پورے خاندان کو ایسی ہی موت ماروں گی جس یہ بتائے آئی تھی کہ کل تیرے بیٹے کی بادی ہے جو شہر سے کل واپس آ رہا ہے۔ اتنا کہہ کر میں واپس باباجی کے پاس آ گئی۔

اگلے دن چوہدری سلطان کا بیٹا دلاور شہر سے گھر آ رہا تھا کہ جنگل میں اچانک اس کی کار خراب ہو گئی اس نے گاڑی کو چیک کیا تو پانی ختم ہو گیا تھا اس نے کہیں اٹھایا اور پیشے کی طرف چلا گیا پانی بھر کر واپس آیا تو میں اس کی گاڑی کے پاس کھڑی تھی مجھے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں جوس ابھرنے لگی میں اس کی آنکھوں کا مطلب سمجھ گئی بھی بولا
اسے لڑکی تو کون ہے اور یہاں جنگل میں کیا کر رہی ہو۔

میں تیری موت ہوں تیرا ہی انتظار کر رہی تھی۔
میری بات سن کر اس نے قہقہہ لگانا شروع کر دیئے۔ اور بولا۔

تو شاید نہیں جانتی ہو کہ میں کون ہوں۔
ہاں میں جانتی ہوں کہ تم کون ہو گھٹیا باپ کی گندمی اولاد ہو۔ آج تیرے باپ کی وجہ سے تیری موت میرے ہاتھوں لکھی ہوئی ہے۔ اتنا کہتے ہی میں نے اپنا حلیہ بدل لیا مجھے نئے ڈرائیو کے روپ میں دیکھ کر وہ کانپ سا گیا۔ دور میں کر سنے لگا۔ کہ مجھے معاف کر دو مگر مجھ پر انتقام کا بھوت سوار تھا میں بولا اس کو کیسے معاف کر سکتی تھی۔ میں نے اس کو مہر چاک موت دینی اور اس کی آنکھیں اور دل نکال کر چوہدری کے پاس لے گئی اور کہا یہ لو چوہدری یہ تیرے بیٹے کا دل اور آنکھیں ہیں کل سے تمہارے نو لروں کی بادی ہو گئی۔ پھر میں نے اس کے دوستوں کا بھی وہی حال کیا جو دلاور کا کیا تھا۔

بھائی جان کو رنجیت سنگھ کے بیٹے کے مقابلے

کے لیے کوہ قاف جانا پڑا میری طاقت اسکے بغیر
 اوجھری تھی کوئی جاوڑ کر میری روح کو اپنے قبضہ میں
 کر سکتا تھا اس لیے میں بھی ان کے ساتھ کوہ قاف چلی
 گئی اسی طرح دس سال بیت گئے۔ اور چوہدری
 سلطان گاؤں چھوڑ کر شہر آباد ہو گیا۔ آنکھوں پہلے مجھے
 پتہ چلا کہ چوہدری کی بیٹی کی شادی ہے۔ میں کیسے
 برداشت کر سکتی تھی کہ دوسروں کی بیٹیوں کو برہادر کرنے
 والا اپنی بیٹی کی خوش منائے سو اس لیے میں نے ان کی
 بیٹی کی جان لے لی اب چوہدری سلطان اور اس کے
 چھوٹے بیٹے بلاول کی باری ہے۔ یہ کہہ کر صبا کی
 روح چپ ہوئی۔

مصباح بولی۔ مگر اب ہم تمہیں ایسا نہیں کرنے
 دیں گے۔ تم نے چوہدری سے انتقام لینا تھا اس سے
 لیتی ہماری پیاری دوست کو کیوں مار دیا۔

باں باں میں سب کو ماروں گی جو جو بھی
 میرے راستے کی دیوار بننے کی کوشش کرے گا میں اس
 کو بھی ماروں گی۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گئی چوہدری
 سلطان اور اس کا بیٹا اپنی بیٹی کی موت پر غمگین بیٹھے
 ہوئے تھے صبا کو دیکھتے ہی وہ اس کے پاؤں پر گرا
 اور بولا جو غلطی میں نے کی تھی اس کی بڑا مجھے ہی دو
 میرے خاندان کو کچھ مت کہو۔

نہیں چوہدری نہیں میں کسی کو بھی زندہ نہیں
 چھوڑوں گی بابا۔ آج میرا آخری دشمن بھی ختم
 ہو جائے گا۔ پوری حویلی میں صبا کے قہقہے گونج رہے
 تھے چوہدری اور اس کا بیٹا۔ تھر تھر کانپ رہے تھے
 بلاول نے بھاگنا چاہا مگر صبا کے ہاتھوں سے نہ پایا اتنی
 دیر میں مصباح بھی اپنے گروپ کے ساتھ وہاں پہنچ
 گئی۔ اور بولی۔ رک جا صبا تیرا کھیل ختم اس نے
 دروازہ کھولا پانی صبا کی طرف اچھال دیا۔ کہ اچانک
 ایک چہرہ سامنے آ گیا صبا کے۔ مصباح نے جب اس
 چہرے کو دیکھا تو بس دیکھتی ہی رہ گئی۔ وہ آج سے کئی
 سال پہلے چلی گئی اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں

وہ بھولی مٹی تھی کہ وہ کیا کرنے آئی تھی وہ چہرہ ندیم
 عباس کا تھا۔ اتنی دیر میں صبا نے چوہدری اور اس کے
 بیٹے کو مار ڈالا تھا۔ تاویہ نے مصباح کو بلایا تو مصباح
 خیا لوں کی دنیا سے واپس آئی اور دوڑ کر ندیم عباس
 کے گلے لگ گئی نوید اور طالب کے سوا سب کے ہی
 مت حیرت سے کھلے کے کھلے دیکھتے ندیم عباس نے کہا
 یا راب ہٹ بھی جاؤ سب دیکھ رہے ہیں تب جا کر
 مصباح کو احساس ہوا اور وہ شرمندہ ہوتے ہوئے
 انگ ہو گئی۔ تب صبا آگے بڑھی اور بولی اوئے
 میرے بھائی پر کیوں قبضہ جمار ہی ہو دیکھ لیا ماں کہ
 میرے بھائی میں کتنا دم ہے صبا بات کر دے مجھے کس
 دائرے میں قید کرنا ہے۔ مصباح تو ندیم عباس کو ہی
 دیکھے جا رہی تھی تاویہ آگے بڑھی تو مصباح نے کہا
 آبی جان یہ میں وہ ندیم عباس جن کا میں آپ سے
 ذکر میں آپ سے کیا کرتی ہوں جب میرا ہور فرخندہ
 نے مجھ پر یہ بات سنی تو ان کی بس حالت ایسی تھی کہ جیسے
 ان کی کھڑے کھڑے روح ہی پرواز کر گئی ہو وہ بس
 ایک نظر ندیم عباس کو دیکھے جا رہی تھیں مصباح نے
 ان کی نظروں کے سامنے ہاتھ لہرایا کہ ہار تم لوگ کہیں
 نظر ہی نہ لگاؤ تب جا کر سب مسکرا دیے۔

میرے بھائی میں آپ کا شکر یہ ادا کرتی ہوں
 کہ آپ نے میری مدد کی۔ صبا آگے بڑھتے ہوئے
 بولی بس میرا ایک کام ہو کر دینا کہ میری لاش کو اسلامی
 طریقے سے دفن کر دینا۔ تاکہ میری روح کو بھی سکون
 مل سکے۔ ندیم عباس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔
 اور پھر دوسرے دن ہی وہ سب لوگ اسی گاؤں میں
 گئے اور جا کر اس کی لاش کو ڈھونڈ کر اسلامی طریقے
 سے دفن کر دیا۔ کیسی گلی میری شوری اپنی رائے سے
 ضرور نوازے گا مجھے شدت سے انتہا رہے گا۔

ہنی مسون

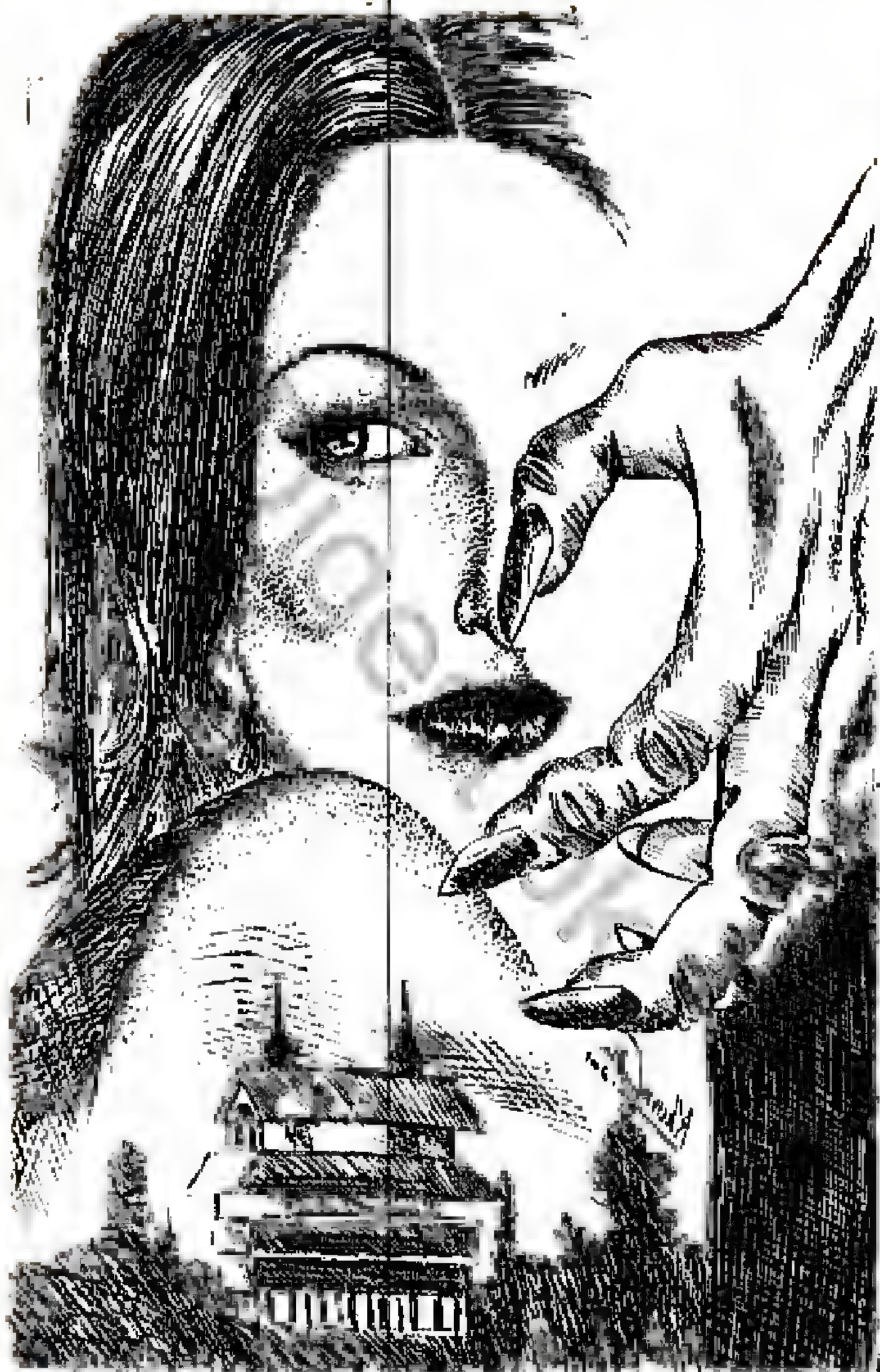
۔۔۔ تحریر: کاشف عبید کاوش۔ بے موڑی، ٹھہرام۔ 0331.9352945

بادشاہ جو کہ چڑیلوں کا سردار تھا بہت ہی خوفناک تھا اس نے ان چاروں سے کہا کہ مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگ کیوں آئے ہو میں آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے دونوں لڑکیاں اور لڑکے کو چھوڑوں گا مگر ایک شرط پر وہ یہ کہ جب میں چاہوں ان دونوں کو ایک کے پاس سے بلا سکتا ہوں اگر آپ نے پھر انکار کیا تو میں آپ کے چڑیلوں کو تیار کر دوں ہولو منظور ہے چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہاں آپ کہاں اور اٹھل کود بائیں ہم ان سے مشورہ کر نہیں تھوڑی دیر بعد دونوں وہاں ان کے پاس آگئے ان کے ساتھ ان کی بیوی اور شوہر بھی تھے۔ بیوی اور شوہر بہت ہی بد صورت تھے آنکھیں اور ناک ان لوگوں میں بہت ہی خوبصورت لگ رہے تھے اگلے نے ان سے مشورہ دیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس دنیا میں بہت ہی خوش ہیں اگر بابا ہم کو بہت یاد کرتے ہیں تو ہم ان کی خوشی کے لیے تھوڑے دنوں کے لیے اپنی دنیا میں ضرور جائیں گے۔ ان کی باتیں سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور ان کو جانے کی اجازت دے دی۔ لہذا وہ یورپ ہائیس کے لیے چل دیے۔ بعد میں ان کو بابا کی آواز سنائی دی کہ بچہ اسے منہ میں مسواک رکھ کر کوانہوں نے اسے منہ میں مسواک رکھ کر اس کی بیوی بھی دنیا میں آگئی اب گئی بابا کی آواز پھر سنائی دی کہ پھر مرنے کی طرف پھینک دیا جائے گی پھر مرنے کی طرف پھینک دی اس کے ساتھ ہی وہ چاروں بے ہوش ہو گئے۔ ایک دن آپ اور مرنے کی طرف پھینک دی گئی۔

ساتھ والی مرنے سے اٹھتے ہوئے کہا تھا کہ میں آپ نے اب مجھے بھی ذرا ہاتھ دینا چاہئے اب تک ناظر اور فلیم کی چاہتے رہیں گے۔ اگلے اتنا کہہ کر وہاں ہو گیا اور بعد یہ نے جی میں جواب دے کر ایک طرف دیکھتے ہیں مسروٹ ہو گئی اور سوچنے لگی کہ ہمیں کوئی بندہ لانا چاہئے تھا جو کشتی چلا رہا تھا تو عمر اب کیا ہو سکتا تھا ان چار بندوں کی ذاتی کشتی اب آبادی سے بہت دور اگلے پہلی کشتی اسے کشتی سمندر میں رواں دواں تھی اپنی منزل کی جانب کشتی میں ان چاروں نے اپنی ضرورت کی تمام اشیاء اپنے ساتھ رکھی تھیں اب یہ لوگ کشتی میں دوا کر ایک دور ہوا میرے کی جانب رواں دواں تھے اگلے اور ناصر دونوں کمرے تھے اور دوست بھی یہ دونوں کمرے سے ہی ایک جان دوا کر تھے کاش کے زمانے میں ان دونوں کی بیوی

کشتی سمندر میں رواں دواں تھی کشتی میں چار دوست غلام تھے اور کیاں اور دو لڑکے شاید یہ چاروں سیر کے لیے نکلے تھے جب کہ تو اتنے خوش تھے چاروں طرف پانی ہی پانی تھا نیلے سمندر میں یہ نو شاہی شہر دو جھولے بہت خوش نظر آ رہے تھے عجیب بات یہ تھی کہ ان دنوں منانے کے لیے اس دو جھولے نے سمندر کو کیوں ترجیح دی تھی شاید یہ دنیا کے نظروں سے چھپ کر اپنی دواں منانا چاہتے تھے اور ایک دوسرے کو کچھ طرح جاننے کی کوشش میں تھے غرض کوئی کچھ لڑکے سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

اگلے جاؤ اب تم بھی ذرا کشتی چلاؤ ماں ناظر تو تھک گیا ہے بچاؤ۔
انہوں نے اپنی بیوی سعدیہ کی بات سن کر ان کی



سعد یہ اور غلام سے ہوئی تھی یہ دوستی رفتہ رفتہ محبت اور پھر محبت کے پروان چڑھتی گئی۔ عشق کی دوستی ایک سال بعد شادی کے روپ میں آگئی چنانچہ آج ان چاروں کی شادی کی پانچواں دن تھا اور انی سون کے لیے ان نو شادی شدہ جوڑوں نے وہ جزیرے میں جانے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ اہل اور ناصر کا تپا ابو ظیل جبران جوہنی کے دور سے ہی ان جزیرے میں آباد تھا وہاں کے راج کمار کی غلیل جبران کو پسند کیا تھا راج کمار کی مالاوتی اپنے قبیلے کے کسی فرد سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی چنانچہ والدین نے لاٹلی بنی کیشتو کو یہ نظر رکھتے ہوئے غلیل جبران سے اس کی شادی کی اصل واقعہ کچھ یوں تھا کہ اہل اور ناصر کا دادا اور غلیل جبران کے والد اپنے زمانے میں ایک بڑا تاجر تھا ان کا کاروبار چاروں ملکوں میں ہوتا تھا ایک دن والد نے غلیل جبران کو ساتھ لیے ہوئے سندری سفر پر روانہ ہو گیا وہاں پر بہت زور کا طوفان آنے لگا تھا جلد ہی جہاز میں لوگوں کو ایک جزیرہ دکھائی دیا چنانچہ طوفان سے بچنے کے لیے جہاز کا رخ جزیرے کی جانب کر دیا وہاں پر پہنچ کر سب جبران رہ گئے کیونکہ وہاں جنگلی قسم کے لوگ رہتے تھے پہلے تو یہ لوگ گھبرائے لیکن جنگلی قسم کے لوگوں نے ان جہاز والوں کو خوش آمدید کہا اور جہاز کو محفوظ کر کے لگوں کو محفوظ مقام تک پہنچایا اور قبیلے کے سردار جہاز کے لوگوں کی بہت خاطر مدارت کی بہت عزت دی لیکن سردار کی بیٹی کے غلیل جبران کو پہلے ہی نظر میں پسند کر لیا تھا لہذا اس نے باپ سے اپنی پسند کا اظہار کیا اور پھر سردار نے غلیل جبران کے والد سے بات کی جبران کا والد تو ان لوگوں کا بہت مشہور تھا ان لوگوں کا دل توڑتا نہیں چاہتا تھا لہذا اس نے اپنے بیٹے کو راضی کیا۔ اور اس طرح یہ شادی ہو گئی۔ پھر ان لوگوں نے غلیل جبران کو اپنے گھر اور قبیلے میں ہی رکھ لیا۔ غلیل جبران کو گھر جانے نہ دیا اور ان کے والد سے کہا کہ اگر آپ بھی پر

رہنا چاہتے ہو تو بالکل رہ سکتے ہیں اگر آپ وہاں چاہتے ہیں تو بالکل جا سکتے ہیں اور جبران کا دل بھی وہاں جزیرے میں لگا رہا ہے نے بیٹے کی خوشی کو دیکھ کر گھر کی راوی اور بھی بھی ملنے آتا چاہتا رہتا۔ پھر جبران کا والد فوت ہو گیا۔ اور ان کے اور بیٹے اور نو سوتے وغیرہ بھی بھی بھی جزیرے کا رخ کرتے جزیرے والے بہت خوش ہوتے تھے اور ان لوگوں نے بعد میں غلیل جبران کو دہا سردار بنایا تھا کیونکہ وہ بہت ایماندار اور خوش مزاج تھا اب ناصر اور اہل بھی اپنے بیویوں کے ساتھ ایک سال بعد جزیرے کی جانب روانہ تھے پور چاروں بہت ہی خوش نظر آ رہے تھے لیکن غلیل اور سعد یہ بہت خوش نہیں کیونکہ وہاں جانا ان دونوں کا پہلی بار اتفاق تھا ناصر اور اہل تو پہلے ہی آتے جاتے رہتے تھے لیکن آج ایک سال بعد دونوں اپنے محبوبوں کے ساتھ جزیرے کی جانب بھی روانہ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ رات میں بھی اہل اور بھی ناصر نے شیش کو چلا یا ایک دوسرے کا ہاتھ بنایا اور اسی طرح تھوڑی دیر بعد کئی جزیرے کے نزدیک پہنچ گئی جزیرے کے قریب پہنچ کر چاروں کو دھچکا لگا کیونکہ جزیرے میں پہلی جیسی رونق نہ تھی گرمی کے موسم میں بھی ہنر پورے اور دلیرت سہک جھپتے تھے پرندے کا نام و نشان تک نہ تھا قبیلے کے بہت کم لوگ ادھر ادھر گھوم رہے تھے سب کے چروں پر غم کے آثار نمایاں تھے۔ ان چاروں نے کشتی ایکس جانب کھڑی کر کے جزیرے پر قدم رکھا اس نے اہل اور ناصر کو پہچانا اور ان دونوں کو اور بیویوں کو ساتھ لے کر غلیل جبران کی حویلی میں داخل ہو گیا۔ کچھ راہداریوں کو کراس کر کے اب یہ چاروں غلیل جبران کے کمرے میں حاضر تھے غلیل جبران نے اپنے دونوں بہنوں کو ان کی بیویوں کے ساتھ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ اور دونوں کو شادی کی مبارک باد دی۔ کچھ دیر بعد دونوں کی چھٹی غلیل جبران

تہا رہے بچوں کو اپنی دنیا میں لے جانا چاہتے ہیں چنانچہ تم خوش رہو اس کے بعد وہ دھواں بن کر ہوا میں غلط ہو گیا میں نے بہت کوشش کی کہ سردار کو روک دوں مگر وہ کہاں رکنے والا تھا وہ چلا گیا اور میرے دونوں بچوں کو اپنے ساتھ لے گیا۔ ہم قبیلے والوں نے سردار اقبیلہ چھان مارا مگر میرے بچے کھسکے۔ طے مجھے امید ہے وہ سردار ضرور اپنے ساتھ ان کو لے گئے ہوں گے۔ اتنا کہہ کر ظلیل جبران رو نے لگا اور ساتھ مالا مال بھی رو نے لگی۔ ان چاروں کی بھی آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی۔ سعدیہ نے ایک خادم سے کہا کہ وہ جلدی پانی الے خادم نے پانی ہاتھ میں لے کر آ کر مالا مال اور ظلیل جبران نے پانی پیا اور پھر ظلیل جبران نے کہا کہ سردار کے جاتے ہی گاؤں کے سارے چھوٹے بچے مر گئے کچھ بوڑھے لوگ دوسرے بن کر رہ گئے اور ہمیشہ کے لیے ظالم سردار جاؤ مگر ان کے قمارے جزیرے پر خزان رقم کر دی ہم لوگ اپنے بچوں کو واپس نہیں لاسکتے تو آپ لوگ کہاں سے لائیں گے۔ اتنا کہہ کر ظلیل جبران کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ اہل نے کہا چا چا چا آپ فکر نہ کریں ہم بھرپور کوشش کریں گے اتنا کہہ کر اہل نے ایک آہ بھری لہرتیوں میں باتیں ہوئی رہیں اس کے بعد ظلیل جبران نے ایک خادم کو بلایا اور وہ اچاروں کو ان کے کمروں تک پہنچا کر آئے کیوں چاروں بہت تھک چکے تھے صبح سے شام تک کشتی میں سفر کر کے آئے تھے بعد میں چائے وغیرہ ان کے کمروں تک پہنچا دی گئی اور رات کا کھانا بھی ان دو جوڑوں نے کمروں میں کیا اہل اور سعدیہ نے جزیرے کے معاملے میں باتیں کی اور سو گئے اسی طرح ناصر اور نیلم نے بھی اس عجیب و غریب اچھے حالات پر بات کی اور سو گئے۔

صبح ان چاروں نے تقریباً نو بجے تک شاور لیا کپڑے بدلے مہینوں کے کمرے میں چلے گئے

کی بیوی مالا مال آئی وہ بھی بہت خوش ہوئی مگر جب ان چاروں نے اس میاں بیوی کو بخور دیکھا تو اصل میں وہ کچھ افسردہ تھے اہل پہنے ہمت کر کے اپنی چچی سے پوچھا کہ آپ لوگ کچھ مطمئن ہیں کیوں کیا ہوا ہے اہل کے سوال پر مالا مال نے کہا کہ ہم لوگ جڑی مسیت میں ہیں میں مہینوں سے اچھے ہوئے ہیں پتہ نہیں کیسا یہ سب کچھ ہوا ہے کیوں ہوا ہے اور ہم لوگوں پر کیوں ہوا ہے ہم لوگ کچھ بھی نہیں جانتے ہیں مالا مال نے اتنا کہہ کر سامنے رکھا ہوا بھولان کی جانب دیکھ لیا پھر ناصر نے ظلیل جبران سے پوچھا کہ آپ لوگ ایسی کون سی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ جین کا دل آپ کے پاس نہیں ہے۔ اگر ہم چاروں آپ لوگوں کے کام میں آتے ہیں تو ہمارے لیے بہت اعزاز کی بات ہوگی۔ نیلم اور سعدیہ حیران و پریشان کم سہم چٹھی ٹھیکس ناصر کی بات سن کر دونوں نے باہر میں باہر مالا مال اور ناصر کہا کہ ناصر ٹھیک کہہ رہا ہے۔ آپ لوگوں نے دیکھ لیا، دیکھا کہ اس گرمی کے موسم میں بھی ہمارے خونصورت جزیرے پر خزان آ گیا ہے قبیلے کے لوگ بھی پچھلے سال کی نسبت کم ہوتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ میری بیٹی اشلی اور بیٹا عثمان ایک دن جزیرے کے جنگل میں سیر کے لیے گئے تھے بد قسمتی سے جزیرے کے جنگل میں ان دیکھیں دیا گئے باقی جنگی سیر کے لیے آئے تھے ان دنوں دنیا کے سردار کے بیٹے نے میری بیٹی کو پسند کیا اور ہمیں نے سیر سے بیٹے عثمان کو خواہوں کا شہزادہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا سردار نے جب اپنے دونوں بچوں کو محبت کے جال میں دیکھا تو فوراً میرے پاس آ کر مجھ پر قابو ہوا اور اپنے دونوں بچوں کے لیے میرے بچوں کا ہاتھ مانگ لیا میں اپنے بچوں کو ان دیکھیں لوگوں کے سپرد نہیں کرنا چاہتا تھا انہیں کھونا نہیں چاہتا تھا لہذا میں نے انکار کر دیا مجھے اپنے دونوں بچے جان سے نریا اور عزیز تھے میرا فیصلہ بھی میں دیکھ کر سردار نے کہا ہم

وہاں سب نے مل کر مٹھنے کیا اور باتوں میں مصروف ہو گئے۔ معاملات کے سلجھنے کی باتیں کرنے لگے کچھ دیر بعد وہ اسی منوہن پر باتیں کرتے رہے سب نے اپنا اپنا خیال ظاہر کیا قبیلے کے بڑے بڑے لوگ بھی آگئے ان لوگوں نے بھی اپنی اپنی رائے دی۔ آخر کار وہ سب لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمیں شہر سے ایک بزرگ ہستی کو لانا ہوگا جو ہمارے بچوں کو دلچسپ لانے میں ہمیں کوئی ترکیب یا سراغ بتا دے اور پھر یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ بزرگ ہستی کو لانے کے لیے اکل اور ناصر اور قبیلے کے ایک دو بندے روانہ ہوں گے اور سعد یہ اور سلیم تب تک کے لیے رہیں گی۔ جب تک اکل اور ناصر واپس نہیں آتے سب اس فیصلہ پر بہت خوش تھے۔

کچھ دیر بعد اکل اور ناصر کی ذاتی مٹھی میں اکل ناصر اور قبیلے کے دو بندے سوار ہوئے اور شہر کی جانب چلتے گئے۔ شہر پہنچ کر ان لوگوں کو ایک مسجد سے ایک عظیم اور ایک بزرگ ہستی مل گئی۔ نہ صرف تمام کہانی ان کو سنادی اور ہمدردی کی خواہش کی اور انہوں نے قبول کر لی اور ان کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی۔ ان کو ساتھ لے کر یہ سب کشتی پر سوار ہو کر جزیرے کی طرف چل دیے۔ اور ایک لمبا سفر ہمدردی کرنے کے بعد دو جزیرے میں جا رہے۔ یہ لوگ جہراں کی حویلی کی جانب چل پڑے اور سلام دعا کے بعد ظلیل جہراں نے بھی ایک بار پھر تمام کہانی ان کو سنادی۔ بزرگ نے کہا مجھے اکل کے لیے کچھ چیزوں کی ضرورت ہوگی جو آپ جٹ دیں گے۔ انہوں نے فوراً وہ چیزیں دینے کی حامی بھر لی کیونکہ ظلیل جہراں کو عثمان اور انھیں ہر قیمت پر چاہیے تھے پھر شام کے وقت جزیرے کے جنگل میں ایک جھونپڑا سا تیار کیا گیا بزرگ کی ہدایت کے مطابق اس میں ایک جائے نماز بننے کا شفاف پانی چار مسواک ایک چھڑی اور ایک قرآن مجید حفاظت کے ساتھ رکھ دیا گیا

شام کے وقت قبیلے کا سردار ظلیل جہراں ملاقاتی اور جزیرے کے باشندے واپس اپنے گھروں کو آگئے بزرگ کی ہدایت کے مطابق اس نے بھی اور اکل ناصر سلیم اور سعد یہ نے بھی سفید لباس میں جوش ہو گئے اور قرآن پاک کو بزرگ نے اپنے سامنے رکھ لیا۔ اور چاروں ساتھی بھی ان کے اوپر بیٹھ گئے۔ بزرگ نے کہا کہ وہ سب اپنی آنکھیں بند کر لیں اور بزرگ قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگے سب اس نے پہلا لفظ تسبیح پڑھنا شروع کیا ان چاروں کو ایک جھٹکا لگا۔ ان کے سامنے ایک عجیب و غریب ویرانہ تھا۔ بزرگ بابا کا وہاں تمام نشان تک نہ تھا وہ ویرانے میں چلے گئے وہاں کے درختوں کے پتے سرخ تھے جن پر بھوت بھانوں کی تصویریں آویزاں تھیں درختوں کے تنہ بدیوں کے بنے ہوئے تھے پھر پھاڑ کے پتھروں پر بھی خونناک باتوں کی تصویریں تھیں یہی ہوئی تھیں اور یہ چاروں اپنی مٹھی دیا بہت بے نیاز اس خونناک دنیا میں آگئے تھے ان چاروں کا دل تھا کہ حلق تک آگیا تھا چاروں کا دل بہت زروں سے دھڑک رہا تھا اور یہ لوگ سینے میں شراہور ہو کر اس ان دیکھی اور ویران دنیا میں چل رہے تھے چلتے چلتے ویرانے کے آگے ایک دریا دکھائی دیا اور یا میں پانی کی بجائے خون رواں دواں تھا پتے نہیں یہ خون تھا یا سرخ پانی مگر سرخ پانی بہت آرام سے چل رہا تھا یعنی یہ خون کے دریا کا ٹکس چیش کر رہا تھا اور دگرہ سے پتھروں اور بتوں پر خونناک تصویریں زور زور سے منس رہی تھیں مگر پھر بھی ان لوگوں نے ہمت کر کے دریا کا پل پار کر لیا آگے ان لوگوں کو ایک علاقہ سا دیکھائی دیا۔ جب یہ چاروں خوف و ہراس کے عالم میں ہستی میں داخل ہوئے تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ علاقے کے سب لوگ خونناک بلا میں تھیں خاوا مائیں اور خادام کام کرنے میں مصروف تھے سب لوگ بہت خونناک دکھائی دے رہے تھے ہر

چاروں بے ہوش ہو گئے۔ جب ان کو ہوش آیا تو اپنی دنیا میں تھے سب ہی بہت خوش تھے بابا جی نے جب اٹھل اور عثمان سے پوچھا کہ تم لوگوں نے کیوں کہا تھا کہ تم لوگ وہاں بہت خوش تھے انہوں نے بتایا کہ ہمیں بادشاہ سے بہت خوف آتا تھا ہم نے یہ بات بھوت کہی تھی ورنہ اس دنیا میں جیتے ہم لوگ پریشان تھے یہ ہم ہی جانتے ہیں۔

ان سب لوگوں نے اپنا سامان اٹھایا اور قبیلے کی طرف چل دیئے۔ جب ان لوگوں نے باہر دیکھا تو باہر ہر طرف سبزانی سہرا تھا۔ ہر طرف رونق ہی رونق تھی قبیلے کے سب افسردہ چہرے مسکراتے ہوئے دکھائی دیئے ٹپیل جہان اور بااؤلی نے جب اپنے بچوں کو زندہ و سارے دیکھا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی سب ہی بہت خوش تھے۔ پھر کچھ دن تک وہ لوگ وہاں جڑ بوسے چر رہے اور کشتی کی طرف چل دیئے۔

قبیلے والوں نے بہت سے انعامات سے ان کو نوازا تھا اسل اور سعد یہ ناصر اور نلیم سوچ رہے تھے کہ ہم نے ایسے نئی مومن میں ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے ان لوگوں کو ان دینی مخلوق سے نجات دلائی ہے جو اپنے بنی مومن میں بھرپور سیر کی ہے اور انعامات اور تحائف بھی اپنے ساتھ لائے ہیں ان کا خیال تھا کہ یہ ہمارے خیال میں سب سے پہلا اور عجیب و غریب نئی مومن تھا اور اسی طرح پھر کشتی نیلے سمندر میں اپنی منزل کی طرف رولان دواں بھی بڑھ گیا بابا جی میں اپنے خدا کی عبادت میں مصروف رہتے تھے ان کی وجہ سے یہ سب ہوا تھا خدا نے ان کی مدد سے یہ کام کروایا تھا۔ وہ چاروں خوشی خوشی اپنی دنیا میں پہنچ گئے اور گھراؤلوں کو تمام سنواری سنا دی۔ جسے سن کر سب ہی حیران رہ گئے۔

قارئین گرام کسی بھی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازے گا۔

تس کی شکل چڑیل کا تس چپڑی نہ رہی تھی ان چاروں کو دیکھ کر سب چلا میں ان پر متوجہ ہوئیں سب ان ہی کی طرف آئے ٹپیل دوری کل سے ایک گرجی وار ڈوا سٹائی وی کہ دکو کو سب لوگ یہ ہمارے مہمان ہیں اور جلد ہی سب لوگ پھر اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے ان چاروں پر خوف ہراس نے اپنے پر بچلائے ہوئے تھے تھوڑی دیر بعد ایک خادم آکر ان چاروں کو بادشاہ کے محل میں لے گیا تھوڑی دیر بعد یہ بادشاہ کے محل میں تھے۔ بادشاہ تھا کہ چڑیلوں کا سردار تھا بہت ہی خوفناک تھا اس نے ان چاروں سے کہا کہ مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگ کیوں آئے ہو میں آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے دونوں لڑکی اور لڑکے کو چھوڑوں گا مگر ایک شرط پر وہ یہ کہ جب میں چاہوں ان دونوں کو ایک کے پاس سے بلا سکتا ہوں اگر آپ نے پھر انکار کیا تو میں آپ کے جڑ بوسے کو تباہ کر دوں ہولو مشہور ہے چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔ آپ عثمان اور اٹھل کو بلا میں ہم ان سے مشورہ کر لیں تھوڑی دیر بعد وہ دونوں وہاں ان کے پاس آ گئے ان کے ساتھ ان کی بیوی اور شوہر بھی تھے۔ بیوی اور شوہر بہت ہی بد صورت تھے اٹھل اور عثمان ان لوگوں میں بہت ہی خوبصورت لگ رہے تھے اصل نے ان سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس دنیا میں بہت ہی خوش ہیں اگر باہم کو بہت یاد کرتے ہیں تو ہم ان کی خوشی کے لیے تھوڑے دنوں کے لیے اپنی دنیا میں ضرور جا میں گے۔ ان کی باتیں سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور ان کو جانے کی اجازت دے دی۔

ابن اے گروپ واپسی کے لیے چل دیا۔ یکدم ان کو بابا کی آواز سنا دی کہ بچو اپنے منہ میں مسواک رکھ لو انہوں نے اپنے منہ میں مسواک رکھ لیں کہ یکدم اس ان دینی دنیا میں آگ لگ گئی بابا جی کی آواز پھر سنا دی کہ چھڑی قبیلے کی طرف پھینک دو انہوں نے چھڑی قبیلے کی طرف پھینک دی اس کے ساتھ ہی وہ

پری کی رہائی

۔۔ تحریر۔۔ صبیحہ۔۔ فیصل آباد۔۔

چلتے چلتے وہ محل کے دروازے پر آگیا اور اس دروازے پر اس کو کاتب قند پر مایا اس نے کہا کہ یہاں سے واپس چلے جاؤ میں یہاں پر تمہاری موت لکھ چکا ہوں تم یہی مر جاؤ گے اس نے کہا کہ کیا ہوا جو میں مر بھی جاؤں میں اس شیطان کو مار کر ہی مردوں کا اور اندرونی ہو گیا اس نے شیطان کو آواز دی باہر نکلو آج اگر میں مردوں کا تو تم کو ساتھ لے کر ہی مردوں کا تو شیطان باہر نکلا اس کی تمام تر ملائقیں تو اذان پہلے ہی ختم کر چکا تھا تو اذان نے اس پر جنگ شراغ کر دیا کبھی شیطان اذان پر بھاری ہوتا تو کبھی اذان شیطان پر بھاری ہوتا دوکانی دیر تک لڑتے رہے اذان کافی ترش ہو چکا تھا بلکہ دشمنوں سے چور چور ہو چکا تھا شیطان کو بھی بہت سے ذمہ آئے تھے آخر کار جو اذان نے اس پر وار کیا اور اس نے ان جہاد ساری اور وہ تڑپ تڑپ کر گر گیا اذان بھی گر گیا کیوں کہ وہ دشمنوں سے چور تھا کبھی دیر میں وہاں ماہ نور پری تھی اور اذان کو لیکر قتل گئی وہ دشمنی حالت میں تھا آنکھ بھی نہیں کھولی سکتا تھا پھر عشاء جنت اذان کے گھر والوں کو بھی وہاں لے گئے تاکہ وہ بھی اذان کو کھلی سکیں دعا نے آکر اذان کو ہاتھ پیر اذان نے کہا کہ دعا میں نے اپنے مقصد کے ساتھ وفا کی ہے یہ تمہارے ساتھ وفا نہیں کی مجھے معاف کر دینا پلیز پلیز مجھے معاف کر دیتا کہہ کر اذان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں سب رونے لگے پری ماد مار بھی رو رہی تھی اذان کے سبھی رشتہ دار تھے دلہا چاچا چاہی اور فیصل اور دعا بھی رورہے تھے اذان نے بے شک دعا سے وفا نہیں کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا اذان نے بے وفائی کر کے بھی وفا کی وہ ایک نیک انسان تھا دعا بے وفائی کر رہی تھی کہ وہاں ایک انسان نمودار ہوا اور اس کے ہاتھ میں ایک ورق تھا اس نے وہ ورق دعا کو دیا اس نے اپنے گرجے کو جب کھولا تو اس میں اذان کی ایک تصویر تھی جس میں وہ سب کے ساتھ تھا سب اسے دیکھ کر خوش ہوئے اور پھر کافی دن دو پرستان میں ہی رہے اور خوش خوشیاں منا لیں۔ ایک سنسنی خیز اور ڈرائی کہانی۔

وہ تھا تھی اس دنیا میں اذان بھی تو بالکل تنہا تھا اس کا بھی دعا کے بغیر کوئی نہ تھا دونوں یتیم خانے ایک ساتھ ہی بڑے ہوئے تھے دونوں نے یتیم خانے میں ہی اپنی تعلیم مکمل کی وہاں کے بہت چاہتے تھے کتاب ان دونوں کی شاہوی ہو۔

پھر بڑوں کے کہنے پر ان کی دعاؤں کے ساتھ ان دونوں بچوں کی شادی ہوئی اذان کو ایک جگہ پر نوکری مل گئی اذان یہ چاہتا تھا کہ ان کا اپنا گھر ہو اس

دعا اور اذان ایک دوسرے سے بہت ہی پیار کرتے تھے دعا ایک اچھی اور سلیقہ مند لڑکی تھی اور خوبصورت تو وہ حد کی تھی۔

کوئی ایک بار دیکھے تو بلا یوں کہے کہ ایک بار دیکھا بار بار دیکھنے کی تمنا ہے لیکن دعا کہ دل دماغ اور زبان پہ اذان کا ہی نام تھا۔

جو اس کی زندگی تھا پیار تھا اپنا تھا کیوں کہ دعا کا اذان کے بغیر اس دنیا میں کوئی نہ تھا۔



اس لیے آپ کو اب وہیں گھر آنا چاہیے مگر آپ کو پتہ نہ تھا کہ آپ نے کل کھاریاں آنا ہے جب آپ کھار یا آ جائیں گے۔

تو میں آپ کو لینے آ جاؤں گا خدا حافظ فون بند ہو گیا اذان بہت پریشان ہو اور اسی عالم میں گھر آ گیا دعائے پوچھا تو اس نے کہا کہ آج مجھے ایک کالی آئی تھی کہہ رہا تھا کہ میں تیرا کزن ہوں اور تو چوبیس سال کا ہو گیا ہے کل کھاریاں آ جاؤں میں نہیں لینے آ جاؤں گا دعا بھی یہ سب سن کر پریشان ہو گئی بولی ایسا نہ ہو کہ کوئی آپ سے مذاق کر رہا ہو۔

اذان نے پھر اسی بصر پر کال کی بیلو بھائی ادھر سے آؤ تو آئی بھائی میں فیصل ہوں آپ پریشان نہ ہوں بھائی کو بھی نے کرنا ہے دعا یہ سن کر خوش بھی ہوئی اور پریشان بھی پریشان اس لیے کہ یہ سب کچھ کیسے جانتا ہے اور خوش اس لیے کہ کوئی تو ہے جو اس دنیا میں ہمارا ہے صبح صبح دعا نے ناشتہ بنایا اور دونوں نے مل کر ناشتہ کیا۔

اور اور سفر کیلئے تیار ہو گئے دعا نے کچھ ضروری چیزیں گاڑی میں رکھ لیں اور روانہ ہو گئے پورے تین گھنٹے کے بعد وہ دونوں کھار یا میں موجود تھے۔

انتظار کر رہے تھے اور سوچ بھی رہے تھے کہ فیصل کو پہچانیں گے کیسے تھوڑی دیر میں ایک لڑکا مسکراتا اذان کے پاس آیا اور بولا سلام شیکم بھائی میں فیصل ہوں سوئی تھوڑا انتظار کرنا پڑا اور پورے تیس منٹ بعد ہم ایک گھر کے سامنے تھے۔ وہ گھر نہیں کوئی تھی ایک بہت ہی بڑی کوئی اس نے ان دونوں کو ایک کمرے میں بٹھا دیا دونوں نے سامان رکھ کر باری باری خریدیں ہوئے۔

شام سے رات ہو گئی تھی مگر ابھی تک کوئی بھی نہ آیا تھا رات کے دس بجے ایک نوکر آیا اور کہا کہ آپ کو بڑے صاحب بلارہے ہیں۔

کھانے کی میز پر آجائے کچھ ہی دیر میں وہ

لیے اس نے بینک سے لون لے کر اپنا گھر بنایا۔ اب دعا اور اذان اپنے گھر میں رہتے تھے آہستہ آہستہ بینک کا لون بھی ختم ہو گیا۔

اب وہ یتیم بچوں کی بہت خدمت کرتے تھے وہ بہت اچھی زندگی بسر کر رہے تھے بہت خوش تھے اپنی زندگی سے دعا کل آپ جلدی گھر آجائے گا اذان کیوں کل کوئی خاص بات ہے آپ کھانا کھائے میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے آپ سو جاؤں میں کھانا کھا کر سو جاؤں گا اذان بھی اذان سویا ہوا تھا کہ دعا نے اذان کے لیے ناشتہ تیار کیا اور اذان نے گرم گرم ناشتہ کیا اور اپنے آنس چلا گیا۔

دعا نے کچھ گفٹ اور پیسے یتیم خانے بھجوائے اذان کے لیے اس کا من پشہ کھانا تیار کیا اور تیار ہونے لگے میں چلی گئی اذان سارا دن بھی سوچتا رہا کہ آج دعا نے اتنے دنوں بعد جلدی آنے کو کیوں کہا ہے پھر شام کو سات بجے وہ گھر آ گیا۔

دعا کو دیکھ کر بہت خوش ہوا گئی کپڑوں میں اس کا سفید رنگ اور بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے اچانک ہی اذان کے منہ سے یہ شعر نکلا

آج رات اس نے میری امت کو ایک نیا موز دیا میرے لیے اپنی زلفوں کو کھلا چھوڑ دیا یہ شعر اذان نے دعا کی زلفوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے دعا نے کہا اذان آج کوئی خاص بات ہے دعا آج کے دن آپ میری زندگی میں آئے تھے کھانے سے فری ہو کر دعا نے اور اذان نے نماز پڑھی اور سونے چلے گئے ہاتھ کرتے کرتے دونوں سو چکے تھے۔

وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا کچھ دنوں بعد اذان کے فون پر ایک کال آئی بیلوئی کون؟ اذان بھائی میں فیصل ہوں آپ کا کزن آپ آج چوبیس سال کے ہو گئے ہیں۔

ہے یہ تو ایک محل تھا جو کسی بادشاہ کا لگتا تھا اور لڑکی جو کچھ
 پر پہلے ایک غریب اور مجبور لگ رہی تھی۔

وہ ایک حسن پری کتنے لگی دو لڑکی بولی آپ
 پریشان نہ ہوں شہنشاہ جنات کا محل ہے۔

لور آپ محفوظ ہیں میں ان کی بیٹی ہوں آپ کو
 ایک مقصد کے لیے یہاں لے کر آئی ہوں وہ ہم کو
 شہنشاہ جنات کے پاس لے گئی وہاں انہوں نے ہمارا
 بے حد خیال رکھا۔

اور بات شروع کر دی کہ اسد علی آپ میری
 بات غور سے سنو آپ باپ بننے والے ہیں سب کو پتا
 ہے لیکن ہم کو یہ بھی پتہ ہے کہ آپ کی اولاد پتا ہوگا
 اور خدا نے اس دنیا میں ایک ظالم اور سفاک جادوگر
 سے پیدا کیا ہے۔

آپ کے بیٹے کی کمر پہ ایک چاند کا نشان ہوگا وہ
 جادوگر کو ختم کر دے گا۔

اور اس دنیا سے برائی کو ختم کرنے کی کوشش
 کرے گا لیکن آپ کو ایک بہت ہی بڑے امتحان سے
 گزرنا ہوگا۔

آپ نے اس بچے کا نام اذان رکھا ہے اور اس
 کو چوبیس سال تک خود سے دور رکھتا ہے جب وہ
 چوبیس سال کا ہوگا تو میں خود اس کو اپنے پاس بلاؤں گا
 اور اس کو اس کے پیدا ہونے کا مقصد بھی بتاؤں گا
 شہزادی ماہورا آپ ان کو ان کے گھر تک چھوڑ آئیے۔

ہم نے آنکھیں بند کیں تو ایسا لگا جیسے ہم ہوا میں
 اڑ رہے ہیں کچھ دیر میں آواز آئی کہ آنکھیں کھولو ہم
 نے آنکھیں کھولیں تو ہم اپنے گھر کے سامنے تھے اور
 گاڑی بھی ہمارے ساتھ تھی۔

ہم نے گھر آ کر سب کچھ بتایا ان دونوں میں
 تمہاری امی تمہاری مائی امی کے گھر گئی ہوئی تھیں کیوں
 کہ تم پیدا ہونے والے تھے کچھ دنوں بعد ہمیں خبر ملی
 کہ تم پیدا ہوئے ہو شام کو ہم آپ کو لینے گئے۔

اور وہاں پر تمہارے امی ابو الگ تھی اور تم

دونوں ان کے ساتھ کھانے کی میز پر تھے سوچ رہے
 تھے کہ بڑے صاحب چا چا جی یا پھر نہ جانے کون
 ہوں گے مگر وہ تو دادا جی تھے۔

دادا جی نے اذان کو اپنے سینے سے لگایا اور ان
 کی آنکھیں بھرتائیں اذان نے کہا دادا جی یہ سب کیا
 ہے اور یہ کون کون ہیں۔

دادا جی نے بتایا کہ یہ تمہارے چا چا جی اور
 چاچا جی اور یہ لیصل ان کا بیٹا ہے اذان اور امی ابو
 کہاں ہیں۔

دادا جی پہلے کھانا کھا لو باقی باتیں بعد میں ہوگی
 چلو کھانا کھاؤ کھانے سے فری ہو کر سب دادا جی کے
 کمرے میں گئے دادا جی نے سب کو بٹھا کر کھانا کھا کر سب
 میری بات کاں کھول کر سنو دادا جی کی نظر اذان پر پڑی
 اور وہ روتا رہا۔

دادا جی بولے کیا بات ہے اذان بیٹا اذان بولا
 اگر کوئی میری ٹیلی ہے تو میرے ماں باپ کہاں ہیں
 دادا جی کہنے لگے صبر کرو اور میری بات کو غور سے سنو۔
 دادا جی آج سے کافی عرصہ پہلے کی بات ہے
 جب تمہارے ابو ہائیس سال کے تھے میں اور
 تمہارے ابو کسی عزیز کی شادی میں گئے۔

ہم شادی سے واپسی پر بہت لیٹ ہو گئے تھے
 اور پھر گاڑی کو پتہ نہیں کیا ہوا تمہارے ابو نے کہا ابو
 جان جانے کیوں گاڑی کو کیا ہو گیا ہے۔

ہم یہ باتیں کرتے ہوئے آرہے تھے کہ
 اچانک ایک لڑکی سامنے آئی اور کہنے لگی میرے ابو کی
 طبیعت بہت ہی خراب ہے آپ پلیز میری مدد کریں
 میں پریشان ہوں۔

ہم نے اسے کہا کہ کہاں ہیں تمہارے ابو تو
 وہ بولی میرے ساتھ آؤ وہ ہمیں ایک جھونپڑی میں
 لے گئی اور خود اندر چلی گئی ہم رک گئے۔

اس نے اندر آنے کا اشارہ کیا اور ہم اندر گئے تو
 اندر کا نقشہ بھی کچھ اور تھا ہم بہت حیران تھے کہ یہ کیا

نے کہا کہ میں نے آگ کا یہ سمندر پار کرنا ہے جن
نے کہا یہ لو کہتی یہ لو بے کی بنی ہے تم اس میں بیٹھ کر یہ
سمندر پار کر سکتے ہو۔

اللہ تمہیں کامیاب کرے آمین جیسے ہی آذان
کی کشتی سمندر میں اتری تو اس پر غیب پرندوں نے
چلنے کرنے شروع کر دیے آگ پر سامنے لگے گری کی
جاپ برداشت کرنا مشکل تھا۔

مگر لڑاں آگ کے سمندر میں تیرتا رہا کئی دن
رہا جس میں گزریں آگ کا سمندر ختم ہونے کا نام ہی نہیں
لے رہا تھا کافی مہینوں کے بعد آگ کا سمندر ختم ہوا
اور اس کو ایک کنارہ نظر آیا۔

وہ جیسے ہی کنارے پر اترا آگ کا سمندر
بھولوں کا باغ بن گیا اور زمین پر بھو چال آگیا یہ آذان
کی جہلی کا سیلابی تھی۔

نور شیطان کی پہلی طاقت ختم ہوئی تھی یعنی اس کا
ایک قسم ٹوٹ گیا تھا کنارے پر اتر کر آذان کو ایک
بامانی نظر آئے جو آذان کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے انہوں
نے آذان کے سر پر پیار سے ہاتھ بھیرا اور دعا دی
آذان کے جسم پر بہت زخم تھے۔

بابا جی اس کے جسم پر ہاتھ بھیرتے جا رہے تھے
اور زخم بھرتے جا رہے تھے جیسے ہی اس کے زخم بھرتے
لگے اور اسے آرام ملتا گیا آذان کو بہت زور کی بھوک
لگی ہوئی تھی۔

اس نے جو کھانا سفر کے لیے رکھا تھا مکمل طور پر
ختم ہو چکا تھا بابا جی نے اسے کھانا دیا کھا کر اس کو کچھ
شکون ہوا اچانک بہت دور سے دھول کی آواز آنے
لگی آذان اس طرف چل پڑا۔

اسے ایک گاؤں نظر آیا وہاں کافی دھوم تھا ایک
طرف دھول بج رہا تھا ایک طرف بہت سے لوگ
بہت سارا اناج اور اپنے جانور اور تین لڑکوں کو سے کر
کھڑے تھے دوسری طرف ایک بہت ہی بد صورت
ایک کالا سالبا سا آدمی بیٹھا تھا۔

اس چابی سے وقت کا دروازہ کھلے گا چلو بیٹا خدا
حافظ وہ لئے لگا تو پیچھے سے ماہ نور نے آواز دی آذان
کو کہ میں تم کو تمہاری دنیا سے اس راستے تک چھوڑ آتی
ہوں آذان نے آنکھیں بند کیں اور ہوا میں اڑنے لگا
ماہ نور نے کہا آذان آنکھیں کھولو۔

اچانک ایک طرف سے بہت سارے گھوڑا
سوہر آئے جنہوں نے آذان پر حملہ کرنے کی کوشش کی
لیکن ماہ نور نے ان کو روک کر ختم کر دیا اور آذان سے
کہا کہ اب تم جاؤ اس دیوار کے پار ہو جاؤ آگے تمہارا
سفر شروع ہو جائے گا وہ بھاگتا ہوا دیوار سے پار ہو گیا
دیوار کے پار ایک بہت بڑا جنگل تھا۔

کچھ دور آگ کے شعلے آسمانوں کو چھو رہے تھے
لڑاں پریشان ہو گیا کہ یہ کیا ہے وہ اچانک رگ گیا
آگ کے سمندر سے اٹھنے والے شعلے آسمان تک جا
رہے تھے وہ سوچنے لگے کہ میں اب کیسے جاؤں گا
اچانک جنگل میں سے ایک شیر لڑاں پر حملہ کر دیا
اس کی قسمت اچھی تھی کہ بچ گیا تھا۔

ان دونوں کی جنگ جاری تھی وہ دونوں لڑ لڑ کر
تھک چکے تھے شیر کا مقابلہ کرتے کرتے آذان بہت
زخمی ہو گیا تھا۔

اچانک شیر کے پاؤں میں کاٹا جیسا وہ درد کی
تکلیف سے غرغرائے لگا آذان نے اس کی درد بھری
آواز سنی تو اٹھ کر اس کے پاؤں میں سے کاٹا نکال دیا
جیسے ہی کاٹا نکلا۔

وہ شیر ایک بہت بڑا جن بن گیا اور اس نے
آذان کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے
ہو اس نے کہا میں جاؤں مگر نقاب کو مارنے آیا ہوں وہ
ہمارا دشمن ہے جن نے کہا کہ وہ تو میرا بھی دشمن ہے
اسی نے ہی مجھے شیر بنا کر یہاں پر چھوڑ دیا تھا۔

میں ایک نیک جن تھا اور لوگوں کی مدد کرنا میرا
کام تھا مگر اس نے مجھے شیر بنادیا۔
اب بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں آذان

چل دیا انہوں نے سات پرندوں کا اور سات جانوروں کا خون الگ الگ بوتلوں میں بھر لیا تھا اور اور چلتے گئے برف کے پہاڑ تک چلے گئے۔

انہوں نے جیسے ہی پہاڑ پر پاؤں رکھا وہ پر سے ایک بہت بڑا برف کا طوفان آگیا۔

وہ دونوں پہاڑ کے غار میں داخل ہو گئے اور ننگے گئے اندر بہت اندھیرا تھا آنے وقت اذان کو باہر جانی نے ایک موتی دیا تھا اذان نے موتی کو ہاتھ میں لے کر لوہا پر کیا تو اس موتی میں سے بہت روشنی نکل اور غار روشن ہو گیا اچانک ہی سے ایک سانپ نکلا جس نے اسد کے پاؤں پر ڈس لیا۔

اس سے درد برداشت نہیں ہو رہا تھا اذان نے دی موتی اس کے پاؤں پر رکھ دیا اور موتی ٹیلا دو گیا۔ اور اس کو آرام مل گیا۔

کچھ دیر بعد موتی پھر سرخ رنگ کا ہو گیا اور روشن بھی رہا۔ انہوں نے جلد سے جلد اس موسم سے گدے کو تلاش کیا اور وہ خون کو گدے پر ڈال دیا جیسے ہی گدے پر خون پڑا کمرے میں ایک بہت ہی بڑی بو پھیل گئی۔

لوہو دونوں نے اپنی اپنی تاک پر ہاتھ رکھ لیا اور باہر کو بھاگے اور پورا پہاڑ ہی برف کا پانی بن گیا۔ اور وہ جیسے ہی گاؤں میں داخل ہوئے گاؤں کا تو نقش بدل گیا وہ جگہ جنت کا ٹکڑہ ہی لگ رہا تھا ایک دم پھر بھو چال آگیا۔

لیکن اس بار اذان پریشان نہ ہوا خوش ہوا کیوں کہ اس کو پتہ چل چکا تھا۔

کہ یہ شیطان کی بار لوہو میری جیت ہے وہاں اس شیطان کے چیلے کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ بن گئی سب گاؤں والے بہت ہی خوش ہوئے انہوں نے کافی دنوں تک جشن منایا اور اذان کو اس میں شامل کیا اور پھر اذان کو ایک تلواری۔

وہ بہت خوش تھا اذحول کی آواز ابند ہوئی وہ آدمی لوگوں کی طرف بڑھ گیا وہ چلتا چلتا بہت ہی بڑا ہوتا گیا اس نے ان سے بہت سارا مال لے کر کھا لیا اور پھر ایک ایک کر کے سارے جانور کھا گیا۔

پھر لڑکوں کی ہاری تھی اس نے بہت بڑا منہ کھولا اور لڑکوں کو بھی نکل گیا اور پھر واپس چلا گیا گھروں سے رونے کی آوازیں آنے لگی اذان گاؤں میں داخل ہو گیا۔

اور گاؤں کے لوگوں نے کہا کہ کیا تم بھی ہمیں کھانے یا مارنے آئے ہو اذان نے کہا نہیں میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔

لوگوں نے کہا کیا تم اذان ہو تو وہ حیران ہو گیا کہ ان کو میرا نام کیسے پتہ چلا پھر ایک لڑکا اذان کے پاس آیا اور کہا کہ بھائی چائیز خدا کے لیے ہم کو اس سے بچا لو ورنہ یہ ہم سب کو کھا جائے گا۔

آج سے کئی سال پہلے ہمارا گاؤں جنت کا ایک ٹکڑا تھا ہم لوگ بہت خوش تھے۔

ہمارے گاؤں میں ایک شادی تھی ہم جشن منا رہے تھے اس رات یہ دشمن گاؤں کے لوہو پر سے گزرا دیکھا کہ گاؤں خوش حال ہے۔

تو ہمیں برباد کرنے اور آپا بس جب سے ہم لوگ مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اس نے گاؤں کی ہر چیز قسم کر دی ہے اذان اس کو کیسے مارا جاسکتا ہے پتہ نہیں لیکن تم لوگ پریشان نہ ہوں میں اسے ماروں گا۔

لیکن اذان بھنکی اس گاؤں سے آگے ایک برف کا پہاڑ ہے اور اس پہاڑ میں ایک گدا ہے اس گدے پر سات پرندوں اور سات جانوروں کا خون ڈالا ہو گا۔

پھر وہ ایسے جانور جو حرام ہوں اذان بولا بھائی بہت رات ہو چکی ہے پھر پتہ ہی نہ چلا کہ کب دن ہو گیا پھر وہی لڑکا آیا اور اذان کو لے کر جنگل کی طرف

جس پر یا علی نکلتا تھا اور برکتی تھنے اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں دے کر رخصت کیا سفر کے لیے اذان کے پاس ایک گھوڑا تھا۔

جواز ان کو بہت ہی پسند تھا زیادہ تر سفر پیدل کیا تھا اس کے گھوڑے کو بہت پیاس لگی تھی اذان پانی کی تلاش میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔

کچھ فاصلے پر اسے پانی نظر آیا وہ گھوڑے کو لیکر گیا گھوڑے نے بہت سارا پانی پیا اور گھاس کھانے لگا اور اذان ایک درخت کے نیچے سو گیا اس کو سوتے ہوئے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک کسی کے چیخنے کی آواز آئی۔

تو اذان کی آنکھ کھل گئی وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا وہ اسی طرف چل پڑا جس طرف سے آواز آئی تھی سامنے ایک گل تھا آوازیں گل سے آ رہی تھیں ششے کی چیزیں تھیں جو لوٹ رہی تھیں اذان ایک کمرے کے سامنے رکا اور اس نے دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت شہزادی ہے جو اپنے کمرے کے گلہ ان لودر ششے توڑ رہی ہے اس کمرے میں ایک کینڑ کھڑی تھی شہزادی کے گلے سے آواز نہیں اُٹھ رہی تھی اذان پریشان ہوا کہ یہ سب کیا ہے کینڑ نے مجھ کو کچھ لیا تھا اور کہنے لگی شہزادی ماہ نور اذان آگئے ہیں اور پھر شہزادی ماہ نور اذان سے لپٹ گئی اور بہت روئی اذان نے اسے خوب سے انگھ کیا اور پوچھا کہ کیا ہوا ہے تو ماہ نور شہزادی نے اشارہ کیا اور کینڑ بولی آپ کا یہاں آنے کا شکر یہ میرے محسن ایک آپ ہی ہیں جو میری آواز واپس لا سکتے ہیں اذان نے کہا میں کیسے آپ کی آواز لا سکتا ہوں اور آپ یہ سب مجھے کیا بتا رہی ہو شہزادی نے پھر کوئی اشارہ کیا اور پھر کینڑ بولنے لگی شہزادی صلبہ کی آواز بہت پیاری تھی ہماری شہزادی کو اپنی آواز پر ناز تھا اور بہت مغرور تھی اس کو اپنی آواز کے علاوہ کسی کی آواز ابھی نہ تھی ہماری شہزادی اور ان کی کچھ سہیلیاں جنگل میں میر کرنے

گئیں اور وہاں گانے لگیں اور گاتے گاتے بہت دور نکل گئیں اور بہت اونچی آواز میں گارہی تھیں وہاں ایک بابا جی تھے جو اللہ کی عبادت میں مصروف تھے شہزادی جت گاتے گاتے بابا جی پاس سے گزری تو بابا جی نے اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا کہ بیٹا میں دنیا جہاں سے دور یہاں اللہ کی عبادت کے لیے آیا ہوں گانا مت گاؤ اگر گانا بھی ہے تو یہاں سے چل جاؤ اور شہزادی نے ان سے بہت بدتمیزی کی ان کو بہت برا کہا بابا جی نے ان کو بد دعا دی کہ جا آج کے بعد تم کبھی نہیں بول سکو گی بس اس دن سے شہزادی کا یہ حال یہ ہے اور کچھ دن بعد شہزادی پھر گئی بابا جی اسی جگہ لے شہزادی نے بابا جی سے بہت معافیاں مانگیں بہت برائی پھر بابا جی شہزادی پہ ترس آ گیا انہوں نے کہا میں اپنی بد دعا واپس لیتا ہوں لیکن تمہاری آواز ایک اذان نام کا لڑکا آئے گا اس نے تمہیں کام کرنے جوئے یعنی تین سوال اور تین کام پھر تمہاری آواز واپس ملے گی اس دن سے یہ آپ کے انتظار میں ہی طرح روئی ہے اور سب کچھ توڑ رہی ہے اذان بولا مجھے بابا جی کے پاس لے چلو کینڑ بولی کہیں بھی جانے کی ضرورت نہیں بابا جی ہمارے ہی محل میں ہیں اس کمرے میں جاؤ اور بابا جی کے تین سوال کا جواب دے مگر ہماری شہزادی کی آواز لے کر آؤ اذان اس کمرے میں داخل ہو گیا اور سامنے ایک بابا جی بیٹھے تھے اللہ کی عبادت میں مصروف تھے ماہ شور تھے ان کے چہرے پر بہت ہی نور تھا اذان کا کمرے میں داخل ہونے کا ان کو ہتھالا چکا تھا بولے آؤ اذان کیا تم دینے کا امتحان کے لیے تیار ہو آپ مجھے بتائیے کہ مجھے کیا کرنا ہوگا پہلے تو بیجا تم بہت خوش قسمت ہو کہ جو یہاں تک آئے ہو وہ دیکھو سامنے کچھ سانپ ہیں ان میں ایک ایسا سانپ ہے جو اللہ کا نام لیتا ہے جاؤ اس سانپ کو لی کر آؤ اذان نے سانپ کو ڈھونڈا شروع کر دیا بابا جی نے کہا وہ کون سا پرندہ ہے جو سانپ

کہا ہے اذان نے کہا سانپ جیسے ہی اذان نے سوال کا جواب دیا سانپوں میں سے ایک سانپ کھڑا ہو گیا اور اپنا پھن پھل لیا اور وہ سانپ اللہ ہو اللہ ہو کا ورد کر رہا تھا اذان نے اس کو پکڑا اور بابائی کے پاس لے آیا اور بابائی اس سانپ کو جھوٹے میں ڈال لیا اور اذان نے کہا کہ بابائی دوسرا سوال بابائی نے کہا کہ وہ سامنے ایک مچھلی ہے تم نے اس کی آنکھ میں یہ تیر مارنا ہے یا گرم نے تین نشانے سے یہ کام نہ کیا تو تم جل جاؤ گے اذان نے تیر اور کمان اٹھایا اور پہلا تیر قحط ہو گیا اور اذان کے ٹخنوں میں آگ لگ گئی اذان نے آگ کی پروہ نہ کی اور دوسرا تیر مارا وہ بھی نہ لگا تو اذان کی کمر تک آگ لگ گئی پھر اذان نے آگ کی پروہ نہ کرنے ہوئے اللہ کا نام لے کر تیسرا تیر مارا تو سیدھا مچھلی کی آنکھ میں جا کر لگا بابائی نے سوال کیا کہ دنیا کی کون سی چیز مچھلی نہیں اذان نے جواب دیا کہ لوہا۔ چاندی۔ سونا۔ تو اذان کی آگ فتم ہو گئی اذان کے جسم پر جیسے کوئی بھی نشان نہ تھا وہ بالکل ٹھیک تھا اور اسے کوئی درد بھی نہیں ہو رہا تھا وہ بہت ہی خوش ہوا تھا اب اذان کا تیسرا اور آخری سوال رہ گیا تھا جو نہایت ہی مشکل تھا تیسرا سوال شروع ہو چکا تھا اس کا یہ سوال آخری بھی اور خطرناک بھی پہلے اس نے چلتے ہوئے کوکھوں پر چلنا تھا اس نے چلنا شروع کر دیا کوکھ بہت ہی گرم تھے اس نے پروہ نہ کی پھر اسے بعد مینڈکوں کو پار کرنا تھا پھر کوا دیں اور اس نے یہ سوال بھی پوار کر دیا اور بابائی نے ایک سوال کیا کہ انسان کی زندگی کی سب سے بڑی سچائی کیا ہے اذان نے جواب دیا کہ موت پھر وہ کوا دیں پر سے گزر رہا تھا کہ اس کے پاؤں سے بہت زیادہ خون بہہ رہا تھا اس نے خون کی پروہ نہ کرتے ہوئے آگے کا سفر جاری رکھا اس کا درد برداشت سے باہر تھا اور ہو جاتا تھا کہ اللہ اس کے ساتھ ہے وہ ایک بوتل کے پاس پہنچ گیا جیسے ہی اس نے بوتل ہاتھ میں پکڑی اس کے پاؤں کے

نیچے پھول اور نکلیاں تھیں اذان سے چلا نہیں جا رہا تھا لیکن وہ شہزادی کہیں کہیں گیا اور بوتل کھول دیا اور شہزادی کی آواز واپس آ گئی اذان بے ہوش ہو گیا بابائی کی کمرے میں داخل ہوئے اور نمبوں نے کنیر کو لپ دیا کہ اذان کے پاؤں پر لپ لگا دو اور خود پھر اسی جنگلی میں چلے گئے اور شہزادی خود اذان کی خدمت کرتی رہی جب اذان کو ہوش آیا تا شہزادی بہت خوش ہوئی اذان نے کہا مجھے جانا ہو گا شہزادی نے دو کتے کوشش کی لیکن جب اذان نے اپنا مقصد بیان کیا تو شہزادی کے دل میں محبت اور عزت دونوں بڑھ گئے شہزادی نے اذان کو ایک کالین دیا کہا کہ اگلا سفر بہت مشکل ہے اور ٹھونڈے پر سفر کرنا مناسب نہیں لوت جو قلم آپ کالین کو دیں گے وہ وہی کرے گا اذان نے اس پر بیٹھ کر اسے حکم دیا اور وہ آسمانوں میں اڑنے لگا اذان آسمان میں اڑ رہا تھا کہ نیچے اس کو ایک جھوم نظر آیا اور جھوم میں شور مچا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے بہت سارے لوگ رو رہے ہیں اذان نے کالین کو حکم دیا کہ وہ زمین پر اترے جہاں پر جھوم تھا اذان نے لوگوں سے پوچھا کیا ہوا ہے تو ایک لڑکے نے کہا دعی ہوا ہے جو روز ہوتا آج پھر وہ ایک لاش جس کے جسم پر نہ گوشت ہوتا ہے نہ دل نہ آنکھیں کچھ بھی نہیں ہوتا اذان نے پوچھا یہ کیوں اور کون کرتا ہے لڑکا بولا یہ سب ہمارا ہی بادشاہ کر رہا ہے اس کی بیٹی ایک دیو کے پاس ہے اور وہ دیو ہر روز ایک آدمی کے دل گروہے اور گوشت کھا جاتا ہے اذان بولا کیا بادشاہ کو کوئی روکتا کیوں نہیں ہر انسان نے روکنے کی کوشش کی ہے بادشاہ کہتا ہے میں یہ سب بند کروں گا تم میری بیٹی مجھے واپس لا دو جو انسان اس پتھروں کی ولدی میں جاتا ہے وہ بھی پتھر ہو جاتا ہے اذان بادشاہ سے ملا اور اور جانے کی اجازت لی اور رات کافی ہو چکی تھی رات کو اذان نے آرام کرنا چاہا اسے رات کو یاد آیا کہ پرستان کی پری نے کہا تھا جب تم کو میری ضرورت

سب لوگوں کے جسم اور سر مکمل تھے یعنی سب لوگوں کے جسموں پر سر موجود تھے اذان نے کہا کہ اب مجھے آگے جانا چاہیے وہ آگے کو چل پڑا سامنے ایک بہت بڑا پہاڑ تھا اس نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا جیسے ہی وہ اوپر چڑھا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بہت سے لوگ پتھر کے بنے ہوئے تھے وہ پہاڑ کی دوسری جانب نیچے اتر جیسے ہی نیچے اتر اہر طرف شور مچا شور مچا دیکر وہ دروازہ اذان سوچنے لگا چنانچہ اس کو پری کی بات یاد آگئی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اذان آگے ہی آگے بڑھتے جاتا رہے سامنے ایک گل تھا وہ سوچنے لگا کہ پتھروں کی دواؤں میں اتنا خوب صورت گل جب وہ گل میں داخل ہونے لگا تو وہاں وہ چمن نسووار ہوئے انہوں نے اس پر حملہ کر دیا اذان نے دونوں کو ختم کر دیا وہ حیران تھا کہ اس نے کبھی بھی نہ کیا وہ نہیں چٹائی تھی اس نے اپنی کھوار کے کنارے دونوں کو دانی ختم کیا اور وہاں سوچ میں اندر چلے گیا اور وہاں پر بہت سے لوگ پتھر بنے ہوئے تھے وہ ان جسموں کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ وہ ختم ہزار تو ہوں گے اسے دیکھ کر غصہ بھی آ رہا تھا غصے کی صورت میں وہ ایک کھلے سے گھن میں تھا وہاں اس نے دیکھا کہ ایک بہت ہی بد صورت دیو بیٹھا ہوا ہے اور کچھ لڑکیوں کے مردہ جسم اس کے سامنے پڑے ہیں اور وہ ان کو حرے سے کھا رہا ہے اذان کا دل بہت ہی غراب ہوا اس نے اسے آواز دی کہ لو بڑا دل مردہ جسم کھانے والے اگر بہت ہو تو مجھ سے مقابلہ کر وہ اسے دیکھ کر ایسے اٹھا جیسے کوئی بھوکا شیر شکار کو دیکھ کر اٹھتا ہے اس نے اذان پر ایک خطرناک حملہ کیا جس سے اس کا بازو زخمی ہو گیا اذان نے بہت ہی ہوشیاری سے اس پہاڑ کے زوردار وار کیا جس سے وہ بچا نہ سکا اور ایک ہی وار سے اس کا خاتمہ ہو گیا اور ایک زوردار دھماکہ ہوا جس جو بہت پتھر کھپوئے تھے وہ بھی ٹھیک ہو گئے مگر صحن کے ساتھ والے کمرے سے رونے کی آواز آرہی تھی اذان نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک لڑکی

پڑے مجھے یاد کرنا میں حاضر ہو جاؤں گی اذان نے اسے یاد کیا اور ہوا آگئی اور ہو چھا کہ کیا ہوا ہے اذان نے ساری بات پری کو بتا دی پری نے کچھ دیر اپنی آنکھیں بند رکھیں اور پھر کھولیں اور کہا کہ اذان وہ پتھروں کی دواؤں بہت زیادہ خطرناک ہے اور آج تک وہاں جو بھی گیا ہے وہاں نہیں آیا اذان بولا جب لوگ پتھر کے بن جاتے ہیں اور اس کی کوئی توجہ ہوگی پری بولی ہاں جب لوگ جاتے ہیں تو ان کو پیچھے سے آوازیں آتی ہیں ہماری مدد کرو ہماری مدد کرو جب وہ پیچھے دیکھتے ہیں تو پتھر کے بن جاتے ہیں اور کچھ ضروری باتیں اذان نے پری سے پوچھیں اور پری بتا کر واپس چلی گئی اذان نے صبح ہوتے ہی اپنا سفر جاری کر دیا سب سے پہلے اذان کو ایک پھولوں کا باغ نظر آیا اذان جیسے ہی اس میں داخل ہوا کہ کیا دیکھتا ہے اس کو پھولوں کے بجائے انسانوں کے سر لگ رہے ہیں وہاں ایک سفید درخت تھا جس میں سے آوازیں آرہی تھیں اور اکہرہ ہاتھ اذان رک جاؤ ہم نہیں کچھ بھی نہیں کہیں گے تم ایسا کرو ایک پہاڑ کا ایک غار ہے تم اس میں چلے جاؤ وہاں ایک کتاب ہے اس کا ہر ورق خالی ہے تم جیسے جیسے اس کا ورق پڑو گے تو ہر ورق تم سے ایک سوال کرے گا اگر تم نے ہر سوال کا سبب جواب دیا تا ہم سب آزاد ہو جائیں گے پہاڑ زیادہ بڑا بھی نہیں تھا اور دور بھی نہیں تھا وہ جیسے ہی گیا اور پہاڑ میں داخل ہو گیا سامنے ایک میز پر کتاب پڑی تھی اذان نے کتاب کھولی اور اس کا ہر ورق کو خالی تھا اذان نے کتاب پر ہاتھ رکھا اور کتاب میں سے آواز آئی اس دنیا کا کون سا درخت ہے جس کے پتے پتے دھوپ میں نہ رہ سائے میں ہیں اذان پڑھا لکھا تھا پانچ وقت کی نماز باقاعدہ پڑھتا تھا اس نے کہا کہ ظہر، عصر، اور مغرب تین نمازیں دن میں اور دو اندھیرے میں پڑھی جاتی ہیں جیسے ہی اذان نے سوال کا جواب دیا وہ غار سے باہر نکل آیا اور سارا غصہ ہی بدل گیا تھا

بھوکے شیر کی طرح وہ بونے کا سینہ چیرنے لگا اور اس کے سینے سے ایک چابی نکلی اس نے بونے کو ایک طرف دھن کر دیا اور چکل پڑا چلتے ہوئے اسے بہت سروی لگ رہی تھی اس کے پاس ایسی کوئی چیز بھی نہ تھی کہ جو اپنے اوپر اوڑھ لیتا اور اس نے دیکھا کہ موسم تو بالکل ٹھیک ہے اور دھوپ بھی ہے پھر یہ سروی کیوں وہ کچھ پریشان سا ہو رہا تھا اس نے سامنے دیکھا کہ ایک دروازہ بنا ہوا تھا لیکن وہ دروازہ کوئی عام نہ تھا ایک گھڑی کی طرح تھا جس پر ناظم نظر آ رہا تھا اور ایک طرف چابی کا نشان بنا ہوا تھا یعنی کالا بنا ہوا تھا اور برف اس دروازے کی طرف سے پڑ رہی تھی لیکن سروی نہیں تھی اذان نے جیسے ہی دروازے کو چابی لگائی تو دروازہ غائب ہو گیا اب اذان کسی اور ہی جگہ تھا جہاں آگ ہی آگ ہو رہا تھا وہی پہاڑ تھے اب اسے گھڑی لگنا شروع ہو گئی اور اس کی کوئی بھی طاقت کام نہیں کر رہی تھی اسے بہت بھوک بھی لگی تھی نہ بولی بس تو اس کی گھر لڑان کے سامنے بہت ہی آگ نکلی ہوئی تھی اذان نے سوچا شیطان کا مکمل اس طرف ہی ہو گا وہ سوچ رہا تھا کہ کیا کروں اس کے کانوں میں ایک آواز آئی اس نے دیکھا تو ایک مکان تھا وہاں تین لڑکیاں رہتی ہیں وہ لڑکیاں نہیں چڑھیں ہیں تم کو ان تینوں سے کسی طریقے سے بھی شادی کرنی ہوگی پھر ایک بات کو جاننا ہو گا اور یہاں سے پار جانے کے لیے ان تینوں سے ایک ایک ہتھیار لینا ہو گا تاکہ تم اپنی منزل تک پہنچ جاؤ اذان نے مکان کے دروازے پر دستک دیا اندر سے آواز آئی جی کون اذان نے کہا کہ میں اپنا راستہ بھول گیا ہوں پلیز میری مدد کریں ان میں سے ایک نکلی اور اسے اندر لے گئی اسے چننا کہہ کر کہ میں تمہارے لیے کھا لاتی ہوں تینو عاشق مزاج تھیں اسے دیکھ ہی عاشق ہو گئیں ایک کا نام نیلا پھیلا۔ مہربان کو پسند تھے انہوں نے وہی نام رکھے ہوئے تھے جس کو نیلا رنگ پسند تھا اسے نیلا کہتے تھے اور جس

بچی رو رہی تھی اس نے پوچھا کہ تم دو کیوں رہی ہو اور پھر مسکرانے لگی وہی نے رونے اور مسکرانے کی وجہ پوچھی تو اس لڑکی نے کہا کہ تو لڑکی ہالی بھائی اللہ نے آپ کو یہاں بھیجا ہے میں نے اس دیکھو مار ڈالا ہے اب تم اللہ کا شکر کرو اور وہ لڑکی زیادہ عمر کی نہیں تھی سولہ یا سترہ سال کی تھی وہ بونے اس پر بہت ہی غلام کیا تھا اذان نے سب لوگوں سے کہا کہ آپ چلیں ہم آتے ہیں اذان نے کالین کو حکم دیا کہ ہمیں بادشاہ کے محل تک لے چل تو کالین نے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا پچھ ہی دیر میں اذان ہو شیرازی تاج بادشاہ کے محل میں تھے اس نے شیرازی کو اٹھا رکھا تھا اور جا کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوا بادشاہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پھر بادشاہ نے سب لوگوں سے معافی مانگی سب نے بادشاہ کو معاف کر دیا اور بادشاہ نے سب کو بہت ساری دولت بھی دی اور ایک بہت بڑے جشن کا اعلان کیا پھر ایک جشن ہوا ان سب کاموں کے بعد اذان نے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی ہوتا ہے بادشاہ نے کہا ہاں ہے اور آج تک جو بھی کام کہتے ہیں اس بونے نے ہی سمجھتے ہیں اس لیے میں نے اسے قید میں ڈال رکھا ہے تاکہ وہ کسی اور کو پریشان نہ کرے بادشاہ نے کہا کہ تم یہ باتیں چھوڑو تم کو کیا انعام دوں تم نے میرے دل کو سود لیا ہے میرے سارے لٹاؤ معاف کر دو تم نے میری بیٹی کو بچایا ہے مانگو کیا مانگتے ہو اذان اگر مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو مجھے وہ بونا دے دیں اس بات پر بادشاہ نے تالی بجائی اور ایک نوکر حاضر ہوا بادشاہ نے حکم دیا کہ بونے کو لے کر آؤ تو وہ بونے کو لے کر آ گیا اس نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور بونے کو لے کر جنگل کی طرف چل پڑا وہاں ایک بار پھر زور زور سے طوفان ہوا کیوں کہ اس شیطان کا چوتھا قسم بھی مگر چکا تھا اس کی ادھی طاقت ختم ہو چکی تھی اب اذان کے لیے اسے مارنا آسان تھا لیکن اتنا بھی نہیں اذان نے جنگل میں جا کر اس کا سر قلم کر دیا اور پھر ایک

کبھی شیطان اذان پر بھاری ہوتا تو کبھی اذان۔ شیطان پر بھاری ہوتا وہ کافی دیر تک لڑتے رہے۔ اذان کافی دیر ہو چکا تھا بلکہ زخموں سے چور چور ہو چکا تھا شیطان کو بھی بہت سے زخم آئے تھے آخر کار جو اذان نے اس پر وار کیا اور اس گردن جدا کر دی اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا اذان بھی گر گیا کیوں کہ وہ زخموں سے چور تھا اتنی دیر میں وہاں مادنور بری آئی اور اذان کو لپکھ چلی گئی وہ زخمی حالت میں تھا آنکھ بھی نہیں کھولی سکتا تھا پھر شہداء جنات اذان کے گھر والوں کو بھی وہاں لے گئے تاکہ وہ بھی اذان کو مل سکیں دعائے آکر اذان کا ہاتھ پکڑا اذان نے کہا کہ دعا میں نے اپنے مقصد کے ساتھ وفا کی ہے تمہارا ہے ساتھ وفا نہیں کی مجھے محاف کر دینا پلیز پلیز مجھے محاف کر دو اتنا کہہ کر اذان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں سب رونے لگے پری مادنور بھی رو رہی تھی اذان کے سچی رشتہ دار تھے دادا چاچا چچا چچی اور قیصل اور دعا سبھی رو رہے تھے اذان نے بے شک دعا سے وفائین کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا اذان نے بے وفائی کر کے بھی وفا کی وہ ایک نیک انسان تھا دعا یہ سوچ ہی رہی تھی کہ وہاں ایک انسان نمودار ہوا اور اس کے ہاتھ میں ایک درق تھا اس نے وہ درق دعا کو دیا اس نے لے کر جب کھولا تو اس میں اذان کی ایک تصویر تھی جس میں وہ سب کے ساتھ تھا سب اسے دیکھ کر خوش ہوئے اور پھر کافی دن دو پرستان میں ہی رہے اور خوش خوشیاں منا لیں کچھ دنوں بعد دعا کے گھر میں درد بکھیرا ہوا ان کی کم پر بھی چاند کا نشان بنا ہوا تھا قیصل نے جنتے ہوئے سب کی ایک تصویر بنائی اور سب ہی خوش ہو گئے اور اسی خوش رہنے لگے۔

جی چاہ میری یہ کہانی ہے پلیز مجھے ضرور بتائیے گا کہ کیسے لی

کو جیلا اسے پہلا کہتے اور سبز کو سبز کہتے تھے اذان کو ان کے ساتھ رہتے ہوئے کافی دن ہو گئے تھے ملا ان آج صبح اٹھا اور دیکھا کہ سبز تو گھر پر ہے اور پہلا نہیں ہیں اذان نے سبز سے کہا کہ وہ دونوں کہاں ہیں تو اس نے کہا کہ وہ دونوں آقا کو ملنے گئی ہیں اس نے باتوں باتوں میں پوچھا کہ تم یہاں کیوں رہتی ہو اور آگ کیوں لگائی ہوئی ہے اس نے کہا کہ ہمارے آقا کا محل ہے وہاں کوئی نہ جاسکے اس لیے یہاں آگ مل رہی ہے ہم یہاں اس لیے ہیں کہ ہم تینوں کی وجہ سے یہ آگ ختم ہو جائے گی اذان نے پوچھا کہ کیسے تو سبز بولی کہ ہم تینوں اگر الگ الگ ہوں تو ہم ضرور ہوں گی اور اگر ایک ساتھ ہوں تو کوئی بھی ہمیں برا نہیں سکتا اس نے کہا کہ تم اس طرف کس طرف چلتی ہو تو سبز نے کہا کہ اس شمشے کی مدد سے کیوں کہ آگ میں تو ہم بھی جل جائیں مگر اس کی وجہ سے ہم دو جل پا کر کشتی ہیں اس نے پوچھا کہ ہر میان میں کیا ہے اس نے کہا کہ ایک پل ہے جو صرف شمشے سے ہی نظر آتا ہے اذان نے اس سے وہ شیشہ لیا اور سبز کو آگ میں پھینک دیا اتنی دیر میں وہ دونوں بھی آگ میں نہ ہوئے سبز کا پوچھا تو اذان نے کہا کہ اس طرف تھی ہے اس نے آگ کی طرف اشارہ کیا وہ اس کو آگ کے پاس دیکھ رہی تھی کہ اذان نے اسے بھی دھکا دے دیا اور ان تینوں کا اسی طرح خاتمہ ہو گیا اور اذان شیشے کے گر جانا پڑا اور پھٹتے پھٹتے وہ محل کے دروازے پر آگیا اور اس دروازے پر اس کو کاتب تقدیر ملا اس نے کہا کہ یہاں سے واپس چلے جاؤ میں یہاں پر تمہاری موت لکھ چکا ہوں تم یہی مر جاؤ گے اس نے کہا کہ کیا ہوا جو میں مر بھی جاؤں میں اس شیطان کو مار کر ہی مروں گا اور اندر داخل ہو گیا اس نے شیطان کو آواز دی باہر نکلو آج اگر میں مروں گا تو تم کو ساتھ لے کر ہی مروں گا تو شیطان باہر نکلا اس کی تمام تر طاقتیں تو اذان پہلے ہی ختم کر چکا تھا تو اذان نے اس پر جنگ شروع کر دیا

عجب کھیل

--- تحریر: فلک زاہد - لاہور ---

میر نے اعصاب مثل ہور ہے تھے اور اگلے ہی لمحے میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ ہوش تب آیا جب سلینا میری کلائی سے اپنا منہ لگائے نہانے کیا کر رہی تھی۔ اگلے ہی لمحے میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کر رہی ہے سلینا میرا خون چوس رہی تھی مجھے مثل طور پر ہوش آچکا تھا میں جھٹ سے اٹھا اور سلینا کو ایک طرف دھکا دے دیا وہ بندہ سے نیچے جا گری جب کہ میں بیڈ پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ سلینا کی شکل دیکھ کر میرے دل میں کھلے کھڑے ہو گئے وہ کوئی پھری ہوئی شیرنی معلوم ہو رہی تھی ایک دیسپار کی طرح اس کے دانت لو کیلے تھے اور آنکھیں خدا کی پناہ کیسی دہشت ناک تھیں جھانپنا کلائی پر جلن کا احساس ہوا تھا میں نے دیکھا تو وہاں پر دوسرا رخ تھے جو سلینا نے اپنے لو کیلے دانتوں سے کئے تھے سلینا نے میری طرف خونخوار نظروں سے دیکھا اب سمجھ گیا تھا سلینا ہی وہ قاتل تھی جس کی ہم سب کو تلاش تھی سلینا جھٹ سے اٹھی۔ اور اگلے ہی لمحے وہ مجھ پر حملہ آور ہونے والی تھی کہ میں نے اسے ایک ہار پھر دے گا دیا اور وہ دوبارہ دوسری طرف چاٹنی میں لپی بیڈ سے اتر گیا اگر صبح وقت میری آنکھ نہ کھلتی تو میرا حال بھی ویسا ہی ہوتا جو باقی لڑکیوں کا ہوا تھا سلینا ایک بار پھر ہاتھ کر گھڑی ہوئی وہ ہانپ رہی تھی۔ سلینا تم یہ سب کیوں کر رہی ہو تم تو مجھ سے پیار کرتی ہو نا۔ میں نے سلینا کو پرسکون کرنے کے لیے ایسا کہا۔ تم میں تم سے پیار نہیں کرتی میں ایک بد روغ آدمی مری ہوئی ہوں میرے دوسرے ساتھی نے ان لڑکیوں کو جو حال کیا میں بھی تمہارے ساتھ ایسا کرے اپنی پاس جھانپا جاتی ہوں سلینا نے آنکھیں نکال کر کہا۔ سلینا کی روح و مل بات من کر میں وہ بخود رہ گیا تو تم یہ سب کرتے ہو کتنے ساتھی جو تم لوگ۔ میں نے ہمت سے کہا۔ کیونکہ وہ خود ایک قاتل تھی اور میں کتنا بے خوف تھا اور وہ کتنی ماہر نکل دو مجھے اپنے پیار میں پھنسا لی رہی اور میں پھنستا چلا گیا اتنی دیر سے قاتل میرے سامنے تھا اور میں بے خبر تھا۔ ہم وہ ہیں پھرے دوسرے ساتھی کا نام جیک ہے جیک نے ان پانچ لڑکیوں کو اپنی محبت میں پھنسایا اور انہیں ہوش لاکر اگلے ساتھ جس کی دوران کا خون چوس کر اپنا پیٹ بھی بھر سلینا نے خفا سے بھری آنکھیں ہٹے ہوئے کہا سب سمجھ آ گیا بھی تو پست مار تم کی رپورٹ میں لکھا ہوتا تھا کہ خون کی کمی ہونے کی وجہ سے موت ہوئی اور یہ سب تو روح تھے کبھی لڑکیوں کے جسم پر ان کی جوس کا ذی این اے موجود نہیں ہوتا تھا مجھے دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی میرے دل سے جس آنکھ رہی تھی کہ میں نے جسے چاہا وہ آخر کیا لگی مگر میں نے حقیقت کو قبول کیا مگر میں تمہیں اپنے ساتھ یہ سب نہیں کرنے دوں گا میں نے کہا اور جلدی سے پیشہ توڑ کر نیچے کود گیا۔ ایک دلچسپ اور سنسنیل خیر کہانی۔

اس وقت شیر کے سب سے جتنے ہوش کے
میں کمرے میں کھڑا تھا۔ جس کے بیڈ پر ایک
نوجوان لڑکی کا جسم ساکت پڑا تھا اس کے جسم
پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی لڑکی شکل و صورت
سے خوبصورت تھی کہ دیکھ کر پیار آتا ایک خونخوار
نے لڑکی کے بدن کو سفید چادر سے ڈھانپ دیا

جولائی 2014

خونخاک ڈائجسٹ 92

عجب کھیل



خیال آیا تھا کہ ضرور یہ لڑکیاں اور قاتل اپنے جذبات کی تسکین کے لیے یہاں بوسہ ستار کر رہے تھے اور ہوس پوری کرنے کے بعد قاتل نے لڑکیوں کو مار دیا یہ خیال جب میرے ذہن میں آیا تو میں نے سنسیر انسپکٹر ڈولڈ سے اس بات کا اظہار کیا تھا انہوں نے میرے خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے لڑکیوں کی لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دیا تھا رپورٹ سے ظاہر ہوتا تھا کہ لڑکیوں کو حوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا اور نہ ہی انہیں قتل کرنے کے لیے اوزار کا استعمال کیا گیا ہے لیکن جو بات میرے رو تھنے کھڑے کرتی تھی وہ یہ تھی کہ لڑکیوں کے جسم سے خون کی کئی پائی ملی ہے اور یہی ان کی موت کی وجہ بنا ہے ان سب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل لڑکا ہے لیکن اسے یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی اور وہ یہ ایسا کیوں کر رہا ہے کس کے لیے کر رہا ہے یہ وہ سوال تھے جنہیں جاننے کے لیے پورے شہر کی پولیس کمر توڑ محنت کر رہی تھی۔

انسپکٹر کورنلیس۔ انسپکٹر ڈولڈ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

جی سر۔ میں نے سنچلے ہوئے کہا۔
اسی لڑکی کا بیک گراؤنڈ چیک کرو اور اس کے ماں باپ کو اطلاع کرو و انسپکٹر ڈولڈ نے کہا۔
جی سر میں نے احتراماً جواب دیا۔

لڑکی کے والدین ایک نشتے کے لیے فرانس سے باہر گئے تھے اپنی بیٹی کی موت کی خبر سنتے ہی وہ روتے چلے آئے اور بیٹی کی لاش پر روتے چلے گئے ہم پولیس والے انہیں تسلی دیتے رہے اور ساتھ میں یہ بھی یقین دلاتے رہے کہ ہم قاتل کو جلد از جلد پکڑ لیں گے یہ خاندان بھی بھلا معلوم ہو رہا تھا لڑکی کی تدفین کے بعد میں نے اس کے والد سے سوال کیا۔

سر کیا آپ کی بیٹی کا کوئی بوائے فرینڈ تھا۔

اور پھر باقی فونو گرافر پورے کمرے کی تصویر اتارنے لگے میرے ساتھ میرے سنسیر انسپکٹر ڈولڈ بھی یہاں موجود تھے شہر میں کھرام بھا ہوا تھا ایک میچے میں یہ تیسرا قاتل تھا وہ بھی خاتون کا لیکن اب تک یہ ہم پتہ نہیں لگا پائے کہ قاتل کون ہے اور وہ صرف لڑکیوں کو ہی کیوں نشانہ بناتا ہے اس سے پہلے وہ خواتین بھی اسی ہوٹل کے کمرے میں بے جا تپائی لگی تھیں کمرے میں کوئی کھڑکی یہ بالکونی موجود نہیں تھی صرف ایک دروازہ تھا جس سے اندر باہر آیا جاتا تھا اس بار بھی پہلے کی طرح اندر سے قفل پایا گیا تھا۔ سوچنے کی بات یہ تھی کہ قاتل عورتوں کو مار کر جاتا کہاں ہے اور وہ ایسا کیوں کرتا ہے جبکہ کمرے میں آنے جانے والے کے لیے صرف ایک ہی دروازہ ہے تو پھر ہمیشہ کمرے کا دروازہ اندر سے قفل کیوں پایا جاتا ہے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہوٹل کے منیجر نے ہمیں فون کر کے اطلاع دی تھی کہ ایک خاتون کمرے میں موجود ہے کئی بار کھٹکھٹانے پر بھی وہ دروازہ نہیں کھول رہی ہے پہلے پہل تو یہ بات ہمیں معمولی سی لگی لیکن پھر ہم اپنی ٹیم کو لے کر پہنچے اور دروازہ توڑ دیا لیکن کیا دیکھا کہ عورت بیڈ پر بے لباس اور مرد بڑی سے اور آج یہ تیسری بار ہوا تھا ہوٹل کے نام کا اس بار بھی نہیں کہنا تھا کہ اس نے خاتون کو ہوٹل میں اسکیلے علی داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا اور وہ اسکیلے ہی کمرے میں موجود تھی جس کا مطلب تھا کہ قاتل پہلے ہی سے منصوبہ بنا کر ہوٹل کے اندر موجود تھا۔ سب یہ بات تو سمجھ میں آتی تھی لیکن جب دروازہ اندر سے بند ہوتا تو قاتل مار کر کہاں سے بھاگتا سوال تھا جو کہ چین سے نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ پچھلی دو لڑکیوں کا فیملی بیک گراؤنڈ چیک کیا گیا تو وہ اچھے خاندان کی معلوم ہوئی ورنہ ان کی لاشوں کا حال دیکھ کر میرے ذہن میں کال ٹر لڑکا

تھیں ان کو دیکھ کر لگتا نہیں تھا کہ ان کو کوئی بیماری ہو سکتی ہے اور ہوں میں قدم رکھنے کے ٹھیک آدمی تھے۔
 کھنے بعد یعنی رات کے پورے ساڑھے دس بجے تینوں لڑکیوں کی موت دائمی ہوئی تھی وہ بھی اسی ہوں کے اسی کمرے میں اسی حالت میں ان کی لاش کو دیکھ کر لگتا تھا کہ جیسے ان کے جسم سے پورا خون نچڑ لیا ہو لاش کا رنگ سفید پڑا ہوتا تھا لیکن خون کی کمی ہوں میں ہی کیوں ہوگی وہ بھی تینوں کی ایک ہی وقت میں اور ایک ہی کمرے میں اور ایک ہی حالت میں پہلے کیوں نہیں پورے کمرے کا جائزہ لیا گیا تھا لیکن ایسی کوئی چیز ہمارے ہاتھ نہ لگ سکی جس سے کچھ معلومات فراہم ہوتی کیا راز تھا اس کے پیچھے میں جانے بغیر نہیں سے نہیں بیٹھ سکتا تھا میں یہ سب سوچتی رہا تھا کہ ایک ابلکار نے اندر آ کر مجھے یہ اطلاع دی کہ مجھے انسپکٹر ڈونلڈ اپنے آفس میں بلا رہے ہیں میں نے کافی کام اپنے منہ سے لگایا اور ایک سالس میں اپنی بیٹی ہوئی کافی بیٹھی میں اپنا منہ ٹٹو سے صاف کرنا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور انسپکٹر ڈونلڈ کے آفس میں پہنچ کر میں نے ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی انہوں نے ہمیشہ کی طرح خوش اخلاقی سے مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی انسپکٹر ڈونلڈ ایک ادھیڑ عمر اور سنجیدہ مزاج آدمی تھے ہمارے ان کی شخصیت میں کافی رعب لگتا تھا لیکن اندر سے وہ بہت نرم اور نیک دل انسان تھے انہوں نے مجھ سے ہمیشہ اپنے سگے بیٹے جیسا سلوک کیا تھا میں ان کی قربت پا کر بہت خوش تھا۔ میرے ساتھی کو نیک اس بات پر مجھ سے حسد کرتے تھے لیکن مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا میں اپنے کام سے کام رکھتا تھا میں انسپکٹر ڈونلڈ کے سامنے براہمان ہو گیا وہ ہمیں موت وہ کسی قاتل کی درق گردانی کرتے رہے پھر اسے ایک طرف رکھتے ہوئے مجھ سے مسکراتے

مجھے نہیں معلوم انسپکٹر صاحب لیکن جہاں تک میں جانتا ہوں وہ سنگل تھی اگر ایسا کچھ ہوتا تو وہ ہمیں ضرور بتاتی لڑکی کے والد نے دوتے ہوئے کہا۔ یہی جواب مرنے والی مکی لڑکیوں کے والدین بھی دے چکے تھے اس کا مطلب تھا کہ تینوں لڑکیوں کو مارنے والا ایک ہی شخص تھا میں نے مزید سوال کرنا بہتر نہ جانا اور وہاں سے واپس آ گیا۔ خاصا الجھا ہوا کیس تھا اگر قاتل لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ بناتا تو یقیناً ان کے جسم پر اس کا ڈی این اے موجود ہوتا جس سے اس کی شناخت ہو سکتی تھی لیکن ایسا کچھ نہیں تھا رپورٹ بتاتی تھی کہ لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا ان کی موت خون کی کمی ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے یہ بات صرف میرے لیے نہیں پورے شہر والوں کے لیے حیران کن تھی پہلی بار ایسی موت کا تذکرہ سنا تھا پھر بھی ایک اور بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ اگر لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا تو پھر ان کے جسم پر لباس کیوں نہیں ہوتا اور پھر لڑکیوں کے جسم پر کسی قسم کا نشان بھی نہیں پایا جاتا تھا جس سے پتہ چل سکا کہ خون یہاں سے نکالا گیا ہے لڑکیوں کی میڈیکل رپورٹ بتاتی تھی کہ وہ بہت صحت مند تھیں تو پھر خون کی کمی کیسے اور کہاں سے پیدا ہوئی شہر میں لوگوں نے ہڑتال کر رکھی تھی کہ ہم تینوں لڑکیوں کو انصاف دلوائیں قاتل تک پہنچنا تو میں بھی چاہتا تھا لیکن کیسے بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا مجھے کہاں تھا کچرا گیا تو مزائے موت اس کی یقینی تھی میرا دل بہن سوچ سوچ کر بہت تھک گیا تو میں نے ایک ابلکار سے کہہ کر کافی کام منگوا یا جب ابلکار کافی لے کر آیا تو میں چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر کافی پینے لگا لیکن پھر بھی میرا ذہن اسی کسی کے متعلق سوچے جا رہا تھا ہوں والوں کا کہنا تھا کہ لڑکیاں بہت صحت مند اور مند دست

ہوئے مخاطب ہوئے۔ میں اس کہیں میں اپنی جان لڑاؤں گا سر

میں نے اعتماد سے کہا اور انسپکٹر ڈونلڈ سے اجازت لے کر اگلے آفس سے اپنے آفس میں آکر براہمان ہو گیا۔ میں یتیم تھا میری ماں مجھے ہم دیتے ہی چل بسی تھی اور والد صاحب کو گزیرے صرف دو تین سال ہی گزرے تھے مجھے خوشی تھی کہ اپنے جیتے جی وہ مجھے ایک پولیس انسپکٹر کے طور پر دیکھ چکے تھے ان کا شروع سے یہ خواب رہا تھا کہ ان کا بیٹا ایک پولیس انسپکٹر بنے جو میں نے پورا کیا

میں گھر پر اگلا بیٹا رہتا تھا کھانا پیتا تھا میرا پیار لے والد صاحب نے دوسری شادی نہیں کی تھی اسی ذرے کر جانے دوسری ماں کا میرے ساتھ بیٹا رہتا تھا میں ان سے بے حد محبت کرتا تھا اور ان کی عزت کرتا تھا میں باقاعدگی سے اپنے والدین کی قہر پر حاضری دیتا تھا میں نو تبصرات دراز قدم نو جوان تھا کہ آئیں اور گولڈن ہالی تھے کئی گز مانے سے ہی لڑکیاں مجھ پر ہان پھرنے لگی تھیں یہ حسن و خشن میرے بس کی بات نہیں تھی میرا وہ یہ ہر لڑکی کے ساتھ خشک ہوتا تھا جس وجہ سے وہ برا مانا جاتی تھیں انسپکٹر ڈونلڈ کی اہلیہ بھی وفات پا چکی تھیں وہ اپنی انگوٹھی منی کے ساتھ رتے تھے بیٹے کی آمد، ان کی پوری زندگی کیونکہ ڈاؤن ہونے کے مزید بچے پیدا کرنے سے خود پر کوریا تھا ان لیے ان کو میری شکل میں ایک چہ انسر آتا اور میں ان کی توقعات پورا نہیں کرتا تھا ان کی جینی آئرس نے اکثر مجھے اظہار محبت کیا تھا لیکن میں نے کبھی اس کی اس بات پر کان نہیں دیا تھا جس وجہ سے وہ مجھ سے آج کل مارا پیس لگتی لڑکی جو بڑی میں مری تھی اس کے کسی کی ذمہ داری کسی اور انسپکٹر کو سونپی گئی تھی وہی کسی بونے والی لڑکی کا نام کہت تھا۔ اور جو انسپکٹر اس نے اس پر کام کر رہا تھا وہ انسپکٹر نام تھا نام سے یہ فی بات سن

نو جوان کورٹیکس سنڈی کا کہیں میں تمہارے حوالے کرتا ہوں آج سے تم اس کہیں پر کام کرو گے سنڈی اس پتہ لڑکی کا نام تھا جو ہمیں ہونٹ میں بے جان ملی تھی۔ سر۔ میں۔ مجھے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا

کیوں ابھی ندوس اور ڈونلڈ باک مانیسے۔

جی سر۔ میں نے مشکل کہا۔ کوئی بات نہیں نو جوان مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے تم یہ کہیں ضرور حل کرو گے انسپکٹر ڈونلڈ نے بھر پور انداز سے کہا۔ ان کا لہجہ دیکھ کر میرے اندر بھی حوصلہ پیدا ہوا اور میں نے یہ کہیں قبول کر لیا قبول ہی کرنا تھا کیونکہ انکار کر نہیں کر سکتا تھا میں نے کھڑے ہو کر سر ڈونلڈ کو سلام کیا اور واپس جانے کے لیے مزاحیہ تھا کہ انہوں نے مجھے روک لیا وہ اپنی سیٹ سے اٹھے اور میرے ساتھ چلے گئے جوش سے مصافحہ کیا

گولڈن ہالی سن۔ انہوں نے مستحضرانہ لہجہ میں کہا میرے لیے یہ بہت عزت کی بات تھی کہ انسپکٹر ڈونلڈ نے میرے ساتھ مصافحہ کیا تھا۔ اور مجھے بیٹے کا درجہ دیا تھا ایسا نہیں ہارنڈن ہوا تھا وہ تو اکثر مجھے اپنے ساتھ لے جاتے تھے اکثر میرے ساتھ بغل تیر بھی رہتے تھے غرض وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے لیکن پھر بھی میں نے کبھی غرور نہیں کیا تھا ہلکے میں مجھے سے زیادہ اچھی طرح اپنی ڈیوٹی انجام دیتا لیکن اس بار کے معاملے میں کچھ اور ہی اہمیت تھی شاید اس لیے کہ وہ مجھ پر بھروسہ کرتے تھے کبھی تو انہوں نے ایک اہم کہیں میرے حوالے کیا تھا۔ اس سے پہلے میں کئی ایس سلیمان کا تھا۔ یہ ارادہ کارا اچھا تھا لیکن ایسا عجیب و غریب کس جہلی بار سلیمان ہوا تھا۔

جو اب نہیں دیا تھا جس وجہ سے وہ مجھ سے کافی دن
باراض بھی رہی مگر میں نے اسے مٹانے کی زحمت
نہیں کی کیونکہ میرا اس سے اس طرح کا تعلق
دور دور تک نہیں تھا مرلیین خوبصورت تھی اس پر
سٹاف کے کافی لڑکے مرتے تھے لیکن وہ تھی کہ
صرف مجھ پر ہی مرتی تھی اور میں اسے گھاس تک
نہیں ڈالتا تھا مرلیین مجھے گہری نظروں سے دیکھتی
ہوئی میرے سامنے براجمان ہوئی۔ میں نے المکار
ہے کہ کر کافی کے تین تک منگوالے۔ اور منگلو کا
آغاز کر دیا۔

یوں اچانک آپ دونوں یہاں کیسے۔
دراصل ہم تمہیں مبارک باد دینے آئے ہیں
کہ تمہیں یہ کیس سوچنا گیا ہے اسپیکر نام نے کہا۔
بھلا اس میں مبارکباد کیسی۔ میں نے سوچا۔
کوئی تھکس تم جا ہو تو ہم تینوں اس کیس پر مل
کر کام کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارا افکار ایک ہی ہے۔
مرلیین نے اپنی نظریہ میرے چہرے پر مرکوز
کرتے ہوئے کہا۔

نہیں شکر یہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں
ہے میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور مرلیین کا چہرہ
ترسا گیا۔

ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی اب دیکھنا یہ ہے
کہ ہم تینوں میں سے سب سے پہلے یہ کیس کون حل
کرنا ہے اسپیکر نام نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے
ہوئے کہا۔

جی بالکل میں نے اسی لہجے میں کہا کافی کے
دوران ہم تینوں نے سچ صرف کیس کو لے کر ہی
منگلو کی کہ کیا برا سرا دیکھیں ہے ہمیں بڑی احتیاط
سے کام لینا ہوگا کیونکہ قاتل بہت ہی ہوشیار ہے
اسپیکر نام نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ کیس کو سب سے
پہلے کون اور کس طرح حل کرنا ہے اور میں نے بھی
ان کا یہ چیلنج قبول کر لیا تھا جو بات پہلے میرے ذہن

سلام دیا تک ہی محدود تھی مجھے لوگوں سے زیادہ ملنا
چلتا پسند نہیں تھا اور دوسرے قاتل ہونے والی لڑکی کا نام
روز تھا جس کی امداد ہی ایک لیٹی اسپیکر کو سونپی گئی
تھی جس کا نام اسپیکر مرلن تھا اپنے کیس کو حل کرنے
کے لیے مجھے جانتا ضروری تھا کہ باقی دونوں اس
کیسوں کو حل کرنے کے لیے کیا کر رہے تھے کیسے
کام کر رہے ہیں اور کس طرح کا طریقہ اپنا رہے
ہیں میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اگر میں یہ کس حل
نہ کر سکا تو اپنی جاب سے استعفیٰ دے دوں گا کیونکہ
اسپیکر ڈونلڈ کے ساتھ لوگوں لڑکیوں کے والدین
اور میڈیا دونوں کی نظریں بھی جلد مجھ پر ہوں گی جو
مجھ سے امید لگائے بیٹھے ہوں گے باقیوں کا تو مجھے
پتہ نہیں ابھی لیکن اسپیکر ڈونلڈ کے بارے میں مجھے
یقین تھا کہ وہ مجھ سے کامیابی کی امید رکھتے ہیں اگر
میں کامیاب نہ ہوا تو میں ان کی نظروں میں گر
جاؤں گا اور دوبارہ ان سے آنکھ ملانے کی جرات
شاید ہی مجھ میں نہ ہوگی اس لیے یہ فیصلہ میں نے
سوچ سمجھ کر کیا تھا لیکن یہ بعد کی بات تھی ابھی تو مجھے
صرف کامیابی کے بارے میں سوچنا تھا ابوالحسن سے
کام کرنا تھا۔

کیا میں اندر آسکتا ہوں۔ میں نے نظریں
اٹھا کر چونک کر اس آواز کی سمت دیکھا۔
آجائے۔ اسپیکر نام میں نے مسکراتے
ہوئے کہا۔ اسپیکر نام میرے سامنے براجمان
ہوا گیا۔

بتائیے کیسے آنا ہوا۔ میں نے منگلو کا آغاز
کیا۔ ہی تھا کہ اسپیکر مرلیین بھی آدھکل۔

کوئی تھکس کیا میں اندر آسکتی ہوں۔ اسپیکر
مرلیین نے ہمیشہ کی طرح اپنے حسن کے جلوے
بکھیرتے ہوئے کہا اسپیکر مرلیین مجھ سے محبت
کرتی تھی جس کا اظہار اس نے خدا ایک دفعہ مجھ
سے کیا جا جواب میں میں نے کوئی قابل بخش

فرق نہیں پڑا تھا میں نے سکون کی سانس لی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کہاں سے شروع کروں ایسا کوئی ثبوت بھی نہیں تھا جو ہمیں قاتل تک لے جاسکتا میں نے کھسے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ڈیوٹی آف ہوتے ہی گھر کی جانب چل پڑا راستے میں میں نے پہلے کھانا کھایا اس کے بعد گھر کو آیا میں اپنے اس چھوٹے اور کشادہ گھر میں بہت ہی خوش تھا مجھے بھی تجلی کا تھی نہیں نہ ہی میں نے اسے آباد کرنے کرنے بارے میں بھی سوچا تھا ذرا بھی بہت مصروف گزار رہی تھی۔ بھی کوئی کیس تو بھی کوئی جس وجہ سے ان فضول چیزوں کے لیے میرے پاس وقت نہیں تھا فارغ وقت اکثر میرا اسپیکر ڈونلڈ کے ساتھ گزارنا تھا میں خود کو اکیلے گھر میں بند کر دیتا لڑکیاں دے غار میں مجھے پسند کرنے والیں مگر میرا بے کسی کو پسند نہیں کیا تھا میں اپنے آپ میں اکیلا خوش تھا میرا صرف ایک ہی خواب تھا کہ میں اسپیکر سے جلد ترقی کے کرے کشن بن جاؤں میرے نزدیک لڑکیاں مردود تھیں میں لڑکیوں سے دور بھاگتا تھا بیڈ پر دراز ہو کر میں نے بیڈ فون کانوں سے لگا لیا اور کب موسیقی سننا سنتا خوابوں کی دنیا میں چلا گیا مجھے چہ نہیں چاہا۔

صبح میری ٹھیک سات بجے آنکھ کھل گئی زیادہ کرناشت کر کے میں پورے آٹھ بجے اپنے آفس میں موجود تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنی نیم کرسیاں اٹھ کر اس ہوائی گھاساٹل ہوئے تھے میں نے استقبالیہ کی اس دن کی پوری لسٹ چیک کی جس دن سنڈی کا کل ہوا تھا اس دن اندر آنے اور جانے والوں کے نمبر اور ایڈریس نوٹ کر کے سب سے پوچھ پچھ کی گئی لیکن ان سب میں سے کوئی بھی وہ قاتل نہیں تھا میری حیرت وہ چند ہی میں نے سختی سے دو تین بار استقبالیہ میں نام درج کرنے والے سے پوچھا کہ کہیں اس سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی

میں آئی تھی کہ مجھے ان کے کیس پر کام کرنے کے طریقے پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کیسا کام کر رہے ہیں یہ خیال میں نے رد کر دیا۔ اور خود سے کہا کہ میں اپنے طریقے سے خود ہی یہ کیس حل کروں گا اس کے لیے مجھے کسی کی نقل یا مدد کی ضرورت نہیں جانتا تھا کہ بے شک یہ اتنا آسان نہیں لیکن پھر بھی میں نے ان دونوں کی مدد لینے سے انکار کر دیا تھا میں نے ایسا کیوں کیا میں خود نہیں جانتا تھا کافی قسم ہونے کے بعد اسپیکر نام میرے آفس سے چلے گئے۔ لیکن مریلین براہمان رانی میں اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ کہ یہ اٹھ کر کیوں نہیں جا رہی ہے۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہو مریلین نے انکار کر لیا۔ نہیں پتہ نہیں۔ میں یکدم چوٹا۔

گورنمنٹس مجھ میں ایس کیا کی ہے جو تم مجھ سے اتنا سرد رویہ رکھتے ہو مریلین نے گہری سانس لے کر کہا۔ یہی کہنے کے لیے مریلین اٹھ کر نہیں گئی تھی اس نے تھائی کا فائدہ اٹھا کر مجھ سے یہ سوال کر ڈالا مریلین کے روز روز کے سوالوں سے میں تنگ آ گیا تھا وہ اکثر مجھ سے یہی سوال کرتی تھی نیما نے کیوں مجھے اس میں کشش محسوس نہیں ہوتی تھی میں نے بھی اس کے ایسا کہنے کا ناجائز فائدہ بھی نہیں اٹھا یا تھا میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً وہ ناجائز فائدہ اٹھاتا۔

اسپیکر مریلین یہ پولیس اسٹیشن ہے یہاں ایس باتیں آپ کو شوپ نہیں دیتیں آپ ڈیوٹی پر ہیں زیادہ مریلین موفورہ بننے کی کوشش مت کیجئے۔ اگر آپ کو ایسا کچھ کرنا ہی ہے تو پلیز آپ فلم لائن میں جاسیے میں نے غصہ سے کہا۔

مریلین کو میری بات کا بہت غصہ لگا وہ خوشخوار نظروں سے مجھے گھورتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی وہ کوئی بھڑکی ہوئی شیرنی معلوم ہو رہی تھی مریلین پاؤں بٹختی ہوئی میرے آفس سے باہر چلی گئی مجھے کوئی

نے شوٹی سے کہا جب میں اسپیکر ڈونلڈ کے ساتھ
ان کے گھر جاتا تھا تو میری کوشش ہوتی تھی کہ
آؤں سے میرا سامنا نہ ہی ہو تو اچھا ہے اور فون
اکڑوہ مجھے خود ہیکر لی تھی میں نے اسے بھی کوئی
فون یا سیج نہیں کیا تھا جب بھی اس کا فون آتا تھا تو
میں اٹھا لیتا تو بھی فون آف کر دیتا اور سیج کا
جواب د میں ویسے ہی دینا پسند نہیں کرتا تھا۔

مہر د ف تھا اسی لیے میں نے سرو لیجے میں کہا۔
آپ کو میری یاد نہیں آتی آؤں نے
رہینک ہوتے ہوئے کہا۔ دل و چاہا کہ نہ کروں
مگر جیت نہیں ہوئی۔

میں اسکا کوئی بات نہیں۔ میں نے ٹک آ کر
کہا آؤں کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
پھر کسی بات ہے۔

مجھے نہیں معلوم۔ مجھے غصہ آ گیا۔
مجھے تو آپ کی بہت یاد آتی ہے۔ میرا بس
چلے تو میں زندگی کا ہر لمحہ آپ کیساتھ گزاریں آؤں
کی جذبات میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔

اچھی بات ہے ہوتا ہے ایسا میں نے سنجیدگی
سے کہا۔

آپ کہتے ہو دیکھ انسان ہیں۔ آؤں سمجھ گئی
کہ میرے ساتھ اس کی بات نہیں بننے والی۔
تقریب کا شکر یہ میں نے زیر لب مسکراتے
ہوئے کہا

بھاڑ میں جاؤ۔ آؤں غصے سے بول کر فون
بند کر گئی۔ میں نے جتنے ہوئے فون ایک طرف
دکھ دیا اور شکر یہ ہوا کہ آؤں سے جان تو چھوٹی
بدلت ساڑھے دس بجے میرے ساتھ پورے
فلک کے لیے یہ دھماکے خیز اور حیران کن خبر تھی کہ
جو ہم سب کے روٹھے کھڑے کرنی تھی وہ یہ کہ اسی
ہوٹل کے اسی کمرے میں ایک اور لڑکی کا قتل منظر
عام ہر تیا قتل ہونے والی لڑکی کا نام لوسی تھا ایسا

لیکن ہر بار اس کا ایک بچہ اب تھا کہ اس دن جتنے
لوگ یہاں آئے تھے الپ کے نام درج ذیل ہیں
ان کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں آیا یہ سب کرتے
کرتے سہ پہر ہو گئی تھی میں واپس پولیس اسٹیشن
آ گیا اور ایک بار سے کہہ کر کھانا منگو کر کھانے لگا کچھ
سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کافی پراسرار اور دلچسپ کھیل
تھا ساتھ میں الجھا ہوا بچہ مری دیکھی اس میں مزید
بدھتی جا رہی تھی کچھ بھی کر کے میں اس کیس کی تہہ
نگاہا چاہتا تھا میں نے شہرے تمام ہوٹلز کے باہر
بغیر درزی کے پولیس کھڑکیروں تھی اور سب کو تھی
سے ہدایت کی تھی کہ ہر آنے جانے والے آدمی پر
نظر رکھی جائے کہ کون کیا کر رہا ہے سڑک ڈنڈ کی طرح
فہ سے اجازت تھی کہ اس کیس کو حل کرنے کے
لیے جو کچھ بھی کرنا پڑے کرو کیونکہ یہ پولیس والوں
کی عزت کا سوال تھا۔ لوگوں نے بڑتال کر رکھی
تھی۔ میڈیا والے الگ بات کو اچھا حال رہے تھے
اور تینوں لڑکیوں کے والدین ان کو انصاف دلانے
کے لیے کوشاں تھے۔

سیج میں مجھے اور نام کو جوائن کرو گے اسپیکر
مریلین کی آواز پر میں چونکا

جی نہیں شکریہ۔ میں سیج کر چکا ہوں۔ میں
نے سیٹ لیجے میں کہا مریلین مجھے دو تین منٹ
عجب نظروں سے گھورتی رہی پھر بغیر کچھ کہے واپس
چلی گئی میں نے بے خیالی میں کدھے اچکائے وہ
ایک بار پھر ناراض ہو کر چلی گئی ہے میں نے کرسی
سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں جب ہی فون کی
تھنٹی نے مجھے ایک بار پھر ہونکا دیا فون میرے
موبائل پر آ رہا تھا اور اسکرین پر میں آؤں کا نمبر
جنگلار ہاتھ میں نے اتنا کر فون اٹینڈ کیا۔

ہیلو میں نے کہا۔
گلتا ہے آپ ہمیں بھول ہی گئے ہیں اتنے
دن سے نہ کوئی سیج نہ فون ملنے بھی نہیں آئے آؤں

کیسے ممکن تھا جب کہ میں نے پورے شہر سے کے ہوٹلوں کے باہر بغیر وردی کے پولیس کمری کی ہوئی تھی اور کالی اچھے سے نظر رکھی جا رہی تھی۔

میں نام اور مرہیلین ہوٹل پہنچے تو سب پولیس والے شرمندگی سے سر جھکائے ہوئے کھڑے تھے وہ شاید ہماری ڈانٹ ڈپٹ سننے کے لیے تیار تھے۔ نام ان سے باز پرس کرنے لگا میں اور مرہیلین استقبال پر پہنچے لیکن وہاں سے پہلے کی طرح اس بار بھی پتہ چلا کہ لڑکی ایسا ہی یہاں موجود تھی ایسا کیسے ہو سکتا تھا ہمیں ہوٹل والوں پر شک ہوا کہ کہیں یہ لوگ عورتوں کا دھندا تو نہیں کرتے لیکن کیوں ہمیں شک ہو رہا تھا کہاں لڑکیوں کے قتل کے پیچھے ہوٹل والوں کا ہی ہاتھ ہے جب ہی تو ہم خالی ہاتھ واپس لوٹ جاتے تھے ہمیں شک ہو رہا تھا کہ یہ لوگ ہم سے خبیث بول رہے ہیں اور انہی ہوٹل والوں کا وہ آدمی ہے جو ایسا کرتا ہے اور شاید یہ سب اسے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں مرہیلین اپنی ٹیم کے ساتھ ہوٹل کے تمام افراد سے پوچھنا چھ کرنے لگی اور میں اس کمرے میں آ گیا جہاں ہونے والا یہ چوتھا قتل تھا دروازہ اندر سے قفل تھا میں نے ہوٹل والوں سے چابی لے کر اسے کھولا اور اپنی ٹیم سمیت اندر داخل ہو گیا۔ میں نے اپنے ساتھ آئے ہوئے ہلکار ساتھیوں سے کہا کہ وہ کمرے کا کون کونسا چھان ماریں ہو سکتا ہے کہ یہاں کوئی تہہ خانہ ہو یہ خیال اچانک سے میرے ذہن میں آیا تھا کیونکہ دروازہ ایک بار پھر قفل دیکھ کر مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے کہ قاتل کہاں سے بھاگا مگر کمرے میں تہہ خانے کا کوئی نام و نشان تک موجود نہیں تھا میں نے دور ہی سے ایک نظر ڈال کر بیڈ پر پڑی مرد لڑکی کو دیکھا لڑکی شکل سے ہی بیس سال کی ہوگی اس کے جسم پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی میں نے آنکھیں جراتے ہوئے

اس پر چادر ڈال دی اور اس کی وحشت سے کھل آنکھیں بند کر دیں جو کہ اس طرح کھلی تھیں جیسے مرنے سے پہلے اس نے بے حد خوفناک چیز دیکھ لی ہو میری ٹیم نے کمرے کا اچھے سے معائنہ کیا لیکن اس بار بھی کوئی قابل غش چیز ہمارے ہاتھ نہ لگ سکی میرا ذہن ماؤف ہو گیا۔ کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کیس کو کیسے حل کروں کیس مزید الجھا جا رہا تھا۔ بہت سے سوال تھے جن کا جواب میں ہر حال میں چاہتا تھا۔ ہم سب کام ختم کر کے پولیس اسٹیشن واپس آ گئے کھانے کھانے کو بھی دل نہیں کر رہا تھا میرا ذہن مسلسل کسی کے متعلق سوچے جا رہا تھا نام اور مرہیلین بھی میرے ساتھ موجود تھے۔

ہوٹل والے تمام لوگ بے قصور ہیں انکا لڑکیوں کے قتل سے کوئی لینا دینا نہیں ہے میں نے انکا بار یک غیبا سے پتہ لگا یا ہے لیکن کچھ ہاتھ نہیں لگ رہا مرہیلین نے ہنگو کا آغاز کیا۔ میں خاموش رہا اور اس بار لڑکیوں کے قتل کا ذمہ دار نہ جانے میرا دل مجھے کیوں کہہ رہا تھا وہ اس لیے شاید کہ میں ایک پولیس انسپکٹر ہو کر ان کے لیے کچھ کرنے سے قاصر تھا۔

ہمیں مل کر اس کیس پر کام کرتا چاہیے نام نے کہا تو میں یوں چونکا جیسے تیندے سے بیدار ہوا ہوں میں اپنی سوچوں سے باہر آ گیا۔

ہاں م ٹھیک کہتے ہو میں نے نام کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں اسکیلے کچھ نہیں کر سکتا اس دن خواہ خواہ میں کسی ملے کی خوشی سے پاگل ہو گیا تھا جو دراز یا وہ کہہ گیا تھا مجھے اپنے کہے پر ندامت ہوئی۔

تو ہمیں سب سے پہلے کیا کرنا ہو گا۔ مرہیلین نے سوال کیا۔

اسی دوران ایک ہلکار اندر آیا اور اس نے ہم

انسپکٹر ڈونلڈ کو ہماری باتوں پر یقین تھا انہوں نے کہا۔ میں سب جانتا ہوں لیکن وہ لوگ نہیں سمجھ رہے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم پولیس والے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔

آپ فکر نہ کریں سر ہم جلد ہی یہ کیس حل کر لیں گے میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ رات ہو چکی تھی ڈیوٹی آف ہو جانے کے بعد ہم تینوں پولیس انسپکشن سے نکلے تو میڈیا والوں نے ہمیں گھیر لیا۔

سر ڈیڑھ ماہ میں چوتھی لڑکی کو مار دیا گیا اس بارے میں پولیس کچھ کر کیوں نہیں رہی ہے ایک صحافی نے سوال کیا۔

دیکھئے ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں جلد ہی قاتل سلاخوں کے چبچے ہو گا میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ میں میڈیا والوں سے جان پھراتا چلتا تھا بمشکل ہم تینوں اپنی اپنی گاڑی تک آئے اور گھر آ گئے میں نے بیڈ پر لیٹر سکون کی سانس لی میری عادت تھی کہ باہر کا کام باہر ہی چھوڑ کر آتا تھا گھر پر اس بارے میں بالکل کچھ نہیں سوچتا تھا لیکن یہ ایسا کیس تھا جس نے میری زندگی حرام کر دی تھی ایک بل مجھے جین نہیں آتا تھا ہر وقت کیس کے متعلق سوچتا رہتا اس وقت بھی میرا ذہن کیس کی طرف ہی تھا میں چاہتے ہوئے بھی اس کا خیال اپنے ذہن سے نہیں نکال پار ہاتھ آخر کو کسی لاپرواہی ہوئی ہے مجھ سے جو ایک اور مصوم لڑکی کی جان چلی گئی ہے اگر آج کوئی لاپرواہی نہ ہوئی ہوتی تو یقیناً لڑکی کی جان بچ سکتی تھی اور قاتل ہماری حراست میں ہوتا یہی سب سوچتے سوچتے نجانے کب میری آنکھ لگ گئی اور مجھے ہر طرح کی پریشانی سے نجات مل گئی۔

اگلے دن معمول کے مطابق گزرا ہم تینوں مل کر ڈیوٹی نبھا رہے تھے ہماری کوشش تھی کہ اس بار

تینوں کو سلوٹ کر کے پتہ چلا کہ انسپکٹر ڈونلڈ ہمیں اپنے آفس پر طلب کر رہے ہیں۔ ہم تینوں کی سائیسنگ ہو گئیں بے شک وہ مجھے پتا سمجھتے تھے لیکن ڈیوٹی کے وقت رشتے داری بھی نہیں چلتی اور پھر یہاں تو چار لڑکیوں کے قتل کا معاملہ تھا ہم تینوں جانتے تھے کہ ہماری خوب کلاس لگنے والی ہے ہم تینوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا اور خود کو انسپکٹر ڈونلڈ کی ڈانٹ سننے کے لیے تیار کر لیا۔ اور اٹھ کر ان کے آفس چلے گئے ہم نے ان سے اندر آنے کی اجازت لی اور ان کو سلوٹ کر کے ان کے سامنے شانے چوڑے کر کے ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت دو لوی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کی ورٹی گروائی کر رہے تھے۔ جس پر لکھا تھا لڑکی کی موت خون کی کمی ہونے کی وجہ سے واقع ہوئی ہے انسپکٹر ڈونلڈ نے پوسٹ مارٹم رپورٹ ایک طرف رکھ کر ہم تینوں کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ کیا ہو رہا ہے تقریباً ڈیڑھ ماہ میں یہ چوتھا قتل ہے اور اب تک قاتل ہماری پہنچ سے دور ہے تم لوگ اپنی ڈیوٹی ٹھیک سے انجام کیوں نہیں دے رہے انسپکٹر ڈونلڈ نے نرم مگر اچھے لہجے میں کہا۔ سر میں نے تمام ہوٹلوں کے باہر پولیس کھڑی کی تھی لیکن اس کے باوجود وہ قاتل نہانے اُتار گئے آیا اور ہوٹل والوں کا کہنا ہے کہ اس بار بھی لڑکی اگلی ہی اندر موجود تھی اور اس بار بھی دروازہ اندر ہی سے بندھا میں نے کہا۔

سر ہمیں ہوٹل والوں پر شک ہوا اور میں نے سب کے بارے میں باریک بینی سے چھان بین کی مگر کچھ خاص نہیں ملا وہ سب بے قصور ہیں یعنی ان میں سے کوئی بھی وہ قاتل نہیں اس بار مریلیں نے حوصلہ دیکھا یا۔

سر ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں نام ہوا۔

چھٹی نہیں کی تھی میں نے اپنے فون سے مرہٹوں کے نمبر پر کال کی مگر دوسری طرف سے آواز سنائی دی کہ موبائل بند ہے۔ میں نے کال بند کر کے فون جیب میں رکھ لیا اور انسپکٹر عام کے کیمپن میں چلا گیا۔

آؤ کورٹیکس بنیو۔ آج صبح صبح انسپکٹر عام نے خوشدلی سے کہا میں کرسی بھیج کر براجمان ہو گیا۔

میرا آج انسپکٹر مرہٹوں نہیں آئی حیرت۔ یہاں اصل موضوع پر آیا۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں میں یہاں آنے سے پہلے اسی کے پاس سے پھر لگا کر آ رہا ہوں انسپکٹر عام نے جواب دیا مجھے تسلی ہو گئی کہ میں عام کے آفس میں بیٹھا۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا اور پھر اپنے آفس میں آ کر براجمان ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ ڈیوٹی آف ہوتے ہی مرہٹوں کا حال دریافت کرنے جاؤں گا اس کے بعد میں باقی کاموں میں مصروف ہو گیا۔ اور کب رات ہوئی پتہ لگا نہیں چلا مجھے کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ ٹھیک ساڑھے دس بجے فون کی گھنٹی بجی میں نے فون کاٹ لیا کر کہا جیو انسپکٹر کورٹیکس سٹیٹنگ۔

مر جلدی یہاں آئے ایک اور کل ہو گیا ہے دوسری طرف سے طرف سے آواز سنائی دی۔

کیا میرے منہ سے بے اختیار نکلا فون اسی ہوٹل کی طرف سے تھا جہاں پہلے چار کل ہوئے تھے میں نے فون رکھا اور انسپکٹر عام اور اپنی ٹیم کے ساتھ ہوٹل کی طرف گاڑی دوڑائی میں اور عام استقبال میں پہنچے۔

مر میں نے آپ کو فون کیا تھا ہوٹل کے رپورٹ نے کہا۔ سب کے چہروں کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں کیونکہ ہوٹل کے باہر پولیس کا پیرہ تھا پھر دوبارہ کل کیسے ہوا اس بار بھی اندر آنے والی واحد لڑکی تھی جو ایک ہی اندر موجود تھی ہوٹل کا منیجر

کئی کل نہ ہو اور قاتل پکڑا جائے ہم دن رات کمر توڑ محنت کر رہے تھے مگر کچھ ہاتھ نہیں لگ رہا تھا لوسی کے والدین کو خبر کر دی گئی تھی وہ رونے لگے اور ہم تسلیاں دیتے گئے پورا ایک مہینہ ہمیں ادھر ادھر چھان بین کرتے ہوئے گزر گیا۔ مگر ہم تمام کوششوں کے باوجود ناکام تھے میڈیا والوں نے ناک میں دم کر رکھا تھا لڑکیوں کے والدین روز پولیس اسٹیشن آ کر پوچھتے کہ کیس کہاں تک پہنچا ہے ہم ہر دفعہ انہیں ایک نئی امید دلا کر چلا کر دیتے ہاں اگر اس مہینہ میں جو خاص بات ہوئی وہ یہ کہ دوبارہ کسی لڑکی کا قتل نہیں ہوا شاید قاتل پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو گیا تھا مکمل خاموشی چھا گئی تھی باہر قاتل شہر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا کچھ پتہ نہیں تھا لیکن کسی اور شہر سے اس طرح کے قتل کی خبر نہیں آئی تھی جس کا مطلب تھا کہ قاتل اسی شہر میں کہیں نہ کہیں موجود تھا اور صحیح موقع کی تلاش میں تھا ایک اور خاص بات جو اس مہینے ہوئی وہ یہ کہ انسپکٹر مرہٹوں کافی دلوں سے سب سے چینی تھیں سی تھی مجھ سے بھی وہ صحیح طرح سے ڈیوٹی بھی انجام نہیں دے رہی تھی صحیح معنوں میں اس کا کام پر دل نہیں لگ رہا تھا وہ اکثر خیالوں میں کھوئی رہتی تھی میرے پوچھنے پر بھی نہ بتاتی بس ہنس کر ٹال جاتی مرہٹوں کا یہ رویہ میں سمجھ نہ سکا وہ انہی کوں ہو رہی تھی ایک طرح سے تو میں خوش بھی تھا کہ انسپکٹر مرہٹوں سے میری جان چھٹ گئی مگر بھی کبھار مجھے خیال آتا کہ وہ ایسا جان بوجھ کر تو نہیں کر رہی تاکہ میں اس کے قریب آ جاؤں کیونکہ اس کے اس رویے کو صرف میں نے نوٹ کیا تھا کسی اور نے نہیں لیکن پھر خود ہی اپنی سوچ پر ہنس پڑا اور اس خیال کو جھٹک دیتا۔

آج صبح میں پولیس اسٹیشن آیا تو انسپکٹر مرہٹوں موجود نہیں تھے پتہ کرنے پر پتہ چلا کہ آج وہ چھٹی پر ہے ایسا پہلی بار ہوا تھا وہ نہ انسپکٹر مرہٹوں نے بھی

وہ بولتی ہے ایسا کیونکر ہے مگر وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ کہہ کر والدہ کی تم کیا سمجھے تھے کہ اس کا بدلاؤ صرف تم نے غور کیا تھا نہیں دوست وہ سب میں اس قاتل سے محبت کرنے لگی تھی میں جانتا تھا کہ ایسا کچھ ضرور ہے مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ جس سے وہ بے یار کرنے لگی ہے وہ وہی ہی قاتل ہے جس کی ہمیں تلاش ہے میں آخری بار جب ملا تھا اس سے تو اس نے سیدھے منہ بات نہ کی بس اتنا کہ کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے آج وہ پولیس اسٹیشن نہیں آ رہی قاتل بہت ہی شاطر ہے اس نے مرہٹوں کو خوب اچھے سے اپنے فکے میں پھنسا لیا تھا ابھی تو وہ اپنا منہ نہیں کھولتی تھی لیکن شاید مرہٹوں کو اپنی موت کا دکھ نہ ہو کیونکہ جس سے وہ بے یار کرتی تھی اسی نے اس کی جان لی نہ کہ کسی اور نے محبوب کی ہانپوں میں جان دینا قسمت والوں کو نصیب بدنامی ہے عام نے گہری سانس لے کر بات ختم کر دی۔

لیکن وہ اتنی بیوقوف کیسے ہو سکتی ہے کہ اس آدمی کے ساتھ اسی ہوٹل کے اسی کمرے میں چلی گئی میں نے بھیگی ہوئی ہانپوں کے ساتھ کہا۔

عشق اندھا ہوتا ہے دوست جب ہو جاتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا ہے اور پھر مرہٹوں کو نہ جانتی تھی کہ اس کا محبوب قاتل ہے رہی ہوٹل اور اس کمرے کی بات وہ مرہٹوں نے زیادہ غور نہیں کیا ہوگا نام نے آسان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

تمہیں کسی سے پیار ہوا۔ میں نے انجانے میں یہ سوال کر ڈالا۔

ہاں نام اٹھ گیا۔ مرہٹوں سے نام نے کہا اور چلا گیا اور میں اسے دم بخور جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا۔

ساری رات کروٹیں لیتے ہوئے گزر گئی ایک ہل کے لیے بھی سکون کی نیند نہ آ سکی مرہٹوں کا چہرہ

تخت پریشان تھا کہ یہ سب اسی کے ہوٹل میں کیوں ہو رہا تھا میں ماورنام ہوٹل کے اسی کمرے میں بھاگے لیکن دروازہ اندر سے مقفل تھا ہم نے زور لگا کر دروازہ کھول دیا اندر کا منظر دیکھ کر میرے اور نام کے پیروں تلے سے زمین اٹھ گئی بیڈ پر بے لباس اسپیکٹر مرہٹوں بے سد ہڑی ہوئی تھی۔ اب سارا معاملہ سمجھ میں آیا کہ مرہٹوں جب برتاؤ کیوں کرنے لگی تھی شاید وہ انجانے میں اس قاتل سے دل لگا بیٹھی تھی جس نے اس کی جان بچا لی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے مرہٹوں کے بارے میں بھی وہی کچھ بتایا جو پہلے چارٹر کیوں کے بارے میں بتا چکی تھی خون کی کسی جگہ کا مطلب تھا کہ قاتل ہم سے دو ہاتھ آگے نکلا ہمیشہ کی طرح اس بار بھی کمرے سے کچھ حاصل نہ ہوا اور مرہٹوں کی بھی رپورٹ نے ہی بتایا کہ اسے حوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا لیکن پھر وہ بے لباس کیوں میں ریشورٹ کے باہر نکلی کر ایک بیچ پر اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا مجھے بہت دکھ ہو رہا تھا مرہٹوں کے ہونے چلے جانے سے اگر مجھے پتہ ہوتا کہ اسی کی زندگی کا یوں اختتام ہوگا تو میں اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیتا جو میں نے اس کا دل دکھا کر کئے تھے مجھے بہت شرمندگی ہو رہی تھی ایک عجیب بوجھ چڑ گیا تھا۔ میرے دل میں کاش میں اس کے ساتھ ایسا نہ کرتا پھر میں اس سے کسی طرح پوچھ ہی لیتا کہ اسے کیا ہو گیا ہے وہ آج کل عجیب برتاؤ کیوں کر رہی ہے اسی دشنام میں نام میرے برابر براہمان ہو گیا اور میرا شانہ بچھتا کر بولا۔

میں جانتا ہوں دوست تم اس وقت کیا سوچ رہے ہو خیر کوئی بات نہیں اب وہ بہت دور چلی گئی ہے آہستہ آہستہ بھول جاؤ گے اسے بہت پیار کر لی تھی وہ تمہیں لیکن تمہاری بے رخی اسے تکلیف دیتی تھی میں نے کئی بار اس سے پوچھنے کی کوشش کی کہ

آنکھوں پر رقص کرتا رہا۔ اگلی صبح مریمین کی تدفین کے بعد میں نے جیب سے موبائل نکال کر آئرس کو فون کیا رابطہ ہوتے ہی میں نے اس سے کہا۔
اگر میری کسی بات سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو تو پلیز مجھے معاف کر دینا لیکن میں اور تم ایک نہیں ہو سکتے۔ میری بات پر آئرس بہت حیران ہوئی تھی اس کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز نکل۔
کو ریٹیکس یہ تم ہو۔

اس اپنا خیال رکھنا گڈ بائے۔ میں نے کہہ کر فون بند کر دیا اسے کچھ کہنے کا موقع بھی نہیں دیا نہ جانے وہ کیا سوچ رہی ہوگی لیکن مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا میرے دل پر جو بوجھ تھا وہ میں نے اسے کہہ دیا تھا اب آگے اس کی مرضی۔

میں اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا جب ہی فون کی تھنکی کی آواز سنائی دی میں نے چونک کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا اور فون اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

ہیلو انسپکٹر کو ریٹیکس۔ دوسری طرف سے بہت ہی باریک اور خوبصورت آواز آئی جو کہ لڑکی کی تھی سر میں آپ کو کچھ انفارمیشن معلومات دے سکتی ہوں کہ یہ چار لڑکیوں کا قتل کون اور کیسے کرتا ہے میں حیرت سے چونکا۔

ہاں ہاں بتاؤ تم نے اسے کہاں دیکھا سب بتاؤ تفصیل سے میں سن رہا ہوں میں نے ہاتھ میں کاپی پنسل پکڑ لی۔

نہیں سر میں آپ کو فون پر نہیں بتا سکتی۔ جواب میں اس لڑکی نے کہا۔

کیوں۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

یہ جاننے کے لیے آپ کو کہنے میں آنا ہوگا میں آپ کا وہاں انتظار کر رہی ہوں وہیں پر میں آپ کو سب تفصیل سے بتاؤں گی لڑکی نے کہنے کا نام بتا کر رابطہ منقطع کر دیا۔ مجھے بہت غصہ آیا لیکن

ضبط کر گیا کیونکہ قاتل تک پہنچنے کا یہی ایک ذریعہ تھا اگر اس لڑکی سے کچھ پتہ چلتا ہے تو یہ میرے لیے بہت ہی اچھا ہوگا اور میں کیس جلد پورا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا ساتھ میں میری شہرت بھی زیادہ ہو جائے گی اور انسپکٹر سے کمشنر بن جاؤں گا میں نے ان خیالوں کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا کیا فضول سوچ رہا تھا میں۔ میں نے سر پر کیپ لی اور پولیس اسٹیشن سے پیدل ہی چل دیا کیونکہ جس کینے میں وہ تھی وہ نزدیک ہی تھا میں ان کینے کے اندر داخل ہو کر ارد گرد نظر میں دوڑائیں ایک لڑکی ٹیبل پر اکیلی ہی براجمان تھی اس نے گھلائی شرٹ اور ٹیلی ویژن مٹائی ہوئی تھی بال اس کے گولڈن تھے جو کہ اس کی صرف گردن کو ڈھانپے ہوئے تھے دھودھا رنگت معصوم چہرہ ایسی خوبصورتی میں نے پہلی بار دیکھی تھی میرا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ جب لڑکی نے اپنے خوبصورت چہرے پر ایک دل نشین مسکراہٹ بکھیر کر مجھے ہاتھ کے اشارے سے بلو کہا میں مردانہ چال چلتا ہوا اسکے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

اور نرمی سے پوچھا۔
آپ ہی نے مجھے کال کر کے یہاں آنے کے لیے کہا تھا۔
جی بالکل۔ وہ مسکرا کر بولی۔

میں کرسی کھینچ کر اس کے سامنے براجمان ہو گیا اپنی اس کیفیت کو میں کن لفظوں میں بیان کروں۔ اس کا اتنا حسین چہرہ نزدیک سے دیکھنے کے بعد نہانے کیوں میں ناچا ہے ہوئے بھی اس کے سر میں گرفتار ہو رہا تھا۔ میں نے غور کو سنبھال لیا کیونکہ میں لایوٹی پر تھا۔

جی آپ کا نام۔

سلیما۔ اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا پھر دیکھو وہ کپ چائے کا آرڈر دیا وہٹر چائے دو پیالے رکھ کر چلا گیا تو میں نے گھٹکھٹکا

عجب کھیل

خوناک ڈائجسٹ 104

جولائی 2014

آغاز کرو۔

آپ نے قاتل کہاں دیکھا اور آپ اس کے بارے میں کسے جانتی ہیں کیا آپ اس کے ساتھ کسی قسم کے تعلق میں رہ چکی ہیں وہ دکھتا کیسے ہے کہاں رہتا ہے مجھے سب تفصیل سے بتائیں مجھے بہت تجسس ہو رہا تھا میں نے ایک ہی سانس میں سلیٹا سے بہت سارے سوال کر ڈالے سلیٹا ابھمن آمیز ہنسی ہنسی کہ یہ اچانک سے مجھے کیا ہو گیا ہے سلیٹا نے چائے کا کپ اپنے ہونٹوں سے الگ کر کے ایک طرف رکھا اور میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

اتنی بھی جلدی کیا ہے میں خیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

میرا ڈیوٹی پر اب دل نہیں لگتا تھا میرا زیادہ وقت اب سلیٹا کے ساتھ ہی گزرتا تھا ڈیوٹی کے اوقات میں بھی ہم فون پر رابطہ رکھتے اور فرسٹ میں تو ویسے ہی وہ میرے ہمراہ ہوتی ہم دونوں اکٹھے ڈنر کرتے اور ادھر ادھر مگھوتے پھرتے تھے میں سلیٹا کے عشق میں ہر طرح کرتا رہا چکا تھا وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتی تھی میں اس کی قربت پا کر بہت خوش تھا میری زندگی بہت خوبصورت ہو گئی تھی میں خود کو دنیا کا خوش نصیب مرد سمجھتا تھا۔ کیونکہ میں نے جسے ایک نظر میں اپنے دل میں بسا لیا وہ مجھے بنا چاہے بنانا لگے ہو نہیں سکتی میری نظر میں سلیٹا سے بڑھ کر کوئی خوبصورت لڑکی نہیں تھی شاید ہم دونوں بے ہی ایک دوسرے کے لیے تھے بھی تو میں سلیٹا سے پہلے عشق لفظ سے کوسوں دور تھا مگر سلیٹا کے آجانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ حقیقت میں پیار سے کام میں نے سلیٹا سے دوبارہ کبھی قاتل کے تعلق نہیں پوچھا تھا نہ ہی اس نے مجھے کبھی قاتل کے بارے میں کچھ بتایا ہم جب بھی

ملنے ہمارے سچ صرف پیار و محبت کی باتیں ہوتیں اور اتنے پیارے کاموں کے سچ کوئی یہ توقف ہی ہو گا جو ڈیوٹی نبھائے گا۔ میں تو جیسے بھول ہی گیا تھا کہ میں ایک پولیس انسپکٹر ہوں مجھے پانچ لڑکیوں کو انصاف دلوانا ہے مجھے تو ان سب کی بھی پروا نہیں رہی تھی کہ سب یا دالے لڑکیوں کے والدین لوگ اور انسپکٹر ڈیوڈ نے مجھ سے امیدیں لگا رکھی ہیں سلیٹا جب بھی میرے سامنے آتی اس کا خوبصورت ہنسا سکر اچھوٹا چہرہ دیکھ کر میں سب کچھ بھول جاتا ساری محنت پریشانی پونہ لکھوں میں دور ہو جاتی میں دنیا و مافیاء سے بے خبر اپنی ہی دنیا میں مست ہو جاتا۔ آج سلیٹا کا ہاتھ لے لھا میں نے اسے سر پر اندر دینے کا فیصلہ کیا میں نے ایک ہونٹ میں خوبصورت کمرہ بک کر دیا ہے شک میری خواہ زیادہ نہیں تھی لیکن پھر بھی میں نے سلیٹا کے لیے مہینے ہونٹ کا کمرہ صرف ایک رات کے لیے خریدا میں جانتا تھا کہ وہ ضرور یہ سر پرانز دیکھ کر بہت ہی خوش ہوگی۔ کیونکہ اکثر وہ مجھ سے خوب ملاقاتوں کا منتظر تھی چکا مطلب تھا دنیا والوں کی نظروں سے اوجھل کہیں دور صرف وہ اور میں مجھے اس کا ایسا کہنا بہت ہی اچھا لگتا تھا لیکن یہ سر پرانز میں اسے اچانک اور خاص دن دینا چاہتا تھا۔ اور آج یہ سر پرانز دینے کا دن آ گیا تھا سلیٹا کی ہاتھ لے پر ایسا گفتگو دینا مجھے بہت بہتر لگا۔ چنانچہ میں نے تمام تیاریاں مکمل کر لیں یہ دن میرے اور سلیٹا کے لیے بہت خاص دن تھا جس کی یاد میں ہم برسوں تک بھلا نہیں پائیں گے ہم دونوں نے مل کر مستقبل کی بھی پلاننگ کر لی تھی ہم دونوں ایک دوسرے سے شادی کے خواہش مند تھے میں ہونٹ کے کمرے میں موجود تھا کمرے میں نیلا کالین بچھا ہوا تھا کمرہ بہت ہی بڑا اور عالی شان تھا۔ شیشے کی دیوار ہائیں طرف تھی جہاں سے فرانس کا باہر کا نظارہ نظر آتا تھا کمرے

جولائی 2014

خونک ڈائجسٹ 105

محب کھیل

خوبصورت آنکھوں میں سے موتی جیسے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے کہا میں نے مشروب کا گلاس اٹھا کر سلینا کو دیا اور ایک فوڈ پکڑ کر ہونٹوں سے لگا یا سلینا نے ٹیپ پر مسکود کر دینے والا گانا لگا یا ہوا تھا۔ میرا جنون تھا میری آنکھیں دھندلی ہونے لگیں میرے کانوں میں موسیقی کی آواز جاری تھی۔ ڈوب لوی ٹو۔ میں نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولیں سلینا نشے میں نہیں تھی وہ مسکراتے ہوئے عجیب نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

I will always
my tying love you till
day ایک بار پھر موسیقی کی آواز میرے سماعت سے نکل آئی میرے اعصاب شل ہو رہے تھے اور اگلے ہی لمحے میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ ہوش جب آیا جب سلینا میری کلائی سے اپنا منہ لگائے نجانے کیا کر رہی تھی۔

اگلے ہی لمحے میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کر رہی ہے سلینا میرا خون چس رہی تھی مجھے کھلے طور پر ہوش آچکا تھا میں جھٹ سے اٹھا اور سلینا کو ایک طرف دھکا دے دیا وہ بیڈ سے نیچے جا گری جب کہ میں بیڈ پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ سلینا کی شکل دیکھ کر میرے رونے لگے ہوئے وہ کوئی بھری ہوئی شیرینی معلوم ہو رہی تھی ایک دیہانت کی طرح اس کے دانت نوکیلے تھے اور آنکھیں خدا کی پناہ کیسی دہشت ناک تھیں مجھ اپنی کلائی پر جھکن کا احساس ہوا تھا میں نے دیکھا تو وہاں پر دوسرا رخ تھے جو سلینا نے اپنے نوکیلے دانتوں سے کئے تھے سلینا نے میری طرف خنخار نظروں سے دیکھا اب مجھ آگیا تھا سلینا ہی وہ قاتل تھی جس کی ہم سب کو تلاش تھی سلینا جھٹ سے اٹھی اور اگلے ہی لمحے وہ مجھ پر حملہ آور ہونے والی تھی کہ میں نے اسے ایک بار پھر دھکا دیا اور وہ دوبارہ دوسری طرف جا گری

میں جلد یہ قسم کا ہر فریج پر آراستہ تھا جن کی ضرورت پڑ سکتی تھی کمرے کے درمیان میں ایک بیڈ تھا جسے خوشی سے گھورتے ہوئے میں نے پورے دربانوں کے ساتھ نبھانے کتنے پیارے خواب جانتی ہوئی آنکھوں سے دیکھے ہوئے تھے اپنی جیب سے فون نکالا اور سلینا کا نمبر ملایا رابطہ ہوتے ہی اس کی خوبصورت ہارنیک آواز میری سماعت سے نکلائی کوریلیکس ڈارنگ کہاں ہو تم کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں میں نے مسکراتے ہوئے سلینا کو ہوٹل کا نام اور پتہ بتلا کر اسے سیدھا یہاں آنے کے لیے کہا۔ سلینا کی آواز میں حیرت بھری خوشی تھی اس نے اوکے کہہ کر فون بند کر دیا میں نے اپنا فون ایک طرف صوفے پر پھینک کر سلینا کے ان خیالوں میں کھو گیا جو تقریباً چند منٹ بعد ہونے والا تھا میں اپنی خوشی کو کن الفاظ میں بیان کروں خوشی کے بارے میں تو جیسے پاگل ہو رہا تھا سلینا صرف میری ملکیت تھی یہ سوچ سوچ کر میرا دل خوشی سے پھولنے نہیں سارا تھا۔

میں نے بمشکل دس منٹ ہی انتظار کیا تھا کہ سلینا سرخ گاؤں میں چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی میں نے اس کی آمد اس کے پسندیدہ پر فیمو سے لگائی تھی مجھے اس کے اتنے جلدی آجانے پر حیرانی ہوئی مگر اس کا خوبصورت چہرہ دیکھ کر میں سب بھول گیا۔

اپنی برتھ ڈے مائی وائف۔ میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا سلینا کی آنکھوں میں خوشی کی نمی اتر آئی۔

کوریلیکس تم نے اتنا کچھ میرے لیے کیا۔ سلینا کے آخری الفاظ اس کے گلے میں عیرا مگنے۔

آج کی رات وہ مت رو پلیز آج کی رات رونے کے لیے نہیں ہے میں نے سلینا کی

میں بھی بیڈ سے اتر گیا اگر عین وقت میری آنکھ نہ کھلتی تو میرا حال بھی وہی ہوتا جو باقی لڑکیوں کا ہوا تھا سلینا ایک بار پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی وہ بانپ رہی تھی۔

سلینا تم یہ سب کیوں کر رہی ہو تم تو مجھ سے پیار کرتی ہو۔ میں نے سلینا کو پرسکون کرنے کے لیے ایسا کہا۔

تمہیں میں تم سے پیار نہیں کرتی میں ایک بدروح ہوں مرنی ہوئی ہوں میرے دوسرے ساتھی نے ان لڑکیوں کو جو حال کیا میں بھی تمہارے ساتھ ایسا کر کے اپنی پیاس بجھانا چاہتی ہوں سلینا نے آنکھیں نکال کر کہا۔

سلینا کی روح والی بات سن کر میں دم بخود رہ گیا تو تم یہ سب کرتے ہو کتنے ساتھی ہو تم لوگ۔ میں نے ہمت سے کہا۔ کیونکہ وہ خود ایک قاتل تھی اور میں کتنا بے وقوف تھا اور وہ کتنی ماہر تھی وہ مجھے اپنے پیار میں پھنسا رہی اور میں پھنستا چلا گیا اتنی دیر سے قاتل میرے سامنے تھا اور میں بے خبر تھا۔ ہم دو ہیں میرے دوسرے ساتھی کا نام جیک ہے جیک نے ان پانچ لڑکیوں کو اپنی محبت میں پھنسایا اور انہیں ہونٹ لاکر انکے ساتھ حوس کی اور ان کا خون حوس کر اپنا پیٹ بھی بھر اسلینا نے قیامت بھری آہیں ہنستے ہوئے کہا سب سمجھ آ گیا تھی تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں لکھا ہوتا تھا کہ خون کی کمی ہونے کی وجہ سے موت ہوئی اور یہ سب تو روح تھے بھی لڑکیوں کے جسم پر ان کی حوس کا ڈی این اے موجود نہیں ہوتا تھا مجھے دینا کھوتی ہوئی محسوس ہو رہی میرے دل سے ٹھیس اٹھ رہی تھی کہ میں نے جسے جاہل و آخر کیا غلطی میں نے حقیقت کو قبول کیا مگر میں سمجھیں اپنے ساتھ یہ سب نہیں کرنے دوں گا میں نے کہا اور جلدی سے شیشہ توڑ کر پیچے کود گیا۔

میں دہشت کے مارے اٹھ کر بیٹھ گیا دیکھا تو میں اسپتال میں تھا میرے ارد گرد نرسیں اور ڈاکٹر موجود تھے میرے دل میں سلینا کا خوف بیٹھ گیا تھا۔ ہستہ آہستہ سارا منظر میری آنکھوں کے سامنے گھوم گیا اور میں رونے لگا اسپیکر ڈونلڈ اور اسپیکر نام بھی میرے پاس ہی موجود تھے مجھے روتا ہوا دیکھ کر کچھ پریشان ہو گئے مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے کہ میں ہوں میں کیا کر رہا تھا کیوں تھا وہاں کس کے ساتھ تھا اور ششے سے نیچے کیوں کودا میں نے گول مول کر کے تمام سوالوں کے جواب دیئے انکے چہروں سے لگتا تھا کہ انہوں نے میرے جوابوں کا یقین نہیں کیا مگر میں نے کوئی پروا انہیں کی میں سلینا کے بارے میں سب بتا کر اپنا مذاق نہیں بنانا چاہتا تھا میرے کہنے پر استقبالیہ رجسٹر لایا گیا اور یہ دیکھ کر میرے چہرے کا رنگ اڑ گیا کہ کمرے میں صرف میں اکیلا ہی موجود تھا ہونٹ والوں کا بیان بھی نہیں تھا کہ میں کمرے میں اکیلا موجود تھا اس کا مطلب تھا کہ سلینا کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی وہ ایک روح تھی میرے سوا وہ سب کے لیے غائب تھی صرف میں ہی اسے دیکھ سکتا تھا سب صاف سیدھا اور کچھ میں آ گیا تھا بھی دردناک اندر سے منتقل ہوتا تھا کیونکہ وہ غائب ہو جاتے تھے انہیں بھلا کھڑکی یا دروازے سے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی۔

انکے دن میں کافی بہتر محسوس کر رہا تھا میں نے اسپیکر ڈونلڈ کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ انہوں نے قدمے حیرت سے چونک کر میری جانب دیکھا۔

یہ کیا ہے۔

میں ریزائن کر رہا ہوں سر میں قاتل کو پکڑنے کا

جولائی 2014

خون کا ڈائجسٹ 107

عجب کیل

میں نے حبیہ کرتے ہوئے کہا۔
کیا مطلب۔ نام نے نا سمجھتے والے انداز
میں کہا۔ تو میں نے کہا۔

مطلب صاف ہے کہ میرے ساتھ بھی کچھ
ایسا ہی ہوا تھا معاف کرنا میں تمہیں پوری تفصیل
نہیں بتا سکتا میں نے دونوں انداز میں کہا۔
کیوں۔ نام نے اچھتے ہوئے کہا۔

بس نہیں میں تم سے بعد میں بات کروں
گا میں نے کہہ کر فون بند کر دیا اور سوچنے لگا کہ آخر
کیا کیا جائے میرے دماغ میں خیال آیا اور میں
چرچ کی طرف بھاگا چرچ پورا خالی تھا صرف ایک
پادری موجود تھا میں نے پادری کو املا میں لے کر
سب کچھ بتا دیا۔ جو میرے ساتھ پیش آیا تھا اور وہ
پانچ لڑکیوں کا والدہ بھی پادری نے بڑے گلے سے
میری بات سنی کیونکہ وہ بھی اس طرح کے گلے سے
واقف تھا اور میری مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ٹھیک دو دن بعد مجھے پادری کا فون آیا جس
سے مجھے پتہ چلا کہ سلینا اور اس کے ساتھی جیک کو
کسی نے سرعام قتل کر دیا تھا وہ قاتل مارنے تو کسی
اور کو آتا تھا مگر طلحے سے سلینا اور جیک اس کا نشانہ
بن گئے دونوں درد سے کراہتے رہے مگر کوئی بھی
ان کی مدد کو آئے نہیں پہنچا دونوں کو گولیوں سے
مارا گیا تھا سب انہیں مرنے ہوا دیکھتے رہے ان کے
جسم سے سارا خون ضائع ہو گیا اور وہ دیں مر گئے
تھے۔

مجھے سلینا اور جیک کی کہانی سن کر دلی دکھ
ہوا مگر جس بات سے مجھے خوشی ہوئی کہ انہیں سکون
غیب ہو گیا تھا سلینا اور جیک اب اس دنیا میں
موجود نہیں تھے یہ سب پادری کی بدولت ہوا تھا
اور یہ سب اس نے کیسے کیا یہ وہی جانتا تھا میں نے
اس کا شکر یہ ادا کر کے فون بند کر دیا دلی کو اطمینان
ہو گیا تھا کہ میں نے مزید جانیں ضائع ہونے سے

میں شرمندہ ہوں کہ میں ان پانچوں کو انصاف نہ
دلواسکا۔ میں نے دونوں کو جواب دیا۔

لیکن بیٹے کو خوش جاری رکھو انسپکٹر لاؤنڈ نے
کچھ کہنا چاہا مگر میں نے ان کی بات کاٹ دی۔
فہم سر میں ہار مانتا ہوں اب میں اس کیس
پر کام نہیں کر سکتا۔ میں نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔
انسپکٹر میرے استعفیٰ پر ناخوش تھے مگر کچھ نہیں بولے
انسپکٹر نام کے علاوہ شاف کے دیگر لوگوں نے
اور میڈیا والوں نے مجھ سے کئی سوال کئے میرا
جواب ایک ہی تھا کہ میں ناکام ہو گیا ہوں جس مجھے
معاف کیجئے۔

میں اپنے گھر آ کر بیٹے پر دراز ہو گیا سمجھ نہیں
آ رہا تھا کہ کیا کروں اکیلے گھر میں خوف محسوس
ہونے لگا تو اٹھ کر باہر آ گیا باہر کی تازہ ہوا
اور لوگوں کو دیکھ کر کچھ اطمینان ہوا اچانک سے
میرے دل میں خیال آیا جس نے مجھے پریشان کر دیا
میرا سکون چھین لیا وہ یہ کہ بے شک میں سلینا کے
ہاتھوں سے بچ گیا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں
کہ وہ بھی بار بار مان جائے ضرور وہ اور اس کا ساتھی
جیک کسی اور کو پھنسا دیں گے یہ سب میں ابھی سوچ
ہی رہا تھا کہ میرا موبائل بجنے لگا میں نے فون اٹھا
کر کان سے لگا یا۔ فون کرنے والا انسپکٹر نام تھا۔

ہیلو۔ میں نے کہا۔

کوریلیکس میں تمہیں اچھے سے جانتا ہوں تم
ہار ماننے والوں میں سے نہیں ایسا بھی کیا دیکھا کہ تم
نے جو تم استعفیٰ دینے پر آگئے۔ انسپکٹر نام نے کہا۔
تو میں نے کہا۔

میں بہت پہلے سے سوچ چکا تھا کہ اگر ناکام
ہوا تو ریڈائن کر دوں گا جو میں نے کر دیا چ میں
میں کچھ نہیں کر سکتا اور میرے دوست تم اپنا خیال
رکھنا کسی بھی ایسے شخص کی باتوں میں مت آنا جو
تمہیں کہے کہ وہ تمہیں کیسے کے متعلق کچھ بتائے گا

بھالیس سلیٹ اور جیک اپنی موت کا کافی بدلہ لے چکے تھے اب ان کا یہ دنیا چھوڑ کر جانا بڑا تھا کیونکہ یہ دنیا ان جیسوں کے لیے نہیں ہے بلکہ زندہ لوگوں کے لیے ہے طویل عرصہ کے بعد جب کوئی ایسا نکل دیا بار بند ہوا تو اس کیس کی فائل بند کر دی گئی پورا شہر خوش تھا کہ قاتل پکڑا نہ گیا تو کوئی بات نہیں کم از کم گولی ہونے بند ہو گئے تھے مگر کچھ لوگ خوفزدہ تھے کہ اگر قاتل واپس آ گیا تو لڑکیوں کے والدین بھی خوش نہیں تھے وہ ہر حال میں اپنی بیٹیوں کو انصاف دلوانا چاہتے تھے لیکن حقیقت میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا تھا اور نہ ہی میں نے کسی کو بتانا پسند کیا پادری نے بھی میرے کہنے پر اپنی زبان پر نالا لگایا ہوا تھا پولیس کی نوکری چھوڑ کر میں بھی ایک پادری بن گیا میں آج بھی اکیلا ہوں اور دوبارہ پھر کبھی کسی لڑکی سے عشق نہیں کیا میرے دل میں آج بھی سلیٹا ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ مر چکی ہے لیکن دل تو پاگل ہے میری کلائی پر اکثر جلن ہوتی ہے جہاں سلیٹا نے اپنے نوکیلے دانتوں سے مجھے کاٹا تھا وہ در نشان اب بھی موجود ہیں جو مجھے یقین دلاتے ہیں کہ سلیٹا ایک حقیقت تھی میرا وہم نہیں میں ہمیشہ اس کی مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور شکر کرتا ہوں کہ اس طرح کے گم ہونا بند ہو گئے یقیناً سب بھول گئے ہوں گے ان قتلوں کو مگر جو نہیں بھولا وہ میں اور وہ لڑکیوں کے والدین ہوں گے جن پر یہ قیامت گزری تھی آج اس واقعہ کو چالیس سال گزر گئے ہیں لیکن آج بھی یہ واقعہ اور سلیٹا کا چہرہ میرے ذہن میں اور دل کی کتاب میں روشن ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو۔

قارئین کیسے رہی میری کاوش اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا تاکہ میں پھر سے آپ کے اس سے بھی بہتر کہانی لے کر حاضر ہو سکوں۔

وہ جیتا دور

ماما کی گود اور بابا کے کندھے
نڈ شادی کی ٹکڑی لہوچے کے سینے
وہ سکول کے دوست وہ پکڑے گندھے
وہ گھومنا پھرنا وہ تفریح کرنا
وہ ہر جگہ میں کہنا اب ہمارے نئے پکڑے

لیکن اب کل کی ہے فکر اور ادھورے ہیں سینے
مڑے دیے کھوئے بہت دور ہیں اپنے
منزلوں کو ڈھونڈتے ہوئے کہیں کھو گئے ہم
اور کل جگہ کی بڑے ہو گئے ہم

شاہد اقبال۔ چوکی

عبدالواسط کے نام

ٹھکرا کر محنت میری نہیں جانے کا ارادہ ہے
مجھے کسی کے کس موڑ پہ لانے کا ارادہ ہے
یہ جو آپ خفا سے رہنے لگے ہو
یہ پیار کا عروج ہے یا چھوڑ جانے کا ارادہ ہے
جاتے جاتے جاتے یہ تو بتا جاؤ
میرے پیار میں کی تھی یا کسی اور سے دل لگانے کا
ارادہ ہے

میری بھئی میری یاد تو مڑ کے نہ دیکھنا اے دوست
کیونکہ میرے بعد میرا بھی اس دنیا کو چھوڑ جانے کا
ارادہ ہے

شاہد اقبال۔ چوکی

خمیازہ

۔۔ تحریر: شمیم طاہر بٹ۔ بھگت پورہ لاہور۔۔

پوچھو ان سے عبدالمکریم تم جو بار بار کہہ رہے ہو ناؤ ان بچے جس غلطی ہوئی ان سے تو جانتے ہو ان کی چھوٹی سوتلی شراقتیں اور غلطیاں تو ہم نے بھی کھڑی نہیں کیونکہ جس طرح ہم اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں یہ بچے بھی ہمیں پیار سے لگتے ہیں اللہ کی مخلوق ہیں یہ بھی مگر اس دن ان سب نے عداوت کر دی تھی پہلے تو احاطے والے مزار شریف پر جا کر جیسا چوڑی بچائی اور پھر اپنی کمر اس لڑکے نے پوری کر دی جہنم والے احاطے میں جو توں مسیت گھستا چاہا تھا میں پتا ہے عبدالمکریم دادا کی کی بری تھی اس روز اور دوسرے قرآن پاک ہوز ہاتھ اس قدر مقدس غلط اس قدر پاک ماحول ہو ایسے میں یہ بلا لائق نہیں چھپائی کھینچا: وا اسی جگہ چھپنے کے چکروں میں گھس آیا اپنے کندھے جو توں سے ساری چاند نیاں غروب کریں اور تو اور اندھا اندھ دھڑکا ہوا آیا اور اپنے وحشیانہ بیٹھے درس پاک سنتے ہوئے ہمارے معزز مہمانوں کے ہاتھ نور پاؤں چل ڈالے اور پھر اس بری اس نہیں کیا سیدھا تانسی صاحب کے اوپر ہی جڑھتا چلا گیا اب تم خود بتاؤ کہ کیا یہ غلطی تھی اس قاتل کے میں انہیں معاف کر دیتا۔ شاہ میر نے غصہ سے کہا۔ میں مانتا ہوں عبدالحیال غلطی ہوئی ہے ان سب سے معاف کر دو انہیں یہ تو ناؤ ان ہیں مگر تم تو ناؤ دینا ہوں اپنی دانائی کا ثبوت دو ادب ایک بار معاف کر دو انہیں میں تمہیں یقین دلانا ہوں کہ اب آئندہ ایسا نہیں ہوگا کم از کم اس خاندان کا کوئی بچا اب کبھی کھیلنے کے لیے قبرستانوں اور ویرانوں کا رخ نہیں کرے گا۔ کیوں محمد زید صاحب میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔ جی جناب آپ بالکل درست فرما رہے ہیں میں اس خاندان کا بزرگ ہونے کے باطنی ذمہ داری پر وعدہ کرتا ہوں کہ اب ہذا کوئی بچہ بلا وجہ کسی جگہوں پر نہیں جائیگا انہوں نے فوراً ہی عبدالمکریم صاحب کی ہاں میں ہاں ملا کر پکا وعدہ کیا تو وہ ایک بار پھر شاہ میر عبدالحیال کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ابو عبدالحیال یہ پانی پیا تو انہوں نے پانی سے بھرا گلاس ایک بار پھر شاہ میر کی طرف بڑھایا تو وہ انہیں دیکھنے لگا۔ ٹھیک ہے عبدالمکریم۔ اگر یہ لوگ وعدہ کرتے ہیں تو آفری بار انہیں معاف کرنے کو تیار ہوں لیکن بتاؤ ناؤ ان کو اب اگر انہوں نے ایسی دلیلی کوئی حرکت کی تو ذمہ دار یہ خود ہوں گے۔ شاہ میر نے ان کے ہاتھ سے گھاس پکڑتے ہوئے کہا پھر جیسے ہی اس نے پانی سے بھرا گلاس منہ کے قریب کیا تو کمرے میں موجود تمام نفوس ایک بار پھر دہشت زدہ ہو گئے کیونکہ ہلک جھپکتے ہی پانی ایسے غائب ہو گیا تھا جیسے کسی نے اس کے ذریعے بھگت ہی کھینچ لیا ہو۔ ایک سنی خیر اور ڈرائی کہانی۔

جون کی تھی دو پہر تھی گرمی کا وہ عالم کہ
اوائل جیل بھی اندھ چھوڑ کر بھاگ جائے۔
تمہیں انسان تو انسان چہ نہ برہم بھی اس جتنے بے
موسم کی تھی اور اس دھوپ کی پیش سے بچنے کے
مزکیں سنسان اور کلیاں جیسے ایک دم ویران ہو گئی
لے کونوں کندروں میں پتاہ لے چکے تھے ایسے میں



ہونا بھی نرا عذاب ہی ہے اب سب کے سوالوں کے جواب بھی مجھے ہی دینے پڑیں گے اور سب سے زیادہ مار بھی مجھے ہی کھائی پڑی گی ان تمام کزنز میں شمیم سب سے بڑی تھی اور چھٹی بڑی تھی اتنی ہی دیو تھی۔

اس باب کا سب سے زیادہ رعب بھی اس پر تھا تو چھوٹے بھائی بہنوں کی ذمہ داری بھی اس بے چاری کے ناتواں اندھوں پر رہتی تھی جو ایک سے بڑھ کر ایک شرارتی اور لٹکتے تھے سبک اکثر ان کی شرارتوں کی بھینٹ چڑھتی رہتی تھی اور پھر ان کی شرارتوں کی وجہ سے امی جان کے دھوکے بھی کھاتے رہتی تھی اس لیے شاہ میر کی تشدد کرنے سب سے زیادہ اس کے ہی ارمان خطا کئے تھے۔ عرفان - عدنان خدا کے لیے ڈھونڈ رکھیں سے شاہ میر کو اگر وہ نہ ملا تو ماموں اور مائی تو بعد میں کوئی ایکشن لیں گے امی ضرور بے ہوش ہو جائیں گی یہ خبر سن کر اور پھر ابوہیں بھی ماموں کی طرف نہیں آنے دیں گے۔

خدا ایسا کیا کریں اب

ارے کچھ تو کر دو تم لوگ اب ایسے کیوں کھڑے ہو گئے ہو پھر بن کر۔

شمیم کا دادیلا ابھی ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ ماد رخ شاہ میر کی بڑی بہن و بانیاں دینے لگی۔ اس کا حال بھی کچھ شمیم جیسا ہی تھا بڑی ہونے کے ناظرے زیادہ ہوا چھ کچھ ہمیشہ اسی سے ہوتی تھی۔

ارے بیٹا آج پھر آگئے اور حرم لوگ شور مچانے کے لیے منع کیا تھا تاں تم لوگوں کو اور حرمت آنا لیکن تم لوگ بھی ناں باز نہیں آتے ہو شرارتیں کرنے سے لگتا ہوں تم لوگوں کی شکایت بڑے ڈار صاحب کی وہ ہی کان کھینچیں گے تم لوگوں کے میری تو سنتے ہی نہیں ہو تم لوگ اور یہ تم رو کیوں رہی ہو دونوں۔ کیا ہوا چوٹ لگی ہے کہتا یا پھر

بڑے سے بڑا جگر والا بھی قبرستان کے نام سے ہی ہول اٹھتا ہو گا مگر بچپن تو پھر بچپن ہی ہے نہ اسے کسی کا ڈر نہ خوف نہ آنے والے وقت کا خیال اور نہ ہی گزرتے وقت کی پروا۔ اس تہی سکتی دوپہر میں شہر کے سب سے پرانے اور بڑے قبرستان کے ایک طرف بنے الگ تھلک سے احاطے میں جو گھنے درختوں کی چھاؤں کی وجہ سے مں موسم میں بھی خوب ٹھنڈا اور پرسکون ہو رہا تھا چند بچے بچپن چھپائی تھیلے میں مشغول تھے یہ بچے نزدیکی محلے کے رہنے والے محمد نذر کے بھانجا بھانجی بھینجے بھینجیاں اور خود ان کے اپنے بچے تھے۔ ان کی بہن بچوں کے ساتھ چھٹیاں منانے آئی ہوئی تھی اور تو ان کا تقریباً ہر سال کا معمول تھا کبھی وہ گوجرانوالہ آجاتے تو کبھی ان کے ماموں زاد ان کے پاس لاہور چلے جاتے

شاہ میر کہاں چھپے بیٹھے ہو تم سب سے ڈھونڈ رہے ہیں لیکن یہ میر کا بچہ جانے کس کو نے کہا نہیں کر بیٹھ گیا ہے کہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

شاہ میر شاہ میر باہر آ جاؤ یا رہم ہار گئے تم جیت گئے بس اب تو آ جاؤ۔ باہر فرخان نے اپنے پھوپھوز ادشاہ میر کو ڈھونڈنے کے ہر کوشش میں ناکام ہونے کے بعد با آواز بلند اپنی ہار کا اقرار کرتے ہوئے پکارا تھا تاکہ وہ جہاں بھی ہو جیت جانے کی خوشی اسے باہر کھینچ لائے مگر اس کے باقی تمام کزنز سمیت اس کی بھی یہ کوشش ناکام ہی رہی تھی اور شاہ میر کہیں سے بھی آتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

دیکھا میں تم لوگوں کو ملے ہی منع کر رہی تھی ناں کہ اس بھری دوپہر میں اس سنسان دیران جگہ پر کھیلنے کا پروگرام مت بناؤ۔ اب دیکھا ناں ہو گیا ناں شاہ میر تم میری تو کوئی سنا ہی نہیں اب ہم پھوپھو کو کیا جواب دیں گے اور امی ابو تاپا ابو ہائے میرے اللہ امی تو میرا قہر بڑا دیں گی سب سے بڑا

ذریعہ ہوتا تھا۔

قبرستان کے رکھوالے منگو بابا نے انہیں پریشان حال دوتے ہوئے دیکھ کر پہلے تو خوب ڈانٹا مگر پھر شمیم اور ماہ رخ کو بری طرح سے روتا دیکھ کر خود بھی پریشان ہو گئے۔

شمیم بابا انہیں ابھی تو چوٹ نہیں لگی ابھی تو چوٹیں لگیں گی جب ہم لوگ شاہ میر کے بغیر گھر جائیں گے اور امی اور مامیوں کے سوالوں کے ساتھ ساتھ ان کی مامی بھی کھانسی کے تو چوٹیں تو پھر تھیں گی ابھی تو ہم اس لیے روتے ہیں کہ شاہ میر گم ہو گیا ہے ہر جگہ دیکھ چکے ہیں اسے مگر وہ کہیں بھی نہیں مل رہا۔

ماہ رخ نے روتے ہوئے اپنے اکلوتے چھوٹے بھائی کی گمشدگی کی خبر سنا لی تو بابا منگو بھی پریشان ہو گیا۔ پھر انہوں نے ایک بار پھر شاہ میر کی تلاش میں دوڑ بھاگ شروع کر دی جلد ہی انہیں احاطے سے باہر کافی دور درختوں کے جھنڈ کے پاس شاہ میر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا ہوا نظر آیا اسے اس طرح اچانک اپنے سامنے دیکھ کر وہ سب اس قدر خوش ہوئے کہ اس سے ہوں غائب ہونے اور پھر آپوں آپ تعالٰیٰ جانے کے بارے میں بھی پوچھنا یا دہنیں رہا۔ مگر منگو بابا اسے اس طرح اور اس جگہ پہلے دیکھ کر وہ سے زیادہ پریشان نظر آنے لگے۔

شاہ میر بیٹھے تم کیسے آگے یہاں۔ اور اس طرح کیوں بیٹھے ہوئے کیا تمہیں ان سب کے پکارنے کی آواز میں سنائی نہیں آ رہی تھیں۔

بابا نے اسے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے پوچھا تو وہ بے حد عجیب لگا ہوں سے انہیں دیکھنے لگا اس کی آنکھیں غیر معمولی سرخ و درخشاں تھیں اور چہرہ بھی لال بھجھکا ہوا تھا بال اور پنہاں سے اپنے سے اس طرح ہٹکے ہوئے تھے جیسے ابھی ابھی

کپڑوں سمیت فہا کر آیا ہو۔۔۔

شمیم پتر مجھے کچھ اچھے آثار دکھائی نہیں دے رہے ہیں اس لیے تم لوگوں کو منع کرتا تھا کہ بھری دوپٹوں میں یہاں نہ آیا کرو اللہ خیر کرے اب جانے کیا ہونے والا ہے شاہ میر کو خالی خالی انہیں لگا ہوں سے اپنی جانب کھینچتے پا کر بابا منگو نے اپنی پریشانی کا اظہار کچھ اس طرح کیا کہ تمام بچوں کے دل میں خوف سا بھرا آیا۔

جند ہی بابا منگو کے اس خوف نے پوری ٹیلی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا شام تک شاہ میر سخت بخار میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اس کا جسم ایسے جل رہا تھا جیسے جھٹی سارے گھر والے اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو چکے تھے اور پھر اسی پریشانی میں لاہور جون کر کے معطلی صاحب کو بھی بلا لیا گیا۔ انہوں نے جب اکلوتے بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو ان کا دل جیسے جینے سا گیا۔ فوری طور پر انہوں نے اسے گازی میں ڈالا اور لاہور بھاگے وہاں اسے شہر کے سب سے بڑے اور اچھے ہسپتال میں داخل کر وا دیا گیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اس کی حالت سنبھلنے میں ہی نہیں آ رہی تھی وہ اس دن سے جیسے گم سم ہو چکا تھا جانے خلاؤں میں کیا کھو جتا رہتا تھا۔ اور جب چلانے پر آتا تو سارا ہسپتال سر پر اٹھالیتا کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ بڑے سے بڑے ڈاکٹر کو دکھایا جا رہا تھا مگر بے سود۔

معطلی صاحب مامیہ شمیم اور ماہ رخ بے حد پریشان تھے ان کی زندگی کا رخ جیسے ایک دم سے بدل گیا تھا شاہ میر ان کا بے حد لاؤالا اور چاہیلا سا بیٹا تھا پورے گھر میں بلکہ پورے خاندان کی رونق اور جان ہو جیسے۔ اور اب اس کی ذریعہ حالت دیکھ کر وہ سب بے جان ہوئے جا رہے تھے

بھائی جان کھانا بھی لے آؤں یا ڈانٹنگ
نہیں پر لگا دوں ان کی پرانی خاندانی ملازمہ جیلہ
بی بی سے دونوں بچے خالہ بی کہتے تھے نے اندر آ کر
مہر علی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے انہی میں
سر ہلا کر کھانے سے منع کر دیا۔

لیکن بھائی جان ہاتھی نے بھی صبح سے کچھ
نہیں کھایا اور ماہِ درخ بے چاری بھی۔۔۔۔۔؟

اللہ۔۔۔ اللہ۔۔۔ معافی۔۔۔ اللہ۔۔۔ معافی کر
دے اللہ ابھی جیلہ بی بی کا جملہ بھی پورا نہیں ہو رہا تھا
کہ شاہ میر کی حالت بگڑنے لگی وہ دونوں ہاتھ
جوزے کمرے میں لٹے جا بجا قرآنی آیات
والے قطعوں اور خطاطی کے اعلیٰ نمونوں سے
مزین پورٹریں کے سامنے ہنستا ہوا ہاتھ دیکھتے ہی
دیکھتے اس نے زور زور سے چیخا چلاتا شروع
کر دیا۔ اس کا ہنسنے پر سے دودھ لٹ اور پراچل
ہاتھ دھوئی کے قابو نہیں آ رہا تھا اس کا شور سن کر
گھر کے دوسرے ملازم بھی اندر بھاگے آئے تھے
اور اب مہر علی صاحب کے ساتھ مل کر شاہ میر کو قابو
کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے تھے۔ مگر اس
وقت اس میں جانے کہاں سے اتنی طاقت آگئی تھی
کہ وہ ان تینوں بندوں مہر علی صاحب جیلہ بی
اور شہرہ منور اور بی بی انور کے قابو بھی نہیں آ رہا تھا
اس کی حالت نے کمرے میں موجود دونوں
خواتین اور ماہِ درخ کی بھی چیخیں فکھوا دیں تھیں
اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سر ایک دم گھوم گیا
اس طرح کے اس کا چہرہ پیچھے کی طرف ہو گیا اس
کی یہ حالت دیکھ کر ناہید نکم اور ماہِ درخ بے ہوش
ہو گئیں۔ اور جیلہ بی بی مارے دہشت کے کانپنے
لگیں۔ کانپ تو مہر علی صاحب منور بھی رہے تھے
مگر وہ مرد تھے اس لیے خود پہ قابو رکھ کر میر کو
سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

نہیں چھوڑوں گا۔ کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا

مہر علی صاحب ہم سے جو کچھ بھی ہو سکتا تھا ہم
کر چکے اس سے آگے ہماری ڈاکٹری ہماری
سائنس ہے بس ہو چکی ہے آپ شاہ میر کو لے کر گھر
جائیں اور اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ اسے
صحت عطا فرمائے۔ اب اس سے زیادہ ہم آپ
کی مدد نہیں کر سکتے۔

پندرہ دن تک ہر طرح کی کام کوششیں
کرنے کے بعد ڈاکٹر نے انہیں جواب دے دیا
تھا اور اس خبر نے اس کھلی کے حج معنوں میں ہوش
اڑا دیے تھے ناہید نکم کے آنسو رکنے میں نہیں
آ رہے تھے اور مہر علی صاحب کی تو لگتا تھا جیسے کمر
ہی ٹوٹ گئی ہو۔

اللہ۔۔۔ اللہ مجھے معافی کر دے اللہ۔۔۔ یا اللہ
نہیں ہوئی مجھ سے معافی۔۔۔ معافی۔۔۔ شاہ میر کی
چیخوں سے پورا گھر گونج رہا تھا دروازے اوپر
ہو چکے تھے ہر طرح کا علاج کروایا جا چکا تھا دم
درود جہاز چھوٹک ٹھوٹک دھاگے کے بھی کام نہیں
آ رہا تھا۔ شاہ میر کی حالت دیکھ کر سب کانوں
کو ہاتھ لگاتے تھے اور تو اور ماہِ درخ سمیت تمام
کے تمام بچے اپنی جیسا بچہ زبیراں جھانکے تھے شاہ
میر کی حالت نے ان سے جیسے ان کی شناخت ہی
چھین لی تھیں اس کھلی میں ہر طرف ڈر اور خوف کا
راج سا ہو گیا تھا۔

اس وقت بھی مہر علی صاحب جمعہ کی نماز پڑھ
کر مسجد سے آئے تھے اور بے حد مایوسی کے عالم
میں سر جھکانے بے سدھ لیے شاہ میر کے سر ہانے
ڈیٹھے تھے اس کے دوسری طرف ناہید نکم بھی سدرہ
یا سین کی طاوت کمرے میں تھی اور اسی کمرے میں
ایک طرف کونے میں جائے نماز بچھائے ہوئے
ماہِ درخ رو کر اپنے بھائی کی زندگی تندرستی
اور نمائشی کی دعا کریں مانگ رہی تھی۔

ایک ایک سے بدل لوں گا جن جن کر ماروں گا تم سب کو کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا گیارہ سال شاہ میر کے منہ سے نکلنے والی آواز ہرگز بھی گیارہ سالہ بچے کی نہیں تھی بے حد بھاری مردانہ غصہ سے بھری ہوئی گڑ گڑاتے بادلوں جیسی گھن گرنے والی آواز شاہ میر کی ہرگز نہیں تھی۔

کون ہو تم۔ اور کیا بکاڑا ہے میرے بچے نے تمہارا کیوں پیچھے پڑ گئے ہو اس مضموم کے قصہ میں اللہ کا واسطہ ہے جان چھوڑ دو ہماری ارے ہماری تو کسی انسان کے ساتھ بھی کبھی دشمنی نہیں رہی تو پھر کسی دوسری مخلوق سے دشمنی کیسے مول لے سکتے ہیں ہم بھلا۔

مصطفیٰ صاحب سے بیٹے کی حالت دیکھی نہ مکی تھی تو انہوں نے روئے ہوئے اس کے سامنے ہی ہاتھ جوڑ دیے۔

اب کیوں معافیاں مانگ رہے ہو پہلے اپنے بچوں کو غلطی مچھوٹ دیتے ہو انہیں تیز تہذیب سکھانے کی بجائے لاڈ پیار میں اتکا بکاڑ دیتے ہو کہ یہ چھوٹے بڑے اچھے برے کی تیز پہول جاتے ہیں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں بے ادب بدتمیز اور بے ہودہ ہو جاتے ہیں اور تم لوگ تم انسان انکی ایسی حرکتوں کو ان کی شرارت میں سمجھ کر خوش ہوتے ہو ارے داد کسی کی جان کی اور آپ کی ادا بھری بس بہت برداشت کر لیا میں نے اب اور نہیں اب تو سزا ملے گی اور مل کر ہی رہے گی۔ اس لڑکے کو تو میں نے نہیں چھوڑا اور اس کے بعد باقی کے ان سارے بچوں کی بھی باری آئے گی جو بھری دو پہروں میں سنان قبرستان کو کھیل کا میدان سمجھ کر کد کڑے لگاتے پھر رہے تھے۔

بس عبد الجلال بس۔ بہت ہو گیا۔ ان بچوں کی غلطی سے زیادہ تم ان کو سزا دے چکے ہو اب کیا

جان لو گے ان مضموموں کی۔

کمرے کے کھلے دروازے کی جانب سے بھرنے والی آواز نے ان سب کے ساتھ ساتھ شاہ میر کو بھی جیسے چوٹا دیا۔ دروازے سے چند قدم آگے محمد خذیر اور محمد لطیف کھڑے تھے اور ان کے درمیان ایک دروازہ قد پارلش نورانی صورت والا جوان جس نے آسمانی سا وہ سا لباس پہن رکھا تھا کھڑا تھا۔ اس کے سر پر سفید غلامہ بندھا ہوا تھا۔ اس کا سفید نورانی چہرہ سیاہ چمکدار داڑھی سے سجھا تھا ان کے پورے وجود سے جیسے نور کی لٹکیں اٹھ رہی تھیں اور آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک جس سے شاہ میر پریشان ٹھہر آئے لگا تھا وہ عبد انکریم۔ تو آگئے تو میرا راستے کاٹنے منع کیا تھا ماں میں نے تمہیں کہ میرا پیچھا چھوڑ دو میں نہیں معاف کروں گا کسی کو بھی۔ نہیں ہرگز نہیں میں چھوڑوں گا کسی کو بھی۔

شاہ میر کے طاق سے ایک بار پھر بھاری گرجا دہرا آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک بار پھر ترپے اور اچھلے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی گردن ایک بار پھر منکر پیچھے جا لگی اور کی حالت نے ایک بار پھر ناہید و نیم اور جیلے بی اور ماہ رخ کی چٹخیں نکلا دیں تھیں۔

بھائی جان میرا پیچہ۔ میرا میر۔ بھائی جان۔ عبد نیم روئی ہوئی بھائیوں کی طرف بڑھی اور ان کی بانہوں میں جمول گئی۔ یہی حال ماہ رخ کا بھی ہوا تھا۔

محمد لطیف صاحب آپ ان بچیوں کو باہرے چائیں اور دب تک میں نہ گوں انہیں کمرے میں نہ آنے دیا جائے اور ایک گلاس پانی منگو رہتے ہیں عبد انکریم صاحب نے بیڈ کے پاس پڑی ہوئی کرسی پر اطمینان سے بیٹھے ہوئے کہا تو شاہ میر نے بے حد غصہ سے انہیں گھورا۔

عبدالکریم سنا نہیں تم نے میں نے کیا کہا ہے۔ جاؤ چلے جاؤ یہاں سے اور ان کو انکے حال پر چھوڑ دو میں اپنا بدلہ لیے بغیر نہیں رہوں گا۔ عبدالجلال کی آواز شاہ میر کے غلق سے پھر برآمد ہوئی تھی مگر عبدالکریم صاحب نے اس کا کوئی اثر نہیں ہوواطمینان سے اس پانی پر دم کرنے میں مصروف رہے جو انہیں انور نے لا کر پکڑایا تھا۔

عبدالجلال ضد چھوڑ دو کیا ملے گا تمہیں بدلہ کے کر یہ بچے تو نادان ہیں تم تو سمجھدار ہونا چاہتے ہو اچھی طرح سے کہ بدلے اور انتقام کی راہ کس قدر خطرناک ہوتی ہے مسلمان ہونا تم بھی تو پھر اپنے نبی پاک ﷺ کا فرمان کیسے بھول سکتے ہو کہ بدلہ لینے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی معاف کر دینا سب سے افضل عمل ہے تو تم بھی معاف کر دو ان کی نادانی اور لو یہ پانی پی لو۔ اس کی برکت سے تمہارا غصہ بھی کم ہو جائے گا اور تمہیں فیصلہ کرنے میں بھی آسانی ہو جائے گی میری بات مان لو عبدالجلال کیونکہ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ تمہاری طرح تمہاری بھی کچھ حدود مقرر ہیں اور اگر تم ان سے تجاوز کرو گے تو بلاشبہ ناخوشگارانہ نتائج سامنے آئیں گے اور تم جو ایک نیک اور اچھے قہقارے سے تعلق رکھتے ہو نیکو کاروں میں شمار ہونا ہے تمہارا اور تمہارے بزرگوں کا تو کیا تم چاہو گے کہ ایک معمولی ضد اور غصہ اور انتقام کی وجہ سے تم دھکا دے دے جاؤ تمہاری وجہ سے تمہارا قبیلہ بدنام ہو جائے کیا تم پسند کرو گے بتاؤ مجھے عبدالجلال کیا قصہ ہیں اچھا لگے گا۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو عبدالکریم میں واقعی نہیں چاہتا تھا کہ اپنی حدود سے تجاوز کر کے باغیرمان اور متاسخ بن جاؤں اپنے غصہ اور انتقام کی آگ میں اپنے معزز قبیلہ کا نام بدنام کر ڈالوں مگر میں کیا کرتا تم خود انصاف کر لینی یا منع کیا ان

انسانوں اور ان کے بچوں کو اس منگو بابا کو بھی کئی بار سختی سے تنبیہ کی کہ ان بچوں کو منع کرے مگر یہ بچے یہ شرارتی اور نافرمان بچے کسی کی سنتے ہی نہیں اور ان بچوں کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کا بھی پورا پورا تصور ہے خاص طور پر انکی مائیں جو خود تو گرمیوں کی بھری دو پہروں میں پیٹھے چلا کر ٹھنڈے نیم تار یک کمروں میں سو جاتی ہیں اور بچوں کو باہر نکال دیتی ہیں آوارہ اور لور لور پھرنے کے لیے اور یہ بھی نہیں سوچتیں کہ ان سے زیادہ حفاظت کی ضرورت ان معصوم پھولوں کی ہوتی ہے جو ذرا سی گرمی سے جل جاتے ہیں مرجھا جاتے ہیں مگر یہ مجھ تو ان کو تو اپنے آرام اور باتوں سے ہی فرست نہیں ملتی یہ کیا رہیں گی خیال بچوں کا میرے اور میرے دوسرے ساتھیوں کے بار بار منع کرنے کے باوجود بھی یہ باز نہیں آتے تو مجھے انہیں بہت سکھانے کے لیے آنا ہی پڑا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شاہ میر نے بے حد غصے سے کہتے ہوئے باری باری مٹھائی صاحب اور ماہید بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو دردانہ سے باہر کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھیں۔

پوچھو ان سے عبدالکریم تم جو بار بار کہہ رہے ہو نادان بچے یہاں غلطی ہوئی ان سے تو جانتے نادان کی جھوٹی مولیٰ شرارتیں اور غلطیاں تو ہم نے کبھی پکڑی نہیں کیونکہ جس طرح ہم اپنے بچوں سے بجا کرتے ہیں یہ بچے بھی ہمیں پیار سے سمجھتے ہیں اللہ کی مخلوق ہیں یہ بھی مگر اس دن ان سب نے حد ہی کر دی تھی پہلے تو اچھے والے مزار شریف پر جا کر دھیما چوگزی مچائی اور پھر اپنی کسر اس لڑکے نے پوری کر دی جسٹہ والے اچھے میں جو توں سببت گھستا چلا آیا تمہیں ہمارے عبدالکریم دادائی کی برسی تھی اس روز اور دوسری آج پاک ہو رہا تھا اس قدر مقدس منظر اس قدر

مے۔ شاد میر نے ان کے ہاتھ سے گلاس پکڑنے
 ہوئے کہنا پھر جیسے ہی اس نے پانی سے بھر گلاس
 منہ کے قریب کیا تو کمرے میں موجود تمام نفوس
 ایک بار پھر دہشت زدہ ہو گئے کیونکہ چمک چمکتے تین
 پانی ایسے غائب ہو گیا تھا جیسے کسی نے اس کے
 ذریعے ایک کھت ہی کھینچ لیا ہو۔

ٹھیک ہے عبدالکریم۔ چار بااؤں میں اور وہ
 بھی صرف تمہارے کہنے پر اور ویسے بھی ٹھیک کہا
 تھا تم نے یہ محمد مصطفیٰ صاحب اور محمد زبیر اچھے
 انسان ہیں رحم دل اور نیک یاد رکھنا تم لوگ تمہاری
 رحمدلی اور نیک نے انہیں نہیں پہچانے میں اہم کردار
 ادا کیا ہے اب چلتا ہوں میں۔

لیکن ان لوگوں کو کیسے پتہ چلے گا عبدالجلال
 کہ تم چلے گئے ہو جاتے جاتے کوئی نشانی تو دے
 کر جاؤ تاکہ یہ مانیں کہ تم نے انہیں معاف کر دیا
 اور انہیں بخشنے مجھے ہو عبدالکریم نے اس کی
 آنکھوں میں آنکھیں ڈالی کر کہا۔

تو پھر ٹھیک ہے تم سنبھالو انہیں میں تو چلا
 اور اس کے ساتھ ہی شاد میر لہرا کر ایک طرف بے
 ہوش ہو کر گر پڑا اور اس کے ساتھ ہی کمرے کی
 کھڑکی سے سامنے پڑا بھاری پردہ خود بخود اوپر کی
 طرف اٹھ گیا اور اس کے ساتھ ہی بند کھڑکی کا
 شیشہ اس بدلی طرح ترخ گیا جیسے کسی نے بھاری
 بھر کم گیند پوری قوت سے ان پردے ماری ہو محمد
 مصطفیٰ صاحب آپ کا بیٹا اب ماشاء اللہ ہالکس
 ٹھیک ہے اب آپ احتیاط کیجئے گا اور بچوں کو ایسی
 خطرناک اور سنسان جگہوں پر مت جانے دیا
 کریں۔

شاد میر کو ہوش آیا تو عبدالکریم صاحب نے
 سے بھی دم کیا ہوا پانی پلایا اس کے ساتھ ساتھ ماہ
 رخ کو بھی پانی پلایا گیا انہوں نے ہامید بیگم
 اور مصطفیٰ کو بہت کچھ پر حنے کے لیے بھی بتایا اتنی

پاک ماحول اور ایسے میں یہ بالائی چھین چھپائی
 کھیلنا ہوا اسی جگہ چھپنے کے چکروں میں جس آیا
 اپنے کندھے جوتوں سے ساری چاندنیاں خراب
 کریں اور تو اور اندھا دھند دوڑتا ہوا آیا۔
 اور اپنے دھیان بیٹھے درس پاک سنتے ہوئے
 ہمارے محرز مہمانوں کے ہاتھ اور پاؤں کل
 ڈالے اور پھر اسی پر ہی بس نہیں کیا سیدھا قاضی
 صاحب کے اوپر ہی چڑھتا چلا گیا اب تم خود بتاؤ
 کہ کیا یہ غلطی تھی اس قابل کہ میں انہیں معاف
 کر دیتا۔ شاد میر نے غصہ سے کہا۔

میں مانتا ہوں عبدالجلال غلطی ہو گئی ہے ان
 سب سے معاف کر دو انہیں یہ تو نادان ہیں مگر تم تو
 دانا و پنا ہونا اپنی دانائی کا ثبوت دو اور ایک بار
 معاف کر دو انہیں میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ
 اب آئندہ ایسا نہیں ہوگا کم از کم اس خاندان کا
 کوئی بچہ اب کبھی کھیلنے کے لیے قبرستانوں
 اور دیوانوں کا رخ نہیں کرے گا۔ کیوں محمد زبیر
 صاحب میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔

جی جناب آپ بالکل درست فرما رہے ہیں
 میں اس خاندان کا بزرگ ہونے کے ناطے اپنی
 ذمہ داری پر وعدہ کرتا ہوں کہ اب ہمارا کوئی بچہ
 پلاوے ایسی جگہوں پر نہیں جائیگا انہوں نے فوراً ہی
 عبدالکریم صاحب کی ہاں میں ہاں ملا کر پکا وعدہ
 کیا تو وہ ایک بار پھر شاہ میر عبدالجلال کی طرف
 متوجہ ہو گئے۔

لو عبدالجلال یہ پانی پی لو انہوں نے پانی سے
 بھر گلاس ایک بار پھر شاہ میر کی طرف بڑھایا تو وہ
 انہیں دیکھنے لگا۔

ٹھیک ہے عبدالکریم۔ اگر یہ لوگ وعدہ
 کرتے ہیں تو آخری بار انہیں معاف کرنے کو
 تیار ہوں لیکن بتا دینا ان کو اب اگر انہوں نے
 ایسی ویسی کوئی حرکت کی تو ذمہ دار یہ خود ہوں

لا پرواہی ہمارے شاہ میر کو اس حالت تک لے
آئے گی اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا تو میں کبھی
بھی یہ لا پرواہی نہ کرتا۔ ہمیں معاف کر دو مصطفیٰ
ہماری وجہ سے تم سب کو یہ غدا اب بھیلنا پڑا محمد نذیر
صاحب نے بہن اور بہنوں سے معافی مانگی تو وہ
شرمندہ ہو گئے۔

اوسے نہیں بھائی جان آپ کیسے باتیں
کر رہے ہیں یہ سب انکلیفیں تو ہماری قسمت ہیں
کبھی نہیں یہ تو اللہ کی طرف سے آزمائش تھی
اور شکر ہے کہ اس کی بنا مدر سے ہم اس آزمائش
سے باہر آنے میں کامیاب ہو گئے۔

دیسے بھائی جان یہ عبدالکریم صاحب آپ کو
کہاں گئے انہیں تو واقعی میں اللہ نے ہمارے لیے
فرشتہ بنا کر بھیجا۔ اللہ ان کا بھلا کرے میرا بچہ ٹھیک
ہو گیا۔ مجھے اور بھائیوں چاہیے۔ مصطفیٰ صاحب کی
بات کات کا ناہید بیگم بھی شاہ میر کو بانہوں میں
بھرتے ہوئے بولیں تو سب نے دل سے آمین
کہا تھا۔

انہیں مشکو بابا ہی لائے تھے شاید بابا نے ہی
ان سے ذکر کیا ہو شاہ میر کی حالت کا۔ اور واقعی تم
نے ٹھیک کہا بیٹا اللہ نے انہیں فرشتہ بنا کر ہی بھیجا
اللہ ان کا بھلا کرے اور میں تو اب یہ ہی دعا
کرنا ہوں کہ اللہ ہمیں اپنا وعدہ نبھانے کی توفیق
عطا فرمائے۔ آمین

قارئین کرام یہ کوئی قصہ تھا اور نہ ہی کہانی
یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو میں نے اپنی آنکھوں کے
سامنے وقوع پذیر ہوتے دیکھا اور سچ کہوں تو اس
کی دہشت سے ابھی تک خود کو آزاد نہیں کروا پائی
ہوں ابھی بھی سنسان جگہوں قبرستانوں اور بھرنی
دوپہروں میں مجھے انجان سے خوف میں مبتلا
کر دیتی ہیں اس واقعے کو گزرے ہوئے برسوں

دیر میں شاہ میر بالکل ہوش میں آ چکا تھا اس کا ہاتھ
محمد مصطفیٰ کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے عبدالکریم
صاحب نے کہا تو ان کی آنکھوں میں مارے تشکر
کے آنسو بہنے لگے۔

ہم آپ کا احسان کیسے اتاریں گے
عبدالکریم صاحب آپ کو تو اللہ پاک نے ہمارے
لیے فرشتہ بنا کر ہی بھیجا ہے آپ بتائیں ہم آپ کی
کیا خدمت کریں۔ مصطفیٰ صاحب ان کے ہاتھ
چومتے ہوئے ہیکے لہجے میں کہا تو وہ مسکراتے گئے

نہیں نہیں محمد مصطفیٰ صاحب ایسا مت کہیں
آپ میں بھی اللہ کا ایک معمولی بندہ ہوں اور اس
کے حکم پر ہی آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں آپ
مجھے شرمندہ مت کریں مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے
سوائے دعاؤں کے بس میرے حق میں دعا کر دیا
کریں اور ہاں جیسا کہ عبدالجلال نے کہا آپ
رحمہم اور نیک انسان ہیں اللہ نے آپ کو بہت
نوازا رکھا ہے اس کی خاص رحمت ہے آپ پر آپ
اس کی دی ہوئی نعمتوں سے اس کی مخلوق کی ہمیشہ
مدد کرتے رہتے گا۔ جس طرح پہلے ہمداروں کی
مدد کرتے آئے ہیں اپنی یہ روش ہمیشہ جاری رکھئے
گا بس یہ ہی ہماری خدمت ہوگی عبدالکریم
صاحب نے سب سے ہاتھ ملایا اور تیزی سے باہر
چلے گئے۔

محمد مصطفیٰ ہم تم سے بے حد شرمندہ ہیں کہ ہم
بچوں کے ماموں ہونے کا حق ادا نہیں کر سکے بچے
ہم سے ملنے آتے ہیں تو ان کی حفاظت بھی ہماری
ہی ذمہ داری ہوتی ہے مگر ہم سے چوک ہوگی
اور مشکو بابا کے بارہا بتانے کے باوجود ہم نے
بچوں پر توجہ نہ دی اور نہ ہی سختی کی بس یہ ہی سوچتے
رہے کہ بچے ہی تو ہیں اگر یہ شرارتیں نہیں کریں
گے تو پھر کون کرے گا مگر انکی شرارتیں اور ہماری

غزل

اس شاموں میں وہ لوٹ کر آتا بھول جاتا تھا
 کر کے جفا مجھ کو مٹاتا بھول جاتا تھا
 انہیں فصلتوں نے اس کی جگہ بدتم کر ڈالا
 وہ لگے کے نام دیواروں پہ مٹاتا بھول جاتا تھا
 مت پوچھ محبت میں اپروای اس کی
 دے کر دھم دو مریم لگاتا بھول جاتا تھا
 کتنا دل نشین ہوتا تھا اس کی یاد کا مقرر پرش
 وہ جب بھی یاد آتا تھا زمانہ بھول جاتا تھا
 محمد عمران پرش۔ حاصل پور

غزل

کب دل میں تیری یاد کا سماں نہیں رہا
 اشکوں سے تر کیا گوشہ مرزاں نہیں رہا
 دل مرزا حشر ہے غم روزگار میں
 خوابوں کا آنا اب کوئی آساں نہیں رہا
 رہا ہے گا اب تو ان آنکھوں کا مگر ہر
 اچھے دنوں کا اب کوئی امکان نہیں رہا
 دنیا ہمارے رہنے کے قافل نہیں رہی
 چہرے مصنوعی تو ہیں مگر انساں نہیں رہا
 خیر گلیاں دکھائی ہیں دنیا نے پارہا
 مدت سے عقل عقل بھی حیراں نہیں رہا
 مستی کسی کی آنکھ کی بھولا نہیں رہا
 مجھ کو خیال گردشِ دوراں نہیں رہا
 ہر دیرِ سرِ آشوبِ آشوبِ آشوب
 اُس نے یہ سوچ کر ٹھکرا دیا ہم کو اسے نادان عامر
 یہ غریب توگ ہیں محبت کے سوا کیا دیں گے
 عامر شہزاد اوقاف۔ جہلی پور

کتابوں میں دکھ کر سنا گیا ہم کو
 آنکھ بند کی اور بھلا گیا ہم کو
 عجب مصور تھا جو پارشوں میں
 مٹی دیواروں پر چلا گیا ہم کو

ہست چکے ہیں مگر اس کے اثرات ابھی بھی باقی ہیں
 اس دن کے بعد سے ہماری فیملی کا طرزِ زندگی
 بھی تجا اور اجازت سنان جگہ پر نہیں گیا اور ہم نے
 اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا ہے کہ ہمارے بزرگ
 جو وعدہ کر گئے تھے ہم اسے اچھی طرح نبھائیں
 اور اب یہ ہی خیال یہ ہی ذمہ داری ہمارے
 بچوں نے اٹھالی ہے آپ بھی خیال رکھئے گا کہ
 انہیں آپ کے بچوں سے بھی ایسی بھولی ایسی
 خوشگفتاری نہ ہو جائے جس کے نتیجے میں آپ کو
 بھی لینے کے دینے نہ پڑ جائیں اور انہیں اپنی ہی
 سزا مل جائے جیسے کہ ہمارے بزرگوں کو اٹھالی
 پڑی اپنا اور اپنے بچوں کا خیال رکھنا اور اس کے
 ساتھ ساتھ اللہ کی تمام مخلوقات کا خیال رکھنا
 ہی ہم سب کا فرضِ اولین ہے کیونکہ ہمیں اشرف
 المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے اور اسی شرف
 اور اسی اعزاز کا تقاضا ہے کہ ہم اپنا فرض نہ صرف
 نبھائیں بلکہ اس پر دل و جان سے عمل بھی کریں۔
 نمینہ طاہرہ بیٹ۔ لاہور۔

دل کو بہلانا

ہم تیری یاد کے غم سے میں قید نہیں
 انا چاہتا ہوں تو یہ سچ کر اتر نہیں پاتے
 باہر تھائی کی ہوا سے ہو گی
 ہے دم وقت کی فضا ہو گی
 کون ڈالے گا تیرے پیار کا دانہ ہم کو
 تجھ سے ملنے کا نہ ملے گا بہانہ ہم کو
 دن کہیں گزردے گا اس کی تو طہر ہی نہیں
 کیسے گزردے گی رات اپنا تو کوئی گھر بھی نہیں
 بس ایک سوچ کر خود کو سمجھاتے ہیں اکثر
 تیرا یادوں سے ہی دل کو بہلاتے ہیں اکثر
 ہم تیری یاد کے غم سے میں قید نہیں
 رکیں ارشد۔ شیرخان بیہ

قاتل دھاگہ

۔۔۔ تحریر۔۔۔ رابعہ ارشد۔ منڈی بہاؤ الدین۔۔۔

احمد یار میری بات غور سے سنو میرے پاس وقت بہت کم ہے مجھے آگے جانا ہے تمہیں مشکل میں دیکھا تو رک گیا یہاں آج سے قریب پچاس برس قبل ایک ہندو خاندان آباد تھا ان کے ایک بیٹے آکاش کو جادو سیکھنے کا بہت شوق تھا گھر والوں سے چھپ کر اس نے کافی کچھ سیکھ لیا ایک دفعہ اس کو اس کے شیطان دیوتا نے حکم دیا۔ اگر وہ اسے ساتھ لڑکیوں اور سات لڑکوں کی ملی دے گا تو وہ اسے موت کا علاج بتائے گا شیطان نے اسے درخانی کے لیے کہا۔ دیکھو میں کب سے زندہ ہوں اور زندہ ہی رہوں گا۔ اگر تم بھی میری طرح ہونا چاہتے ہو تو پہلے ساتھ لڑکیوں کی قربانی دو پھر میں تمہیں ایک ایسی طاقت دوں گا جس سے تمہیں باقی سات لڑکیوں کی قربانی دینا آسان ہوگا مگر یاد رکھنا اگر تم ناکام ہوئے تو تمہاری موت بھی ہو سکتی ہے آکاش موت کا علاج ملنے کی خوشی میں دیوتا سے پورا ہاتھ دھو کر سوچے سمجھے بغیر اس بھیانک کام کے لیے راضی ہو گیا۔ اگلے دن سے اس نے یہ کام شروع کر دیا وہ ہر روز ایک لڑکی لاتا جسے وہ شیطان کے چرنوں میں قربان کر دیتا۔ اور اس کا خون اس پر ڈالتا اس طرح۔ اس نے سات لڑکیوں کی قربانی دے دی آخر ملی ہوئے کے ساتھ ہی شیطان نے اس کو وہ طاقت عطا کی جو آج بھی تباہی مچاتی ہے۔ شیطان نے اس کو ایک طلسمی دھاگہ دیا اور کہا کہ اس دھاگے کو تم جس کا تلس کرنے کے لیے کہو گے یہ کروے گا اگر حکم دو گے تو یہ اس کا تمہارے قدموں میں لا پھینکے گا مگر یاد رکھنا جب تک تم زندہ ہو یہ تمہارا مطیع رہے گا اگر تم سات بنیاں دینے سے پہلے مر گئے تو یہ آزاد ہو گا اور قتل و غارت کرے گا اور خون کی خوبصورت ندیاں بنیں گی۔ ایک طلسمی فیروزہ ڈالنی کہانی۔

میں ادا ہو گیا۔

آج گاؤں میں گیارہواں قتل ہوا تھا اس بار قتل ہونے والی لڑکی زونیرہ تھی یہ قتل بھی پہلے کی طرح تھا زونیرہ کی گردن تن سے جدا تھی اور صرف ایک دھاگے کے برابر جڑی ہوئی تھی اس کی لاش خون میں لت پت پڑی ہوئی تھی اس کی ماں پاگلوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔ باپ بھی دیوانہ وار رو رہا تھا۔ کیونکہ زونیرہ ان کی اگلی اولاد تھی جو پندرہ سال بعد بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوئی تھی اور اب محض انیس برس کی عمر میں وہ واپس خدا کے پاس چلی گئی تھی سارے گاؤں پر آفت ٹوٹ پڑی تھی ہر روز کی طرح زونیرہ کو بھی آج غسل کے بعد قبر

رات پھر اپنے کالے پر پھیلا رہی تھی اور اپنی خواست کا سایہ رنگ آج جانے کس کی زندگی میں گھولنے والی تھی اچانک ایک طرف سے ایک دلکش چٹا بھری احمد یار جو ابھی شہر سے لوٹ رہا تھا اپنے گھر کی طرف مڑتے ہوئے رک گیا اور بائیں والی گلی کی طرف بھاگا جہاں سے آواز آئی تھی دو موٹر مڑنے کے بعد سفید لائٹ کی روشنی میں جو منظر اس نے دیکھا وہ اس کے حواس گم کرنے کو کافی تھا کسی کے سفید کپڑے تیزی سے سرخ ہو رہے تھے۔

جولائی 2014

خونفک ڈائجسٹ 120

قاتل دھاگہ



ہوائی مخلوق کا کام ہے۔ پولیس اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو چکی تھی سخت نگرانی کے باوجود بھی سچا ایک لاش ضرور ملتی تھی ایک دو عالموں کے بعد کسی عالم نے بھی ادھر کا رخ کرنے کی جرات نہیں کی کیونکہ ان کی گردن بھی ویسے ہی کٹی ہوئی ملی تھی جیسے دوسرے لوگوں کی۔ احمد یار کی ماں کو بھی یہی خوف لاحق تھا کہ کہیں وہ مخلوق اسے بھی کوئی نقصان نہ پہنچائے اس لیے وہ اسے بھی زیادہ گہرے نکلنے نہ دیتی تھی حالانکہ وہ ایم ایس سی کیمسٹری کرنے کے بعد کالج میں لیکچرار تھا مگر اس کی ماں اسے آج بھی چھوٹا بچہ ہی سمجھتی تھی انہوں نے احمد یار کو خبردار کر دیا کہ اگر وہ عصر تک گھر والیں نہ آیا تو اسے یہ نوکری بھی چھوڑنا پڑے گی۔ مجبوراً اس نے اکیڈمی پڑھنے والی لڑکیوں اور لڑکوں کو قمار لگ کر دیا اور اب صرف کالج میں ہی پڑھتا تھا۔

لیات علی صاحب کے چار بچے تھے سب سے بڑا احمد یار اس کے بعد بیٹی کشف پھر بیٹا شہ یار اور سب سے چھوٹی ماکہ جیسے اکثر شہ یار جان بوجھ کر معید کہہ دیتا تھا پھر جو ہنگامہ وہ مچاتی وہ الامان الحفیظ زندگی بڑے سکون سے گزر رہی تھی۔

لیات علی بہت بڑے جاگیردار تھے مگر انکساری اور بھاری محبت اور عاجزی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی یہی خصوصیت ان کے بچوں میں بھی تھی مگر دونوں میں سے کوئی بھی زمینداری میں دلچسپی نہ لے سکا جس کا انہیں بہت قلق تھا مگر ان کے اس دکھ کو اسفند یار نے ختم کر دیا جو ان کے بڑے بھائی کا بیٹا اور کشف کا منگتیر تھا وہ اوپر والے پورشن میں رہتے تھے احمد یار کے تانا یا جان اس سے بہت محبت کرتے تھے تو خزان کی بیاری بیٹیا ایمان اس سے منسوب تھی اس خوشیوں بھری زندگی میں غم کی لہر اس وقت اٹھی جب ایک صبح تائی جان کی لاش بھی اسی طرح ملی جسے

اس کی گردن کٹی ہوئی تھی اس کے ارد گرد خون کا تالاب سا بنتا جا رہا تھا اور بھاگ کر اس کے قریب آیا مقتول کا چہرہ دیکھتے ہی احمد یار کا رنگ فق ہو گیا وہ اس کا جگر پیاد ہوئی تھا اس کی بے نور آنکھیں خوف کے مارے کھلی ہوئی تھیں موسیٰ کی موت پر اس کو یقین نہیں آیا اس نے دھڑکیں مار مار کر دونا شروع کر دیا۔ اس کی آواز سن کر ارد گرد کے گھروں کی کندیاں کھٹکے لگیں اور لوگ تیزی سے اس طرف بڑھنے لگے سب نے جب موسیٰ کو ابھی خیمہ سوتے ہوئے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں چند لوگوں نے ہمت کر کے اس کی لاش کو چار پائی پر ڈالا اور اس کے گھر لے گئے۔ جب چار پائی کو اس کے گھر میں رکھا گیا تو وہاں بھی کبریاں بچھ گئیں اس کی ماں اور بہنیں پاگلوں کی طرح لاش پر جھپٹ پریں ماں رو رہی کہہ رہی تھی کہ اسے لے جاؤ یہ میرا موسیٰ نہیں ہے وہ دوکان تک گیا ہے ابھی آجائے گا تم دیکھ لینا مگر اس بھولی ماں کو کیا معلوم تھا کہ موسیٰ تو خدا کو پیارا ہو گیا ہے۔ صبر کے گھونٹ پی کا آخر موسیٰ کو بھی سپرد خاک کر دیا گیا۔

ملی نوید اور اب موسیٰ کو کھونے کے بعد میرے اندر انتقام سراجا ہمارے لگا تھا میں نے ایک منہم ارادہ کر لیا مگر اس سے پہلے ہی ایک جزو ہو گیا۔

چند دن پورا ایک خوبصورت گاؤں تھا اس کے درخوں طرف بلند پہاڑ تھے جن پر لمبے لمبے سرسبز درخت اگے ہوئے تھے یہاں کے ہاکی آٹھن میں بہت محبت سے رہتے تھے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے مگر اچانک جانے کیا ہوا کہ گاؤں میں بے درپے قتل کی وارداتیں ہونے لگیں قتل ہونے والے کی گردن بڑی صفائی سے کٹی ہوئی تھی مگر ایک وحاشے کے برابر ریشہ جڑا ہوتا تھا باقی جسم بالکل سلامت ہوتا تھا اس لیے لوگ یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ کسی درندے کا کام ہے کبھی کا خیال تھا کہ یہ کسی

باقی گھر والوں بے یقین نظیروں سے دیکھ رہے تھے اس دن گھر میں قیامت برپا تھی ہر آنکھ اٹکھٹکھٹکھی کیونکہ تانی جان نے بھی کسی کے ساتھ برابر تانہ نہیں کیا تھا ان کو بھی سپرد خاک کر دیا گیا مگر ایمان کی حالت غیر ہو رہی تھی جیسے احمد یار بہت بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ تانی جان کی تدفین کے بعد وہ بے مقصد ہی نہر کے کنارے پھر رہا تھا حالانکہ گھر مہمانوں سے بھرا پڑا تھا مگر اسے جانے کیا ہو گیا تھا ایمان کی خراب حالت اور اتنا بڑا دکھ اس کے دماغ کو ماؤف کر رہا تھا۔ وہ نہر کے ایک کنارے پر سر قحام کر بیٹھ گیا تھا کہ کیا کرے۔

جینا پریشان معلوم ہوتے ہو وہ کوئی فقیر صفت آدمی تھا۔

جو اس کے سامنے کھڑا تھا اس نے کہا۔

ہاں بابا میں بہت پریشان ہوں۔

بابا جی بولے جینا اس کا ایک حل تو ہے اگر تم کرو تو بابا نے کہہ کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا اس نے حیرت سے کہا۔

بابا جی آپ کو کیا پتہ ہے مجھے کیا پریشانی ہے

مجھے سب معلوم ہے احمد۔ اپنا نام بابا جی کے من سے سن کر کرنٹ کھا کر اچھلا۔

حیران نہ ہو جینا میں بھی تمہارے جیسا ہی عام سا انسان ہوں بس کرم ہے اس پاک پروردگار جس نے تمہوڑی ہی علم کی روشنی دی ہے۔ یہ کہہ کر بابا جی احمد یار کے ساتھ ہی بیٹھ گئے اور اس کے کچھ بھی بولنے سے پہلے کہنے لگے۔

احمد یار میری بات غور سے سنو میرے پاس وقت بہت کم ہے مجھے آگے جانا ہے تمہیں مشکل میں دیکھا تو رک گیا یہاں آج سے قریب پچاس برس قبل ایک ہندو خاندان آباد تھا ان کے ایک بیٹے آکاش کو جادو سیکھنے کا بہت شوق تھا گھر والوں سے چپ کر اس نے کافی کچھ سیکھ لیا ایک دفعہ اس کو اس کے شیطان

دیتا نے قہم دیا۔

اگر وہ اسے ساتھ لڑکیوں اور سات لڑکوں کی ملی دے گا تو وہ اسے موت کا علاج بتائے گا شیطان نے اسے ورغلائے کے لیے کہا۔

دیکھو میں کب سے زندہ ہوں اور زندہ ہی رہوں گا۔ اگر تم بھی میری طرح ہونا چاہتے ہو تو پہلے ساتھ لڑکیوں کی قربانی دو پھر میں تمہیں ایک ایسی طاقت دوں گا جس سے تمہیں باقی سات لڑکوں کی قربانی دینا آسان ہوگا مگر یاد رکھنا اگر تم ناکام ہوئے تو تمہاری موت بھی ہو سکتی ہے آکاش موت کا علاج ملنے کی خوشی میں دیوانہ ہو رہا تھا وہ سوچے سمجھے بغیر اس بھیانک کام کے لیے راضی ہو گیا۔

اگلے دن سہ پہر نے یہ کام شروع کر دیا وہ ہر روز ایک لڑکی لاتا جسے وہ شیطان کے چڑیوں میں قربان کر دیتا۔ اور اس کا خون اس پر ڈالتا اس طرح اس نے سات لڑکیوں کی قربانی دے دی آخر ملی دینے کے ساتھ ہی شیطان نے اسی کو وہ طاقت عطا کی جو آج بھی تپتی چلا رہی ہے۔

بابا جی نے کہا اور پھر کچھ توقف کے بعد بولے شیطان اس کو ایک طعنی دھاگہ دیا اور کہا کہ اس دھاگے کو تم جس کا قتل کرنے کے لیے کہو گے یہ کر دے گا ورنہ حکم دو گے تو یہ اس کا تمہارے قدموں میں لا پھینکے گا مگر یاد رکھنا جب تک تم زندہ ہو یہ تمہارا علاج رہے گا اگر تم سات بلیاں دینے سے پہلے مر گئے تو یہ آزاد ہوگا اور قتل و غارت کرے گا اور خون کی خوبصورت ندیاں۔ بیس کی میرا دونوں طرح سے فائدہ ہے اب اگر تم بھی عمر چاہتے ہو تو جلد از جلد باقی کی سات بلیاں بھی دے دو تا کہ میں تمہیں دو روز بتا دوں آکاش شیطان کے اس عجیب دھوکے پر حیران ہو کیونکہ اسے معلوم نہ تھا کہ شیطان ہی کے دھوکے نے تو اسے دھاگہ ملنے کا خوشی بھی بہت بھی مگر اپنی جان کی فکر زیادہ تھی اس نے دھاگے کو ختم دیا تو وہ ایک

قائل دھاگہ

خون کا ڈائجسٹ 123

جولائی 2014

نو جوان لڑکے کو خود میں جکڑے اس کے سامنے لے آیا اور پھر اس کے حکم پر اس کی گردن تن سے جدا کر دی اس کی یہ ملی شیطان نے قبول کر لی۔

دوسرے دن جب آکاشن گھر سے نکلا تو اس کے ایک دشمن راجپال نے اس کو مار دیا وہ تڑپنے لگا جب آکاشن مر گیا تو دھماکا آواز ہو گیا اس نے سب سے پہلے راجپال کی گردن کاٹی تب سے اب تک وہ دھماکا آواز ہے اور یہ سب مل ہی کر رہا ہے اسے تم ہی اسے ختم کر سکتے ہو۔

باباجی نے یہ بات بھل کر کے اس کی طرف دیکھا۔

میں کیسے باباجی۔ احمد یار نے استغما یہ انداز میں پوچھا۔

کیونکہ تمہارے دائیں بازو پر نبضوں سے اللہ لکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے کوئی شیطانی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی میں بے اختیار اپنے بازو کی طرف دیکھا۔

یہ احم پاک میرے بازو پر پیدائشی تھا اچھا اب میں چلتا ہوں۔

باباجی نے کہا اور ایک مچھولی سی ذہین اس کی طرف بڑھائی اور کہا۔

یہ چھوٹا سا کتہہ رکھ لو۔

یہ کیا ہے باباجی احمد یار نے پوچھا یہ

ایک کاغذ ہے پہلے یہ پکڑو باباجی نے دوسرے ہاتھ سے جیب میں سے کاغذ نکالا اس پر ایک درد لکھا ہوا تھا۔

یہ تم نے سات مرتبہ پڑھنا ہے جب آخری بار پڑھو گے تو وہ دھماکہ تمہارے پاس تیرا ہوا جائے گا اس پر پھونک مار دینا وہ جل جائے گا مگر اس سے پہلے اس ڈبیا میں موجود سفوف سے ساتھ حصار بنج لیما ہر دفعہ جب تم ایک بار درد عمل کرو گے تو ایک حصار غائب ہو جائے گا جب تم آخری بار پڑھو گے تو حصار

غائب ہو جائے گا تب تک وہ دھماکہ تمہارے سامنے آچکا ہوگا اگر تم نے اسی لمحے اس پر پھونک نہ ماری تو پختہ تمہارے گرد حصار نہ ہوگا اس لیے وہ تمہاری بھی گردن کاٹ سکتا ہے اور پھر میں بھی تمہاری بھی گردن کاٹ سکتا ہے اور پھر میں بھی تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

اچھا اللہ تمہارا حامی رہا ضرور اور ہاں باباجی جاتے جاتے مڑے۔

یہ ورد کرنے کے لیے تمہیں کہیں جاتے کے لیے ضرورت نہیں ہے تم کسی بھی پاک جگہ پر اسے کر سکتے ہو اللہ حافظ یہ کہہ کر باباجی چلے گئے۔

انکے جانے کے بعد اس نے کاغذ اور ایذا کی طرف دیکھا اور اللہ کا شکر ادا کیا جس نے میری اس طرح سے مدد کی۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو میں تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جھٹک گیا ہوں اس کا دوست اسد اس کے ساتھ پیٹھے ہوئے بولا۔ اس کے سب دوستوں میں سے صرف وہی بچا تھا اسے اسد کی طرف محبت سے دیکھا اسے اپنا یہ پر خلوص سا دوست بہت اچھا لگتا تھا۔

کہاں کھو گئے ہو اس نے اس کو کندھے سے پکڑ کر بلایا اس نے اپنی شہر رنگ آنکھوں کو دو تین بار جھپکایا۔

کہیں نہیں۔ چلو گھر چلیں دونوں چپ چاپ

گھر کی جانب چل دیے احمد یار کو معلوم تھا کہ اگر کوئی اور سوچ ہوتا تو اس اس کو ہنسا ہنسا کر ناک میں دم کر رہتا تھا مگر اس وقت تو اس کی اپنی آنکھیں انتہائی سرخ اور سو جھمی ہوئی تھیں کیونکہ تالی جان کو اس سے خصوصی لگاؤ تھا احمد یار نے اسے سب کچھ بتایا اور گھر میں کس کو بتانے سے منع کیا تو اس نے کہا۔

یار تم بے فکر ہو کر اپنا کام کرنا باقی سب میں سنبھال لوں گا۔ اور اس نے ایسا ہی کیا۔ شہر یار اللہ یار اور باقی لڑکوں کو ساتھ لگا کر مہیالوں کو سنبھالا اور جبکہ ساتھ ساتھ اپنے چھوٹے بھائی شاد ویز کو پابند

کہا کہ کوئی بھی احمد یار کے کمرے میں نہ جائے اس کی طبیعت خراب ہے اس لیے وہ دروا کھا کر سو رہا ہے۔

اس نے اپنا یہ فرض بخوبی نبھایا احمد یار نے سب سے پہلے دھوکا خرازا عشا ہوا کی اپنے گرد حصار کھینچ کر اس میں کھڑا ہو گیا وہ دروازے کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کانٹے سے پڑھنا شروع کیا تین بار پڑھنے پر بھی کوئی حصار غائب نہ ہوا تو اس نے حیرت سے سوچا کہ یہ کیا بابا جی نے تو کہا تھا کہ ہر دفعہ ایک حصار غائب ہوگا۔ اتنے میں اسے بابا جی کی آواز سنائی دی بیٹا یہ قیل رات کے پچھلے پہر کرتا ہے جو میں تمہیں بتانا بھولی گیا تھا تب اسے کچھ سکون ملا اس نے باہر نکل کر انتظار کرنا شروع کر دیا مہمان آہستہ آہستہ اپنے اپنے کمروں میں جانے لگے۔

اسد نے اسے دیکھا ہاتھ میں پکڑا انگیر نیچے رکھ کر کپڑے جھاڑتا ہوا اس کی طرف آنے لگا اس کے سفید کپڑوں پر سب جا بجا سالن اور پکٹائی کے داغ لگے ہوئے تھے جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مہمانوں کو کھانا کھانا کر آ رہا ہے۔

احمد یار نے اسے دیکھا تو کہا۔ یہ تم نے کیا کیا ہے گھر میں ملازمین کی لیے ہیں اسد بولا۔ تم بھول رہے ہو تائی جان کو اپنے ہاتھ سے کام کرنا پسند تھا اس لیے نہیں میں نے۔۔ اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ پھنس گیا اور وہ مزید نہ بول سکا جاں میں سمجھ سکتا ہوں۔

احمد یار نے کہاں نہ بڑا کام مظاہرہ کیا اسد نے جو دیر قابو پا کر اس سے پوچھا۔ تم نے غسل کر لیا نہیں احمد نے کہا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد شروع کروں گا وہ رات کے پچھلے پہر کرتا ہے۔

اچھا آؤ تم بھی کچھ کھاؤ۔ اس نے اس سے کہا اور اسکے اٹکار کرنے کے باوجود بھی اسے کھانا کھلایا مقررہ وقت پر وہ اپنے کمرے میں آیا اور اپنا غسل شروع کر دیا۔ جیسے ہی اس نے پہلی دفعہ غسل مکمل کیا

ایک حصار اس کے دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا اسی طرح باقی کے سارے حصار بھی غائب ہو گئے۔

آخری حصار غائب ہوتے ہی اسے ایک سرخ چمکتا ہوا دھماکہ تیزی سے اپنی گردن کی طرف بڑھتا ہوا معلوم ہوا اسے جلدی میں کچھ سمجھ نہیں آیا تو اس نے ہاتھ آگے کر دیا دھماکے نے کسی تیز دھار تلوار کی طرح اس کا ہاتھ زخمی کر دیا اس نے جلدی سے اس پر پھونک ماری تو وہ جل کر زمین پر گر گیا۔ اس کے ہاتھ سے خون تیزی سے نکل رہا تھا اس جلدی سے باہر نکل کر اسد کو آواز دی جو اس کے ساتھ واسے کمرے میں تھا

کیا بھلا احمد۔ اس نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور اس کے بولے بغیر ہی وہ اس کے ہاتھ کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ اس وقت اس کا ڈاکٹر ہونا احمد کو کسی نعمت سے کم نہ لگا اس نے احمد یار کے ہاتھ میں ہاتھ لگائے تب کہیں جا کر خون رشنا بند ہوا۔ اس کے پوچھنے پر اس نے سارے معاملہ اس کو بتا دیا دونوں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جس نے احمد یار کی جان بچالی۔

دوسری صبح سب کو یہ خوشخبری سنائی گئی کہ کوئی یقین نہ آیا مگر جب کئی روز تک کوئی قتل نہ ہوا تو سب کو یقین ہو گیا کہ وہ ظلمی دھماکہ اپنا وجود کھو گیا ہے۔ چند دن پور کی خوشیاں پھر سے لوٹ آئیں تاپا جان اور بابا جان مل کر اب سب کی شادیوں کا سوچ رہے تھے اور اسی جان میں پیش پیش میں ہر طرف خوشیاں لوٹ آئی تھیں ہر گلی کے لب مسکرا رہے تھے گاؤں دوبارہ خوشحال ہو گیا تھا۔

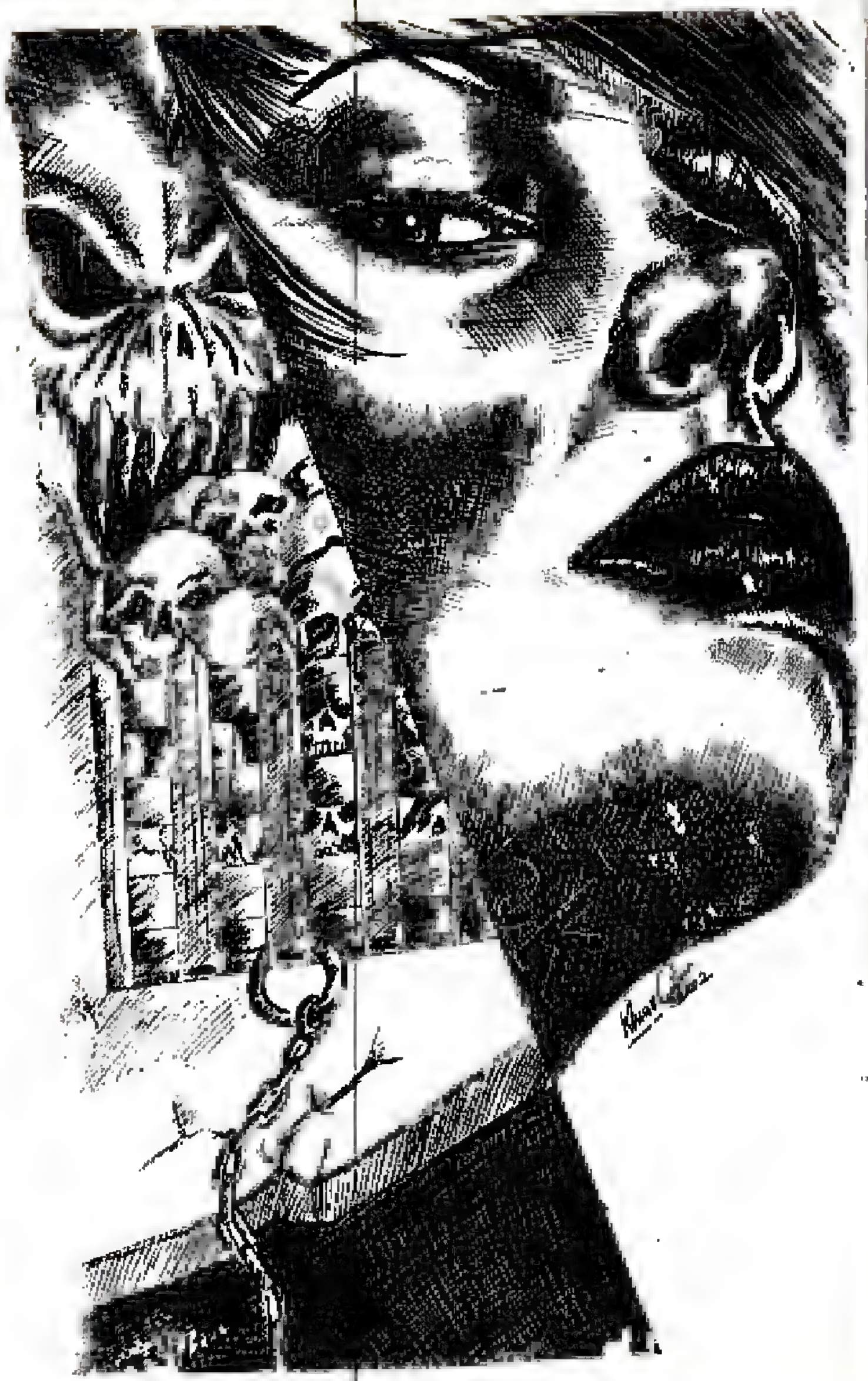
جی تو قلب میں کرام یہ میری پہلی تحریر آپ کو جیسی بھی لگے اپنی قیمتی رائے سے مجھے ضرور لوٹائیے گا۔ میں آپ کی تنقید کا شدت سے منتظر رہوں گی۔ کیا تک تعریف کے قابل میرے قلم نے کچھ لکھا ہی نہیں ہے خاص طور پر خیر امیل سائل دعا بخاری عائشہ سحر اسلام آباد قاری سسز انٹل غزل اور اسد شہزاد اور عثمان غنی کی آرا کا شدت سے انتظار رہے گا۔

عاشق بچھو

-- تحریر: ربینا محمود قریشی -- میر پور خاص --

نم پر چھپنا اور اس کو بالوں سے چڑا کر جھنجھوڑ دیا۔ اور پھر ساتھ ہی اس کو کھینچتے ہوئے وہ تہ خانہ میں لے گیا۔ جہاں بچھو کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ بچھو کی لاش کو دیکھ کر پونم زور زور سے رونے لگی اور ساتھ ہی اس نے خود کو پنڈت کے ہاتھوں سے چھڑا لیا اور بچھو سے لپٹ لگی۔ پونم کو اس طرح دیکھ کر پنڈت شے لگا اور بولا۔ "وہ انسانوں کی محبت تو دیکھی تھی مگر بچھو کی معشوقہ کیل پادریوں بابا بابا۔ بابا بابا۔" دیکھ لے پنڈت اس بچھو کی معشوقہ بھی اور اس معشوقہ کا انتقام بھی دیکھ لے۔ پنڈت آگے بڑھا اور پونم کو بازو سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ اور پھینکتے ہوئے بولا۔ "دور کھتم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔ اتنا کہہ کر وہ اس کے منہ پر تھپھر مارنے لگا۔ پھر اس نے ترشول اٹھایا اور پونم کے پیٹ میں مار دیا۔ پونم زمین پر گر گئی اور ترے لگی تھوڑی دیر بعد پونم کا جسم بے جان ہو گیا۔ پونم بچھو کے ساتھ ہی دھیر ہوئی۔ پنڈت نے شیطان قہقہہ لگا یا اور بولا۔ "آئی تھی مجھے مارنے کے لیے تو وہی اپنے بچھو کی عاشق کے پاس چلی گئی ہے پونم کے جسم سے زہول سا تھک لگا جو پنڈت کو غصہ میں آ کر باقی پونم کی روح چن کر بوتے لگی۔ پنڈت جب تک میں اپنے عاشق کی موت کا انتقام نہیں لے سکتی مجھے نہیں نہیں آئے گا پونم کی روح بچھو میں داخل ہوگی اور بچھو میں حرکت پیدا ہوئے گی پھو کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر پنڈت خوفزدہ ہو گیا اور ایک طرف بھاگنے لگا بچھو اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا پنڈت بچھو کے خوف سے بے ہوش ہو گیا۔ بچھو پنڈت کی پاس ہی بیٹھا رہا۔ تمہیں کہا تھا میں کہ میں اپنے محبوب کی موت کا بدلہ ضرور لوں گی۔ بلکہ ان سب کی موت کا بدلہ لوں گی جس کو تم نے بچھو کے ہاتھوں میں مر دیا ہے۔ میرے ماما پتا کی موت کا بدلہ۔ اپنے محبوب کی موت کا بدلہ۔ تم نے مجھ سے میرا پیار چھین لیا۔ میں تمہیں بھی معاف نہیں کروں گی بچھو میں سے پونم کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ پنڈت کو سنار ہی تھی پنڈت اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ مجھے جانے دو مجھے جانے دو پونم میں باتیں جوڑتا ہوں۔ وہ مسلسل معافیوں مانگ رہا تھا۔ نہیں نہیں تمہیں میں معاف نہیں کر سکتی ہوں۔ آئی میرے ہاتھوں سے قتل نہیں سکتے ہو۔ پونم غصہ سے بول رہی تھی۔ اور پنڈت اس کی گرجدار آواز سن کر کانپ رہا تھا اور معافیوں مانگ رہا تھا لیکن پونم نے اس کو معاف نہ کیا اور اس کو وہ موت دی جو اس نے اس کے محبوب بچھو کو دی تھی اس کا خاتمہ کر کے اس کو دینی سکون مل گیا اور پھر لوگوں نے اس کو اس بچھو کو اس کے اصل مقام تک پہنچا دیا۔ جہاں سے کوئی بھی دل نہیں آتا۔ ایک سنسنی خیز اور دروغانی کہانی۔

اپنے ماما پتا کے ساتھ غل دیوی کے مندر میں
پونم پو جا کے لیے آئی ہوئی تھی مندر کا پنڈت پونم
کو بہت دیر سے دیکھ رہا تھا پونم بھی پنڈت کو دیکھ کر
نوٹ کر رہی تھی پونم دل میں سوچنے لگی کہ پنڈت اس
طرح مجھے کیوں محو رہا ہے پونم سے رہا نہ گیا تو پونم
نے ہالہ خرابے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ پنڈت سے



نے کمرے میں چار پانی کے بچے دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا پونم نے اپنا خیال سمجھ کر جھٹکا اور پاؤں پھینکی ہوئی چلی گئی پچھو پھر اس نظروں سے دیکھتا رہا۔

آج تو لگتا ہے جیسے پرستان کی پرئی اتر آئی ہو دھرتی پر پونم کی دوست نے پونم کو دیکھتے ہی اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

وہ اپنی دوست کی شادی میں تھی اور شادی انجوائے کر رہی تھی پر پونم کو نہیں پتہ تھا کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے پونم اپنی باتوں میں مصروف تھی کہ پچھو سب سے چھپ کر پونم کو دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا شادی ختم ہوئی تو پونم اپنے گھر جانے لگی پونم کی دوسری دوستوں نے بھی اپنے اپنے گھروں کو جانے کی تیاری کر لی اور اپنے گھروں کو چلی گئی۔ پونم کا گھر تھوڑی سی دور تھا اس لیے پونم اکیلی ہی رہ گئی تھی اور رات کے اندھیرے میں اپنے گاؤں کی طرف چار دیواری تھی پونم نے اپنے گھر کا گیت بجا یا تو اس کے ہاتھ گیت کھولا اور وہ گھر میں داخل ہوئی رات لالہ نے جیسے ہی جیت دیکھا تو اس کی چیخ نکلی وہ چلا کے بولا۔

پونم - میرے پیچھے اتنا بڑا سیوا بچھو۔
پونم نے پچھو کا نام سنتے ہی پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بھی خولزود ہوئی۔ اور پیچھے ہٹ گئی۔ رام لالہ نے کلہاڑی اٹھائی اور پچھو پر وار کرنے لگا پچھو ہر وار سے بچتا جاتا رام لالہ اور اس کی چھٹی دونوں نے پچھو کو گھیر لیا تھا پونم کھڑی رو رہی تھی بہت دیر ہوئی تو پچھو نے اپنے لٹکے ڈنگ اٹھائے اور رام لالہ کے گلے میں گاڑ دیئے اور زبردستی دیا رام لالہ نے چیخ ماری اور بے جان ہو گیا۔ پچھو کی آنکھیں لالہ سرخ ہو رہی تھیں اور وہ غصہ سے رام لالہ کی مٹی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

پونم جی تم بھاگ جاؤ پونم بھاگ جاتی پونم کی ماں پونم کو کہہ رہی تھی پر پونم کھڑی رو رہی تھی اور کہہ

رہی تھی ضرور کہ وہ مجھے کیوں گھور رہا ہے پونم نے موقع دیکھ کر پنڈت سے پوچھا۔

آپ مجھے کیوں دیکھ رہے ہو
پنڈت بولا۔ بیٹا کچھ نہیں میں تو یہ دیکھ رہا تھا کہ تم دیوی کی کتنی بڑی سخت ہو

اچھا۔ پونم فکرانہ انداز میں مسکرانے لگی تو پنڈت نے اپنی بند مٹھی پونم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا بیٹی یہ دیکھ لو تمہاری رکشا کرے گا پونم نے جب ایسے دیکھا تو وہ سیاہ پچھو تھا جو بہت چھوٹا تھا اور پتھر کا بنا ہوا تھا۔ پونم پچھو کو غور سے دیکھنے لگی کہ یہ پچھو میری کیا رکشا کرے گا پونم نے یہاں وہاں دیکھا تو اس کو اپنے کپڑوں سے بھر اسندوق نظر آیا پونم نے صندوق کھولا اور پچھو کو اس میں پیسے دیا یہ کہہ کر کہ پنڈت نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے اور پھر پونم نے صندوق بند کر دیا۔ ایک مہینہ بیت گیا پونم صندوق میں پچھو رکھ کر بھول گئی پونم کو کبھی شادی میں جانا تھا۔

وہ اپنے مٹے کپڑے صندوق میں سنبھال کر رہی تھی پونم نے جیسے ہی صندوق کھولا تو وہ پچھو اس کو نظر آیا جو تھوڑا بڑا لکڑی کا تھا پونم سوچنے لگی کہ یہ پچھو کون چھوٹا تھا پھر بڑا کیسے ہو گیا شاید میرا دھم ہو گا پونم نے سوچا اور کپڑے نکال کر اپنے کمرے میں اسے باہر چلی گئی پونم غلطی سے صندوق کھولا پچھو گئی تھی اس کا تک پونم کے کمرے میں اندھیرا ہو گیا اور صندوق جیسے لگا صندوق سے کس جانور کے دوڑ تک باہر آئے پھر صندوق سے ایک بہت بڑا پچھو نکلا اور چار پانی کے نیچے چلا گیا پونم اپنے کمرے میں آئی وہ بہت خوبصورت لکڑی کی پونم نے کھوا ہوا صندوق دیکھا تو پھر اسے بند کر دیا اور خود آئینے کے سامنے بیٹھ کر تیار ہونے لگی پچھو چار پانی کے نیچے سے پونم کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا پونم کوئی گانا گانا رہی تھی اور اپنی زلفوں کو سنوار رہی تھی پونم جب پوری طرح تیار ہوئی تو وہ جانے لگی تو پونم کو ایسا لگا کہ جیسے کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہے اس

رہی تھی۔

میں نہیں جاؤں گی آپ کو چھوڑ کر۔

ایک دم ہی بچھوٹے اپنا ڈھنگ پونم کی ماں کی گردن میں گاڑ دئے پونم کی ماں وردہ سے چیخ رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ پونم مجھے میری قسم جا یہاں سے جا پونم نے بچھوٹہ دیکھا اور بھاگ کھڑی ہوئی پونم اپنی سیدھی بھاگ رہی تھی رات کا اندھیرا کھوپ تھا ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آ رہا تھا پونم کو بھی کچھ نہیں آ رہا تھا وہ اندھا دھند بھاگ رہی تھی بھاگتے بھاگتے پونم کسی چیز سے ٹکرائی اور لڑکھرائی ہوئی گر گئی مرنے کے ساتھ ہی پونم کو چکراتے لگے اور وہ بے ہوش ہو گئی۔

پونم کی جب آنکھ کھلی تو سورج سر پر کھڑا تھا مریوں کے دن تھے اور دھوپ ہو رہی تھی پونم پوری پسینہ میں بھیگ رہی تھی پونم ابھی ابھی وہی لپٹی ہوئی تھی پونم نے ہمت کی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی پونم نے چاروں طرف دیکھا تو وہ قبرستان تھا وہ سوچنے لگی ہم تو ہندو ہیں لوہارے گاؤں میں تو دور دور تک قبرستان نہیں ہے پھر میں گاؤں میں دور دور تک قبرستان نہیں ہے پھر میں یہاں کیسے آئی پونم آگے چلنے لگی پونم کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور وہ لڑکھرائی پونم نے جب وہ چیز دیکھی تو ڈر گئی۔ وہ انسان کھوپڑی تھی پونم نے چھینک ماری اور قبروں پر جھپٹتی ہوئی بھاگنے لگی پونم تھک ہار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی قبرستان بہت ہی بڑا تھا۔ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا پونم درخت کے نیچے بیٹھی رو رہی تھی کہ اس کو سامنے سے کوئی سیاہ چیز اپنی طرف آتی ہوئی دکھائی دی جب وہ سیاہ چیز تھوڑی قریب آ گئی تو پونم در کے مارے بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے پونم پیچھے مڑ کر بھی دیکھتی رہی وہ بچھوٹا ابھی پونم کے پیچھے آ رہا تھا پونم نے جب دیکھا کہ بچھوٹے سے تو پونم رک گئی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر رونے لگی پونم ابھی جب بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس کو پھر وہی بچھوٹہ نظر آیا پونم بچھوٹہ کو دیکھ کر پھر بھاگنے لگی بچھوٹہ چلا گیا

تو پونم پھر رک گئی بھوک اور پیاس سے اس کا برا حال ہو گیا تھا۔ پیاس سے اس کا حلق خشک ہو چکا تھا پونم پھر بہت بری طرح گر گئی تھوڑی دیر بعد پونم کو وہی بچھوٹہ نظر آیا تو پونم نے سوچا موت تو میری باب ہر حال میں ہے چاہے یہ بچھوٹے کھا جائے یا پھر میں بھوک پیاس سے مر جاؤں گی بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس سے تو اچھا ہے کہ وہ بچھوٹے کھا جائے پونم نے سوچا اور بچھوٹہ دیکھنے لگی کہ یہ کونسا بچھوٹہ پونم کے قریب آتا جا رہا تھا وہ بہت بڑا ہو گیا تھا پونم بچھوٹہ کو دیکھ کر حیران اور تعجبی وہ اس بچھوٹے بھی چھوٹی ہو گئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے ہاتھ کے سامنے چڑھا بچھوٹہ پونم سے چار قدم دور تھا پونم کو اپنی موت صاف نظر آ رہی تھی اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور بچھوٹے کے سامنے بیٹھی رہی جب بہت دیر گزرتی اور پونم کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوا تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ سامنے بچھوٹہ بیٹھا پونم کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس دن مجھے کیوں نہیں مارا شاید اس کا بچٹ بھرا ہوا ہوگا پونم نے من علیا من میں کہا اور بچھوٹہ دیکھنے لگی جو بڑی حسرت سے پونم کو دیکھ رہا تھا اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں پونم کو پیار نظر آ رہا تھا بچھوٹہ بنا حرکت کے پونم کے سامنے تھا دیکھنے گزرے تو پونم نے سوچا پاگل بچھوٹے جو کب سے بیٹھا ہے اور مجھے بھی بیٹھا کر رکھا ہے وہ اٹھ کر جانے لگی تو بچھوٹے اس کے پیچھے پیچھا کرتے لگا اس نے مڑ کر دیکھا اور وہاں بیٹھ گئی اس کو اب بہت غصہ آ رہا تھا اس نے چیخ کر کہا۔

تم پاگل تو نہیں ہو۔ نہ مجھے جانے دیتے ہو اور نہ مجھے مارتے ہو آخر تم چاہتے کیا ہو تم نے میرے ماتا پتا کو بھی مار دیا ہے مجھے بھی مار دو مار دو مجھے پونم یہ کہتے ہوئے زور زور سے رونے لگی۔

رو نہ نہیں تم روتی ہوئی ابھی نہیں لگ رہی ہو پونم کو کسی دوسرے کی آواز سنائی دی تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی پر اب اس کے اور بچھوٹے کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ وہ خوفزدہ ہونے لگی کہ اس کو بچھوٹے کی آواز سنائی دی۔

میں یہاں ہوں۔ بچھو کی زبان سے انسانی آواز
سن کر وہ کانٹ کر رہ گئی۔ اور بچھو کی طرف کھسکے لگی
۔ اس کی آواز خلیق میں پھنس کر رہ گئی تھی۔

تت۔۔ تم بولتے ہو۔ سبھی سمجھی جب سے تم
ہاں میں بولتا بھی ہوں۔ پر سبھی سمجھی جب سے تم
کو دیکھا ہے میں تمہارا دھواں ہو گیا ہوں پنم میں تمہیں
بہت پیار کرنے لگا ہوں میرا ارادہ تھا تمہیں مارنے کا
پر میں تمہارے حسن میں اتنا کھو گیا کہ تمہیں مارنے کا
ارادہ ترک کر دیا میں تو تمہارے ماما ہاں کو بھی نہیں مارتا
پر حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ ان کو مارنا پڑا۔
بچھو بولے جا رہا تھا اور پنم اس کو حیرت سے دیکھے
جا رہی تھی۔

پر تم کیوں مارنے ہو لوگوں کو پنم نے کہا۔

بچھو بولا۔ میں پہلے یہاں اس قبرستان میں
رہتا تھا اور میرے ساتھ میری محبوبہ بھی رہتی تھی ہم
بچھوؤں کی الگ الگ پہچان ہوتی ہے۔ ہم کئی طرح
کے ہوتے ہیں ایک دفعہ اس طرف ایک پنڈت آیا
اور اس نے میری محبوبہ کو ہار دیا تھا میں اس لڑکے کے
پیچھے لگ گیا وہ لڑکا مجھ سے ڈر کے مارے بھاگتا رہا
میں اس کے پیچھے تھا اور وہ پنڈت بھی اڈار سے پیچھے
پیچھے آ رہا تھا میں نے دیکھا سامنے ندی تھی وہ لڑکا ندی
میں کود گیا۔ اور میں کنارے کیس کھڑا تھا وہ لڑکا مجھے
مند چرانے لگا مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے اپنا ڈنگ
ندی کے پانی میں ڈال دیا جس سے ندی کے پانی میں
زبر پھیل گیا اور وہ لڑکا وہی مر گیا۔ میں بہت خوش ہوا
اور وہ پنڈت مجھے اٹھا کر مندر میں لے گیا جب کہ میں
قبرستان کا بچھو تھا۔ پر اس پنڈت نے مجھے اپنے مندر
سے اپنا غلام بنا لیا اور میری بڑی کروری اور مجھ سے
لوگوں کو مارنے کا کام لینے لگا وہ ایک نمبر کا فرالیا ہے
وہ معصوم اور بھولے بھالے لوگوں کو پنڈت بن کر
لوٹتا ہے بچھو چپ ہوا تو پنم بولی۔

پر وہ پنڈت لوگوں کو کیوں مرواتا ہے۔

دولت کے لیے۔ وہ پنڈت چاہتا ہے کہ گاؤں
کے سارے لوگ مر جائیں اور وہ پورے گاؤں پر اپنا
قبضہ جمالے پھر یہاں حکومت کرے اور بادشاہ بن
جائے پھر دوسرے لوگ آئیں تو انہیں بھی ایسی طرح
لوٹے بچھو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ پنم سمجھ گئی کہ
اس کے ساتھ کچھ ایسا ہی ہونے والا تھا۔ وہ بچھو سے
کہنے لگی۔

اچھا تو یہ سب اس پنڈت کی چال تھی
ہاں اور میں جب سے میں تمہارے گھر آیا تب
سے اس پنڈت سے ٹپک ملا اور اس پنڈت کو پتہ چل
گیا ہے کہ تم زندہ ہو اور میں تم سے پیار کرنے لگا ہوں
اب وہ پنڈت میری جان کا دشمن بنا گیا ہے وہ مجھے
مارنا چاہتا ہے۔

نہیں نہیں میں تمہیں کچھ بھی نہیں ہونے دوں
کی پنم نے کہا تو بچھو بولا۔

میرے لیے تم اپنی جان کو خطرے میں مت
ڈالو۔ ویسے بھی میں تمہارے ماما ہاں کا قاتل ہوں۔
تم نے جان بوجھ کر تو ان کو نہیں مارا میں پنم نے
کہا تو بچھو اس کو دیکھنے لگا۔ جیسے اس کا شکریہ ادا
کر رہا ہو۔

تم رہتے کہاں ہو۔

اس قبرستان میں۔ بچھو نے قبرستان کی طرف
اس کی توجہ دوائی۔

تم اتنے بڑے ہو تم کو یہاں کوئی دیکھتا نہیں ہے
پنم نے حیرانگی سے پوچھا۔

نہیں مجھے کوئی نہیں دیکھتا کیونکہ میں عام
بچھوؤں کی طرح چھوٹا ہو کر رہتا ہوں۔

اچھا جی پھر ٹھیک ہے۔ پنم نے کہا تو پھر دونوں
مسکراتے گئے۔ پنم کو اب اس بچھو سے کوئی ڈر نہیں
رہا تھا۔ وہ بھی بچھو کو چاہنے لگی تھی دونوں قبرستان میں
ہی رہتے تھے جب دونوں کو بھوک لگی تو بچھو قریب
کے جنگل سے پنم کو پھل لاکر دیتا جس کو وہ کھا لیتی

لیکن وہ خود جانوروں کا شکار کر کے ان کا گوشت کھاتا۔ پنم نوٹ کرتی تھی کہ بچو اس سے کتنا بے گناہ کرتا ہے اگر پنم کو ذرا بھی چوٹ لگتی تو بچو تڑپ جاتا۔ اور رات رات بھر جاگتا رہتا۔ پنم آرام سے سو جاتی قبرستان میں، تاکسی ڈر کے۔ جب بچو نکلتا چلا جاتا تو پنم اکیلے میں ڈرنے لگ جاتی تھی اور جب وہ آ جاتا تو اس کا تمام خوف ختم ہو جاتا۔

ایک دن بچو نکلتا گیا ہوا تھا کہ پنم قبرستان میں اکیلے تھی وہ بہت ڈر رہی تھی تین گھنٹے گزر گئے تھے کہ بچو کا کوئی پتہ نہیں تھا وہ بے چین سی قبرستان میں چل رہی تھی کہ اس کو سامنے سے کوئی آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ کوئی انسان تھا پر کون تھا پنم سوچنے لگی اور درخت کی آڑ میں چھپ گئی جب وہ انسان قریب آیا تو وہ پنڈت تھا پنم کو دیکھا نہیں تھا جب پنم کو اطمینان ہو گیا کہ وہ چلا گیا تو وہ درخت کے پیچھے سے باہر نکل آئی شام کے سائے پھیل چکے تھے ہر جگہ پرندے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے پر پنم کی کے انتظار میں تھی کسی ایسے کہ نہ تو وہ انسان تھا اور نہ ہی پنم کی جڑ کا پھر بھی وہ کسی کا انتظار کر رہی تھی شاید یہی محبت ہوتی ہے اور محبت تو واقعی کچھ نہیں دیکھتی بس ہو جاتی ہے اور محبت جن کے دلوں میں زندہ ہے ناں وہ دنیا کے سب سے امیر اور خوش نصیب ہوتے ہیں۔ وہ اس کا انتظار کرتی رہی۔

رات ہو گئی ہر طرف اندھیرا پھیل گیا۔ اندھیرے نے اپنی سیاہ چادر میں ہر شے کو لپیٹ لیا۔ قبرستان میں ہلکی چاند کی روشنی بڑھتی جا رہی تھی اس میں بھی ہر شے کچھ نظر آ جاتا تھا اوپر سے کتنے اور جنگلی جانوروں کی خوفناک آوازیں ماحول کو خوفناک بنا رہی تھیں پر پنم تم سے غم حال بچو کی جدائی میں روئے جا رہی تھی روتے روتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ پنم نے خواب میں دیکھا کہ لوہے کی سلاخوں سے بنا ہوا کمرہ ہے اور اس میں بچو زنجیروں سے بندھا ہوا ہے بچو

بہت تڑپ رہا ہے اور پنم سے بولا۔

تم میری جان ہو تم یہاں سے بہت دور چلی جاؤ اب میری موت تو یقیناً ہے وہ مجھے مارنے کے بعد تمہیں بھی مار دے گا وہ پاگلوں کی طرح تمہیں لحوہ زد رہے تم چلی جاؤ کہیں بہت دور۔ پنم ہڑبڑا کر اٹھ گئی اس کی پیشانی پر پسینہ آ گیا تھا پنم نے تیار رونے لگی اور روتے روتے اس کو صبح ہو گئی۔ صبح پنم انجان راستوں پر چلتی رہی مگر کوئی قافلہ نہیں ہوا اور وہ تھک تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئی پھر رات ہو گئی اور اندھیرا چاندن طرف پھیلنے لگا پنم کو نیند تو نہیں آ رہی تھی پر اس پر غنودگی چھانے لگی۔ اور وہ سو گئی۔ اس کو خواب میں پھر بچو نظر آیا پنڈت بچو پر کوڑے برس رہا تھا بچو بہت تڑپ رہا تھا پر پنڈت کو اس پر ذرا بھی ترس نہیں آ رہا تھا اور وہ لگا تار اس پر کوڑے مارتا جا رہا تھا۔ بچو نیم بے ہوش میں ہو گیا اور آخر اس نے دم توڑ دیا بچو مر گیا پر پنڈت کو پھر بھی اس پر ترس نہیں آ رہا تھا وہ تو آپے سے باہر ہو گیا تھا۔ وہ مرے ہوئے بچو کو بھی مار رہا تھا۔ جب پنڈت تھک گیا تو وہ باہر جانے لگا پنڈت چلتا ہوا سڑکیاں چڑھ رہا تھا وہ جگہ تہہ خانے جیسی لگ رہی تھی پھر پنڈت سڑکیاں چڑھ کر بھگوان کی مورتی پہنچی اور باہر آ گیا پھر وہاں بھگوان کو اسی جگہ پر رکھ کر چلا گیا۔ اور مندر میں جا کر لیٹ گیا۔ پنم کی جھٹ سے آنکھ کھل گئی اور وہ پاگلوں کی طرح رونے لگی پنم کی آواز نے قبرستان میں پھیلی ہوئی خاموشی کو توڑ دیا پنم چیخ چیخ کر رو رہی تھی جب پنم کا دل ہلکا ہو گیا تو وہ اٹھ کر پنڈت کی طرف جانے لگی اس نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ پنڈت کو مار ڈالے گی اس کو مار ڈالے گی اس کا وہ حشر کرے گی کہ اس نے سوچا بھی نہ ہوگا۔

وہ چلتی جا رہی تھی اس کو راستہ دکھائی دے گا جا رہا تھا اس کا رخ مندر کی طرف تھا جہاں وہ پنڈت موجود تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھی تھے اور روئے

اس کے منہ پر تھپڑ مارنے لگا۔ پھر اس نے ترشول اٹھایا اور پونم کے پیٹ میں مار دیا۔ پونم زمین پر گر گئی اور ترشول نے لگی تھوڑی دیر بعد پونم کا جسم بے جان ہو گیا۔ پونم بچھو کے ساتھ ہی ویلر ہو گئی۔ چنڈت نے شیطانی قہقہہ لگایا اور بولا۔

آئی تھی مجھے مارنے کے لیے خود ہی اپنے بچھو کی عاشق کے پاس چلی گئی ہے پونم کے جسم سے ہول سا نکلنے لگا جو چنڈت کو نظر نہیں آ رہا تھا پونم کی روح بیخ کر بولنے لگی۔

چنڈت جب تک میں اپنے عاشق کی موت کا انتقام نہیں لے لیتی مجھے جہنم نہیں آئے گا پونم کی روح بچھو میں داخل ہو گئی اور بچھو میں حرکت پیدا ہونے لگی بچھو کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر چنڈت خوفزدہ ہو گیا اور ایک طرف بھاگنے لگا بچھو اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا چنڈت بچھو کے خوف سے بے ہوش ہو گیا۔ بچھو چنڈت کی پاس ہی بیٹھا رہا۔ چنڈت کو جب ہوش آیا تو وہ نے لگا اور بچھو سے معافی مانگنے لگا۔

تمہیں کہا تھا ناں کہ میں اپنے محبوب کی موت کا بدلہ ضرور لوں گی۔ بلکہ ان سب کی موت کا بدلہ لوں گی جس کو تم نے بچھو کے ہاتھوں مروایا ہے۔ میرے ماما بنا کی موت کا بدلہ۔ اپنے محبوب کی موت کا بدلہ۔ تم نے مجھ سے میرا پیار چھین لیا۔ میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی بچھو میں سے پونم کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ چنڈت کو سنارہی تھی چنڈت اپنی زندگی کی بھلیک مانگ رہا تھا۔

مجھے جانے دو مجھے جانے دو پونم میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ وہ مسلسل معافیاں مانگ رہا تھا۔

نہیں نہیں تمہیں میں معاف نہیں کر سکتی ہوں۔ آج میرے ہاتھوں سے نفی نہیں سکتے ہو۔ پونم غصہ سے بول رہی تھی۔ اور چنڈت اس کی گرجا دار آواز سن کر کانپ رہا تھا۔

مجھے معاف کر دو بھگوان کے لیے مجھے معاف

جاد ہی تھی کچھ دیر بعد اس کو گلہ بوی کا مندر نظر آیا تو وہ رک گئی اور دیکھنے لگی پھر وہ اس کی طرف تیز تیز دوڑنے لگی چنڈت مندر میں آرام کر رہا تھا۔ پونم آرام سے میڑھیاں چڑھنے لگی دور سے اس نے چنڈت کو دیکھ لیا تھا وہ گہری نیند سو رہا تھا اس کو مارنے کے لیے اس کے پاس پہنچا ایک موقع تھا اس نے ابھر ادھر دیکھا تو اس کو ایک ترشول دکھائی دیا اور اس نے وہ ترشول ہاتھوں میں اٹھالیا۔ اور چنڈت کی طرف بڑھنے لگی۔ اور جلد ہی وہ اس کے سر پر جا پہنچی اور ترشول اٹھا کر جوئی چنڈت کے پیٹ میں مارنے لگی تو چنڈت نے وہ ترشول پکڑ لیا۔ اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک قہقہہ بلند ہوا۔ وہ غصہ سے اس کو دیکھ کر بولا۔

نکل کی تھوکر تو مجھے مارے گی۔ ہاں میں تمہیں ماروں گی۔ تم دھوکے باز ہو تم لوگوں کے ساتھ فریب کر رہے ہو۔ اس کی بات سن کر چنڈت ہنسنے لگا اور بولا۔

ہاں وہ تو میں ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر وہ پونم پر جھپٹا اور اس کو بالوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ دیا۔ اور پھر ساتھ ہی اس کو گھسیٹتے ہوئے وہ تہہ خانہ میں لے گیا۔ جہاں بچھو کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ بچھو کی لاش کو دیکھ کر پونم زکوزار سے رونے لگی اور ساتھ ہی اس نے خود کو چنڈت کے ہاتھوں سے چھڑا لیا اور بچھو سے لپٹ گئی۔ پونم کو اس طرح دیکھ کر چنڈت جسنے لگا اور بولا۔

وہ انسانوں کی محبت تو دیکھی تھی مگر بچھو کی معشوقہ پہلی بار دیکھ رہا ہوں بابا بابا۔ بابا بابا۔ دیکھ لے چنڈت اس بچھو کی معشوقہ بھی اور اس معشوقہ کا انتقام بھی دیکھ لے۔

چنڈت آگے بڑھا اور پونم کو بازو سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ اور چیختے ہوئے بولا۔

مور کہ تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔ اتنا کہہ کر وہ

ہوئی ہے اور میں مر چکی ہوں اس پنڈت نے مجھے مار دیا ہے پر میں اپنا انتقام لینا چاہتی تھی جو میں نے اس کو مار کر لے لیا ہے۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے گاؤں والوں نے پونم کو حسرت بھری لگا ہوں سے دیکھا وہ اس کی ہائیں سن کر خیران بھی ہو رہے تھے اور افسردہ تھی۔

تم ہم سے کسی مدد چاہتی ہو۔ ایک نے پوچھا۔ میری لاش گل دیوی کے مندر میں پڑی ہوئی ہے بھگوان کی مورتی ہٹاؤ گے تو وہاں ایک تہہ خانہ ہے اس میں میری لاش پڑی ہوئی ہے وہاں سے نکال کر میرا انیم سرسان کر دیا اتر یہ بچھو اس کا بھی کیوں کہ میں نکلی چاہتی کہ میری رزاع یہاں وہیں بچھے پونم چپ ہوئی تو گاؤں والوں نے فیصلہ کر لیا کہ پونم اور اس بچھو کا انیم سرسان کرنا ہی ہوگا پھر سب مندر میں گئے اور پونم کی لاش کو اٹھانے لگے وہی مرد بچھو بھی تعجب نے مل کر بچھو کو بھی ہا ہر نکال لیا۔ اور تہہ خانے کے ستونوں کو جب لوگوں نے دیکھا وہ سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے تھے سب نے پیسے اور سونا آپس میں بانٹ لیا۔ اور پونم اور بچھو کی لاش کا انیم سرسان کر دیا اور شکر کرنے لگے کہ آج پونم کی وجہ سے اس پنڈت سے بچ گئے۔

قارئین کرام! کسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوٹوئے گا تاکہ میں مزید کچھ لکھ سکوں مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار ہے گا۔

غزل

لگا میری زمینی ہے مجھے تم یاد آتے ہو
میت جب خروچی ہے مجھے تم یاد آتے ہو
میں جاتا ہے آنکھوں میں غبر، ہندوں کا بیگین
کہیں بادشہ برتی ہے مجھے تم یاد آتے ہو
زمانے کے سوالوں کو میں نہیں کرناں دون لیکن
نہ آنکھوں کی کشش ہے مجھے تم یاد آتے ہو
ہم دیکھیں ساجد کاوش شہر خان بہل

کردو۔
ہاں ایک شرط پر معاف کر دوں گی۔ پونم نے کہا
تو پنڈت جلدی سے بولا۔

ہاں ہاں تباؤ۔ میں وہ کرنے کو تیار ہوں۔
تم گاؤں والوں کیساتھ اپنا گناہ قبول کر لو۔
ہاں ہاں میں گاؤں والوں کے سامنے اپنا گناہ
قبول کر دوں گا۔ پنڈت جلدی سے بولا۔

چل میرے ساتھ پونم نے کہا۔
ہاں چلو پنڈت جانے کے لیے تیار ہو گیا اور پھر
دونوں گاؤں کی طرف چل دیے۔ پونم چھوٹا بچھو بن
گئی تھی تاکہ گاؤں والے اس سے ڈرنہ جائیں۔
پنڈت کو روتا ہوا دیکھ کر گاؤں کے بہت سارے اس
کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔ وہ سوچنے لگے کہ پنڈت
کو کیا ہو گیا ہے وہ کیوں روتے ہوئے وہ کچھ بھی سمجھ نہیں
رہے تھے۔ پنڈت بولا۔

گاؤں والو۔ مجھے معاف کر دو میں ہی وہ تمہارا
گناہ گار ہوں جو لوگوں کو گھروں سے غائب کر دیتا تھا
اور تمہارے گھروں پر اپنا قبضہ جما لیتا تھا۔ پنڈت نے
ہر وہ بات بتادی جو جو ہوئی تھی۔ گاؤں والوں نے
جب سب کہانی سنی تو وہ پنڈت کو پتھر مارنے لگے
پنڈت بھاگنے لگا پر سامنے سیاہ بچھو کود کچھ کر دکانپ کر
رہ گیا۔ جو اپنے ڈنگ پھیلانے لگے اس کا
انتظار کر رہا تھا۔ پنڈت واپس بھاگنے لگا تو لوگوں نے
پھر سے اس پر پتھر برسانا شروع کر دیے وہ واپس
بھاگنے لگا تو سامنے وہی بچھو کھڑا تھا جو اپنے زہریلے
ڈنگ لیے کھڑا تھا اور اس بار بچھو نے اس کو معاف نہ
کیا اور اپنا ڈنگ اس کی گردن تک لے گیا۔ پنڈت
کے منہ سے ایک خوفناک قسم کی چیخ نکلی اور چند منٹ
تک ترپنے کے بعد وہ دیڑھ ہو گیا۔ اس کے مرنے
کے بعد بچھو بولا۔

گاؤں والو مجھ سے ڈرو نہیں میں پونم ہوں رام
لال کی بیٹی اس پنڈت کی وجہ سے ہی میری یہ حالت

کوٹ جناں

۔۔ تحریر۔ ایسا سعادۃ اشرف۔ گوجرانوالہ۔ قسط نمبر ۱۔۔

تم۔۔ تم نے مجھ سے میرا شوہر چھین لیا ہے میں تم سب کو نہیں چھوڑوں گی تم سب سے بدلاؤں گی وہ ڈر کر اس سے رو قدم دور ہئی اور اس عورت سے بولی۔ میں تمہیں نہیں جانتی میں نے تمہارے شوہر کو نہیں مارا تم مجھوت بولتی ہو اس کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اس عورت نے اس کا بازو پکڑ کر اسے پیچھا جس سے اس کے لیے ناخن اس کے ماس میں پوسٹ ہو گئے پھر اس عورت نے اسے ایک تخت اس ڈھیر کے پاس لایا چھوڑا جھٹکے کی وجہ سے اس عورت کے ناخن اس کے بازو کا ماس اڑھیرتے ہوئے باہر جانے لگے اس کے منہ سے دھڑکنی چیخ برآمد ہوئی کہ اتنی نظر اب کے ڈھیر پر جا پڑی وہ کوئی ڈھیر نہیں نیلی جو ملی کا وہی گارڈ تھا جسے مرگی کے دور سے پاتے تھے اس سے دیکھتے ہی دیکھتے اس گارڈ کے جسم کو جھٹکا یہ جھٹکے اتنے زوردار تھے کہ وہ چار پانچ قدم ہرجے جھٹکے کو ہئی کہ ان جھٹکوں کے ساتھ ہی اس کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو کر ہوائیں پھیل گئی وہ عورت غصہ سے اس کی طرف بڑھی غصہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے نیلی رنگ کی روشنی پھوٹنے لگی وہ ڈر کر بولی میں نے تمہیں آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا کیا تم نے اسے بھی نہیں دیکھا اس نے گارڈ کے بارے میں کہا وہ میرا شوہر تھا وہ انجم جو کافی دیر سے تماشا بنی بنا بیٹھا تھا اب کہ اس میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ سب اس کے گرد اپنا گھیرہ جگ کرنے کے لیے بڑھے اس نے گھبراہٹ میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ پسینے سے تر ہے اب کہ اس نے بھاگنے کے لیے تر تو گئے تو بغیر اراکی طور پر اس کی نظر اس جہوم کی طرف اٹھی تو اسے اپنا حرکت قلب بند ہوتا ہو محسوس ہوا۔ کیونکہ اس جہوم میں پہلے تو انسان جیسے مگر اب یہ ہی کیا ان کی تیروی اس طرح گل کر پانی کی طرح بہہ رہی تھی جیسے کسی نے اس پر میز اب سے خراڑم لاندیل دیا ہو وہ جو سوچ رہی تھی کہ وہ بل بھی نہ پائے گی کسی بھی طاقت نے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا وہ بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے اسے یاد نہ کہ وہ کہاں سے ہوتے ہوئے اس عیدان کی طرف آئی تھی بھاگتے ہوئے اسے زوردار طریقہ سے ٹھوکر لگی اور وہ اونٹھے مزے مزین پر جا گری اس کے منہ سے خون بہنے لگا آنکھوں میں آنسو لیے وہ ٹھٹھکی لگی اٹھتے ہوئے زمین پر سے اس کی نظر اپنے پیچھے ہر لمحہ تیز ہوتے جہوم پر پڑی جو کہ اس کے منہ میں سے بے خون کو دیکھ کر اس پر جھپٹے اور ایک انسان جو کہ اب مکمل ڈھانچے میں تبدیل ہو چکا تھا اس نے اس کی ٹانگ پکڑ لی اس کے منہ سے دھڑکنی چیخ برآمد ہوئی اس ڈھانچے کے تیز مگر سوئی کی طرح ہار یک ناخن اس کی ٹانگ میں پوسٹ ہوئے۔ ایک سنسنی خیز اور ذرا ڈرائی کہانی۔

کوٹ جناں رہائش نیلی جو ملی کمرہ 320
بستی کی دوسری منزل میں بنی ہوئی کھڑکی میں
اس نے سر نکال کر دائیں بائیں دیکھا پھر اس کی
نگاہ نیچے گئی تو اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار
ہوئے وہ نیچے کھڑے جہوم پر سے زبردستی نگاہیں بٹا کر
اپنے دوستوں سے بولی۔
میں نے کہا تھا ناں کہ مجھے میرے نام کی ہمار
شانی دے رہی ہے پر تم سب نہیں مانتے۔

جولائی 2014

خون کا ڈھانچہ 134

کوٹ جناں قسط نمبر ۱



پر ہمیں تو کچھ سنا ہی نہیں دے رہا سب دوستوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اپنے اپنے انداز میں اسے سمجھانے لگے کی کوشش کی کہ وہ یکدم زور سے چلائی۔

یا تو تم سب پاگل ہو چکے ہو یا پھر میں۔ وہ مجھے بلارہی ہے وہ جو کھڑکی کے پاس کھڑی تھی ہاتھ سے نیچے اشارہ کرتے ہوئے بولی وہ دیکھو سب مجھے لینے آئے ہیں۔

اس کی دوست نے آکر کھڑکی سے نیچے دیکھا پر نیچے خالی میدان تھا اس کی دوست کھڑکی کے پاس سے ہٹ گئیں اور باقی دوستوں کو بتایا۔

نیچے کوئی موجود نہیں ہے اب پریشانی سے اس کی سمت دیکھ رہے تھے۔ کہ ایک دم وہ بولی۔

میں مرنا نہیں چاہتی مجھے بچا لو وہ مجھے لے جائیں گے اور تم سب کو بھی مار دیں گے مجھے بچا لو وہ اونچا اور نچا روٹی ان کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہڈیانی انداز میں اپنے بالوں کو زور سے لوپنے لگی اس کی سہیلیاں اسے ایسا کرنے سے روکنے کے لیے اس کے پاس گئیں کہ اس نے انہیں زور دیا دھکا دیا وہ جو اس کے لیے تیار نہیں تھیں اڑ کر دور جا گریں اس کے دوست بے بسی سے اپنی بے بس دوست کو دیکھ رہے تھے ان سب کو نہ کچھ دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہی سنائی دے رہا تھا جس کے بارے میں ان کی دوست انہیں بتا رہی تھی تو وہ کس طرح اس کی مدد کرتے خوف بھری اور کچھ نہ سمجھ آنے والے انداز میں اسے دیکھ رہے تھے وہ پھر کھڑکی سے ہٹ کر اپنے دوستوں کے پاس آئی ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے لگی۔

وہ مجھے مار دیں گے مجھے بچا لو پھر جیسے وہ کسی فیصلے پر پہنچ کر پرسکون ہو گئی وہ کھڑکی کی طرف بڑھ رہی تھی اور بولی میں خوف کی زندگی نہیں جینا چاہتی اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا اس نے مکمل کھڑکی سے چھلانگ لگا دی۔

آج یونیورسٹی میں غیروہی پارٹی ہو رہی تھی جس میں ہر کوئی دوسرے سے زیادہ خوبصورت دکھائی دینے کی کوشش میں خوب تیار ہو کر شریک ہوا تھا اور اسی یونیورسٹی کی جان ایک گروپ جو کہ سات دوستوں پر مشتمل تھا اور یونیورسٹی میں یہ گروپ سول میٹ کے نام سے مشہور تھا

ارے شعاہ تمہاری ساڑھی تو بہت ہی پیاری ہے کتنے کی لی ہے مانیہ نے پوچھا۔

شعاہ کے جواب دینے سے پہلے ہی اتوس کی زبان میں کھلی ہوئی اس نے سن کو آٹکھ سے اشارہ کرتے ہوئے ہیٹ کی طرح بات کے درمیان میں اپنی ٹانگ اڑائی اور بولا۔ آف کورس کسی سے ادھار ہی مانگی ہوگی۔

چھوڑو یہ کسکے منہ لگ رہا ہے حسن کے منع کرنے کے باوجود اتوس پھر سے بولا۔

وہ ایسے اس کی زبان کے لشکارے مارتے جو ہر کی وجہ سے کوئی اسے کیسے ادھار دے سکتا ہے شعاہ جو برداشت کر رہی تھی اتوس سے بولی۔

تم نے اپنی شکل دیکھی ہے۔

ہاں ہاں کیوں نہیں اتنی پیاری ہے کہ میں کسی سے کچھ مانگتا ہی نہیں دوسرا مجھے خود دے دیتا ہے وہ بھی ادھار میں نہیں پکا پکا۔ اتوس فوراً شعاہ کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

تم ذلیل انسان خود کو صوفی درویش سمجھتے ہو۔

سمجھتے ہو نہیں میں ہوں۔ اتوس نے فوراً اس کی بات کی درستگی کی اب شعاہ کی برداشت جواب دے گئی بولی۔

تم نے اپنی ہزار گز لمبی کالی زبان دیکھی ہے ویسے بھی یہ ساڑھی میں نے تم سے ادھار نہیں مانگی جو تمہیں آگ لگی ہوئی ہے تمہیں ہمیشہ کتنی ہوں میرے منہ نہ لگا کرو پر تمہیں تو اپنی۔۔

ایک منٹ ماذیہ اس کی تو میں طبیعت صاف
کراں ماذیہ کے اسے تو کئے پر مہابہ اسے روکتی پھر
سے اتوس کی طرف لپٹی جو کہ اپنی مسکراہٹ کو روکنے
کی کوشش میں منہ پھیر کر کھڑا تھا وہ جانتا تھا کہ اب یہ
آدمے کھینچے سے پہلے چپ نہیں ہوگی۔ وہ دوبارہ کچھ
کہنے والی تھی کہ اسے زیب آتی ہوئی دکھائی دی تو وہ
اتوس کو بخش کر اس پر احسان عظیم کرتی زیب کو دیکھ کر
ماذیہ کے کان میں بولی۔

زیب کتنی پیاری لگ رہی ہے ماذیہ نے زیب کی
طرف دیکھا اور بولی۔

ہاں یہ تو واقعی بہت ہی پیاری لگ رہی ہے یہ تو
اتنی سہل رو کر بھی پیاری لگتی ہے آج تو کم بخت غضب
ڈھارہ ہی ہے مہابہ نے اسے آنکھیں نکالیں تو وہ
دونوں کھل نکلا کر ہنس پڑیں ان باتوں کے ہوتے
ہوئے زیب اس کے پاس پہنچی مگر سب سے پہلے کے
بعد وہ یہاں رہاں دیکھنے لگی کہ اتوس حسن کے پاس
کھڑا سو گئی میں بولا۔

آج تو زیب کے رنگ ہی علیحدہ ہیں بہت
پیاری لگ رہی ہے آج ہمارے دوست کی خیر نہیں
ہمیشہ اسے سہل جو دیکھا ہے آج تیار ہو کر آئی ہے تو
خوبصورت ہی لگتا ہے بارہ سے نکلنے کے بعد تو عام
شکل و صورت والیاں بھی رنگ روپ نکال جاتی ہیں
ہوش سنبھالتے ہی خواتین سے الگ جگہ حسن نے
اتوس کی بات سننے کے بعد تفصیل سے جواب دیا۔

پر بارہ زیب کے بارے میں تو ایسا نہ کہہ۔ اتوس
کو حسن کی بات اچھی نہ لگی تو اسے ٹوک بیٹھا۔

پر ساری ایک جیسی ہی ہوتی ہیں حسن اپنی بات
پر قائم رہا تو اتوس نے ناچک چھیڑ کر دیا۔

پتہ نہیں یہ امر ہو رہا ہے کہ اب وہ کئے ابھی تک
پہنچے نہیں کافی دیر ہو گئی ہے اتوس کے کہنے پر تھوڑی دیر
بعد زیب نے ماذیہ سے پوچھا۔

بائی صب نہیں آئے۔

بائی کون کس کا پوچھ رہی ہو۔۔۔ پھر ہنسنے ہوئے
ہوئی اتوس نے ابھی خون کیا ہے احمد نے بتایا کہ ٹریفک
میں پھنس گئے تھے بس آتے ہی ہوں گے ماذیہ نے
زیب کو تھوڑا بھینرتے کے بعد بتایا پھر بولی۔

وہ دیکھو وہ دونوں آرہے ہیں آپ کے احمر
صاحب۔ زیب نے اپنی طرف میں دیکھا کہ کہیں کسی
نے سن تو نہیں لیا پھر اسے ڈانٹتے ہوئے بولی۔

فضول باتیں نہ کیا کرو زیب نے پاس پہنچتے ہی
احمر کی طرف اپنی طرف سے چوری تجھے دیکھا پھر پھر
گھبرا کر توبہ ہی اتنی لگا ہیں جو کالیں کیونکہ احمر بھی
اسے دیکھ رہا تھا پاس پہنچ کر سب سے پہلے کے بعد یہ
گراپ اٹھ جانے کے لیے ہال کی طرف بڑھ گیا۔

ان سب دوستوں کو اندازہ تھا کہ آج ان سب کا
یونین دن میں آخری دن ہے پھر زندگی کے جھیلوں
میں کھو جانے سے پہلے یہ سب کچھ دنوں کے لیے کسی
سر بہر مقام پر اکٹھے ٹھہرنا یا رہنا چاہتے تھے جو کہ یہ
پچھلے سال اسے صرف سوچ رہے تھے پر عمل حیرا
ہونے کا وقت لب آیا تھا تو اسی لیے ان سب نے کل
ہیڑا بہت میں مل کر فخری مقام کا فیصلہ کرنے کا
سوچا اور اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

اگلے دن ٹھیک وقت پر یہ سب ہیڑا بہت میں
موجود تھے آرڈر ہیڑا اکا دینے کے بعد حسن نے کہا
۔ ہاں تو آپ سب کی کیا کیا سوچ یا فیصلہ ہے
کہاں جایا جائے اگر کچھ سوچا ہے تو بتاؤ آخر میں مل کر
فائل کریں گے کچھ دیر کے لیے سکوت چھا گیا اتوس
نے کہا۔

مری چلتے ہیں جتنی بار بھی جاؤ دل نہیں بھرتا کیا
پر فضا مقام ہے۔

تم یہ پر فضا مقام اپنے پاس ہی رکھو کسی دویا
ڈھائی سال کے بچے سے مری کے بارے میں پوچھو

کہ مری سے بھی زیادہ خوبصورت ہے تو اس بستی میں
چلے آؤ پھر یہاں سے واپس جانے کو دل نہیں مانے گا
تو اس جنت کا نام کیا ہے مازیہ حسن کے ذریعے کی گئی
اپنی ناز و انسلٹ کو نہیں بھولی تھی اس لیے طہر سے بولی
کہ اتوس نے فوراً جواب دیا۔ جنت الفردوس زینب
نے دونوں کی طرف تخیلی نگاہ سے دیکھا کہ اسے بول
لینے دو حسن نے کہا۔

کوٹ جٹاں۔

سب اس کا چہرہ دیکھنے لگے یہ کیسی جگہ ہے ہم
کتنا عجیب ہے مجھے تو نام ہی پسند نہیں آیا۔ سب اپنی
اپنی رائے دے رہے تھے۔ حسن نے سب کی رائے
سنی پھر کہا۔

ہم تو مجھے بھی عجیب سا لگا تھا پر میں نے پڑھا
ہے کہ اتنی خوبصورت اور پہاڑی بلڈ ٹنڈر ہیں اور ایسا
پر فضا اور پرسکون ماحول اور مقام ہے آئی ایم شور کہ
آپ سب نے اتنی خوبصورت جگہ بھی نہیں دیکھی
ہوگی۔ میں نے تو جب کا پڑھا ہے بہت ہی ایکسٹنڈ
ہوں اب موقع ملا ہے تو یہیں چلتے ہیں حسن نے سب
کو منانے کی کوشش کی زینب جو ان سب میں ڈرپوک
مشہور تھا آہستہ سے منہایا۔

اس کا نام کتنا عجیب سا ہے کوٹ جٹاں۔

یار تم تو چپ کرنا اگر ہوا سے کھڑکی کا پتہ بھی مل
جائے تو تمہاری سانس رکے لگتی ہے۔ ویسے بھی نام
میں کیا رکھا ہے بس یہ جگہ فاکل ہے حسن کے
زور دینے پر احمر نے سب کی طرف دیکھا جیسے کہ پوچھ
رہا ہو کہ اگر کوئی اور جگہ ہے تو بتاؤ پر سب پر سوچ
لگا دیں ت ایک دوسرے کو تنگ رہے تھے پر منہ سے
بولے کہ کوئی بھی نہیں جیسے نیم رضا مند ہوں۔

تو پھر کل صبح پانچ بجے آپ سب میرے غلام
ہاؤس میں جمع ہوں گے سناڑے پانچ بجے تک ہم کل
خوشی سے کہا۔

تو پھر کل صبح پانچ بجے آپ سب میرے غلام
ہاؤس میں جمع ہوں گے سناڑے پانچ بجے تک ہم کل

تو وہ سب کچھ فر فر بہاؤ سے گا حسن نے ناگواری سے
ٹھٹھاہ کی جانب دیکھا جس نے اتوس کے مری جانے
کی بات پر اسے پتھر پلایا تھا پھر اسے فوگتے ہوئے
بولا ٹھٹھاہ۔ تمہیں کرنے مرنے کے علاوہ اور کوئی کام
نہیں ہمیشہ یہ تیزی ہی کرتی ہو دھڑکنے بیچ بھاؤ کرتے
ہوئے کہا۔

حسن ہم پچھلے دو سال سے ساتھ پڑھ رہے ہیں
اور کافی حد تک ایک دوسرے کی نیچر سے واقف ہیں
ہم اس کی نیچر کو جانتے ہیں اس لیے برا کیوں مانیں۔
پھر تم غصہ کیوں کرتے ہو یا یہ لڑکی ہے لڑکیوں کی
طرح رہا کرتے اچھا اس بات کو چھوڑو حسن تم بتاؤ ہم
کہاں چلیں۔ احمر نے حسن کا غصہ ختم کرنے کو کہا۔

کراچی چلتے ہیں۔ مازیہ حسن کے بولنے ہی لگا
تھا مازیہ کی طرف دیکھتے ہوئے ماتھے پر انا تعداد شکنیں
ڈال کر بولا ہو تو تم بے وقوف لڑکی ہی ناں تم عورتوں
میں تو عقل نام کی چیز ہی نہیں ہوتی وہاں جا کر مرنے
کیا۔ اگر نہیں مرنے کا شوق ہے تو جاؤ ہمیں کوئی
شوق نہیں ہے۔

حسن بدسلک ہے کہ تمہارا کوئی فیملی میٹرا ایسا ہو
جس کی وجہ سے تم خواتین کو ڈی گریڈ سمجھتے ہو اور
کرنے میں تنگ رہتے ہو پر یہ ضروری تو نہیں کیونکہ
پانچویں انڈیاں یہاں نہیں ہوتی ہیں۔ ویسے بھی ہم
یہاں اچھی یادوں کو اکٹھا کرنے بیٹھے ہیں غصہ کو تھوڑا
اور چل بیٹاؤ اور اب چلیز حسن کی بات سنو اور کوئی نہیں
بولے گا۔ چلیز زینب نے مازیہ کا اترا ہوا چہرہ دیکھا
حسن کے کراچی کے بارے میں خیالات سن کر تو
اسے افسوس ہوا اسے سمجھائے حسن کو کسی کام کو کشش
کرتے ہوئے اسے بات کرنے کا موقع دیا اور اب
اس کی طرف دیکھنے لگی حسن نے زینب کی بات کا
اثر لیتے ہوئے بغیر کہا۔

میں نے بغیر پہلے ایک آرٹیکل پڑھا تھا جس
میں لکھا تھا کہ اگر آپ نے دنیا میں جنت دیکھی ہے جو

لیے روانہ نہ کیا۔

تھوڑی ہی راستہ کھنکھاتا کہ اٹوس نے اپنے پاؤں رکھنے والی جگہ پر سے پڑا ہنا بیگ اٹھایا اور اس میں سے چھپس اور پچاسی کاٹن پیک نکالا اور اپنے برابر بیٹھنے امر کے صلیح کے انداز میں اس کی طرف بڑھا یا اٹھر نے تو پچھلے کبہ کر دوبارہ سیدھا دیکھنے لگا اس نے دونوں چیزیں اوپر اٹھائیں اور گاڑی کی چھت تک لے کر آیا اور پیچھے بیٹھے اپنے دوستوں سے پوچھا۔ کوئی لینا پسند کرے گا۔

نہیں مجھے چاہیے۔ کسی کے ہاتھ بونٹے سے پہلے ہی اس نے کہا اور اس پیک منہ سے لگا لیا۔ آدھا ٹھنڈی گزرا تھا کہ شام پہنچ گئی۔

امر نے اور اتنی دیر سے میری تو باتیں ایک ہی طرح سے بیٹھنے کی وجہ سے اتنی تھکی ہیں اگر اتنی ہی ٹازک مزاج ہو تو کھر بیٹھنا تھا یہ تو ہے غریب پار یا پانی ٹنٹے کا نظریہ غلط رہے پھر بھی اتنی دو ماہیہ نے شام پہنچ سنا بندہ بیٹھ ہوئے کہا۔

میں اتنا اور روز مت ہو جایا کرو تم تو حسن جواب میں مازیہ کو کچھ کہنے ہی والا تھا کہ گاڑی ایک جھکے سے رک گئی سب اس کے رکنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

کیا ہوا گاڑی کو کیوں رک گئی۔ حسن نے امر سے پوچھا۔

یہ نہیں چیک کرتا ہوں آن سے پہلے چوری چیک تو کرنا ہی تھی پھر پتہ نہیں کیا ہو گیا سے شاید ٹرک کا مسئلہ ہے وہ چیک کرتا ہوں امر نے پہلے تو حسن کو جواب دیا پھر منہ میں بولتا ہوا نیچے اتر گیا۔

اوہو۔ جگہ میں ہوا کم ہو گئی ہے اٹوس جو امر کے ساتھ ہی نیچے اتر آیا تھا سے امر نے کہا۔

پراچا کہے ہو سکتا ہے اٹوس نے امر کو آواز دی اور بتایا کہ یہ دیکھو صرف ٹرک کی ہوائی کم نہیں ہوئی ہائر

پڑیں گے۔ اور پلیز بی کئیر فل جو دیر سے پہنچا وہ رو جائے گا اور فور ہوگا سات دنوں کا اور آٹھویں دن واپسی ہوگی۔ امر نے سب کو بتا کر انکی رائے مانگی تو سب نے سر ہلا کر ٹھیک کہا اور کل دو بارہ ملنے کے لیے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

اگلے دن صبح ٹھیک پانچ بجے سب ہی امر کے فارم پاؤں پر جمع تھے غسل پانے سے کو فریش ہوس دیا کہ اٹوس کی نظر نرسب کے شوڈر بیگ پر پڑی جو کہ کافی بڑا اور پھولا ہوا تھا تو وہ بولا۔

نرسب اس میں کیا ہے اتنا بڑا اور پھولا ہو اس میں کیا ہوا بھری سے سب جو جوس پی رہے تھے نرسب کی طرف دیکھنے لگے تو نرسب گھبرا گئی اور بولی۔ اس بیگ میں۔

ہاں میرا مطلب ہے کہ اس میں کوئی بم شمع تو نہیں ہے ناں اٹوس نے اسے کنفیوز کرنے کی کوشش کی تو وہ شرمندہ ہو گئی اور بولی۔

نہیں۔ سب راستے میں کام آنے والی چیزیں ہیں ضرورت کی امر جو کہ نرسب کو شرمندہ ہو گئے ہوئے دیکھا تو کہا اٹوس تمہیں ان سے مطلب کہ بیگ میں کیا ہے ویسے بھی چلو ساڑھے پانچ ہو چکے ہیں دیر سے نکلے تو دیر سے پہنچیں گے۔ ویسے بھی پہلی بار جا رہے ہیں راستے کا کچھ خاص انداز نہیں ہے راہ میں پوچھتے ہوئے ہی جانا پڑے گا تو پھر کتنا وقت لگے گا انداز نہیں امر پہلے اٹوس سے کہا۔

پھر بڑا اتنا ہوا اپنی آنکھ سیر گاڑی نکالنے لگا گاڑی نکالنے پر امر ذرا نیوٹنگ سیٹ اٹوس اس کے ساتھ والی جگہ پر بیچھے تین اور پھر آخر میں تین سیمیں بنی تھیں۔ مازیہ شہابہ اور نرسب ذرا نیوٹنگ سیٹ کے بیچھے والی تینوں سیٹوں پر جبکہ حسن اور زیب ان سب کے سامان سمیت آخری تین سیٹوں پر جا بیٹھے امر نے گاڑی سٹارٹ کی اور یہ چھوٹا سا قافلہ کوٹ جہاں کے

بھی پھٹ گیا ہے اتنے میں زیب اور حسن بھی نیچے
اتر آئے اور پوچھنے لگے۔
کہا ہوا ان کو بھی بتایا تو وہ بھی بولے۔
کوئی نائر کاٹو پڑا ہے۔

احمر نے کہا ہاں ہے۔ احمر نے نائر تھیل کیا
اور یہ پھر سفر پر چل پڑے تھوڑی دیر گاڑی میں سناٹا
چھایا رہا جس کو زیب کی آواز نے توڑا یا رہا تمہارا کوٹ
جناں اور کتنی دور ہے۔

زیب نے حسن سے پوچھا تھا جس کا جواب
اقوس کی جانب سے ملا۔

زیب یہ تم حسن سے تمہارا کوٹ جتنا کیوں کہہ
رہے ہو کیا اس کے قادر نے یہ ہستی وہاں کی آبادی کو
ریٹ پر دی ہے تھا یہ نے نہب کے کان میں کہا کہ
جب بھی بولتا ہے فضول ہی بولتا ہے جسے اقوس کے
پتلے کانوں نے سن لیا اور بولا۔

شکر یہ میری تعریف کرنے کا مجھے اپنی پراچھائی
کا پہلے سے پتہ ہوتا ہے کیونکہ اکثر لوگ مجھے روک کر
میری تعریف کرتے نہیں تھکتے۔

چلو جی اپنے کان پیٹ لو یہ اپنی تعریفوں کے
نوکر سے اپنے ہی آپ پر الٹا شروع ہو چکا ہے جبکہ
اب کی بار اقوس اس کی کی ہوئی بات سے انجان والی
اپنی تعریفوں میں زمین آسمان ایک کئے جا رہا تھا۔

ایک گھنٹے کے قیادے والے سفر کے بعد گاڑی
ایک ریستوران کے سامنے جا کر تو احمر نے سب کو
مخاطب کرنے والے انداز میں کہا۔

کچھ کھالی لیتے ہیں اور اگر کسی نے فریش ہونا
ہے تو وہ بھی ہو جائے میں کافی تھک چکا ہوں احمر نے
گاڑی پارکنگ میں کھڑکی کی اور یہ سب اندر کی جانب
بلاہ گئے دھڑ دھڑ سے ہو کر آنے کے بعد یہ سب
ایک نسبتاً کم دھڑ والی جگہ پر ٹھیل چوڑ کر کے بیٹھ گئے
اور آئندہ کا لاکھ عمل تیار کر رہے تھے کہ ویٹر آیا مینو

بتانے کے بعد کھانا لا کر لگا دیا گیا۔ کھانے کے دوران
احمر نے کہا مجھے لگتا ہے کہ شاید ہم غلط راستے پر جا رہے
ہیں کیونکہ دیکھو آگے صرف ویرانہ ہے اور لگ رہا ہے
کہ جیسے جنگل شروع ہونے والا ہے کوئی آبادی
دور دور تک نظر نہیں آ رہی ہے اس ویٹر سے
پوچھا ہوں اور مقامی عمر کے لگ رہے ہیں شاید انہیں
کچھ پتا ہو ویٹر پاس سے گزرنے لگا تو احمر نے اسے
روک کر پوچھا۔

کیا آپ ہمیں بتا سکتے ہیں کہ کوٹ جتنا ہستی
اس ہٹل سے حریہ کتنی دور ہے۔

کوٹ جتنا۔ احمر کو لگا جیسے یہ نام لینے ہوئے
اس کے چہرے پر خوف کا سایہ لہرایا ہو پھر وہ فوراً
سمجھل کر بولا نہیں میں نہیں جانتا یہ کہہ کر جلدی سے
وہاں سے ہٹ گیا۔ زیب جس نے ویٹر کا اڑا ہوا
رنگ دیکھا تھا کہنے لگا۔

میں نے کہا تھا مجھے تو اس ہستی کا نام ہی پسند نہیں
ہے اور نہ ہی اس کی پہلے ایسا نام سنا ہے پر آپ سب
احمر نے زیب کی بات کاٹی۔ اور کہا۔

میں نے تو تب ہی پوچھا تھا کہا کسی کی کہیں
اور جانے کی مرضی ہے تو قیادے پر تب تو کوئی نہیں
بولا۔ ان باتوں کے دوران ان سب نے محسوس کیا کہ
جیسے کہ وہ ویٹر باز ہار ان سب کی طرف عجیب سی
نظروں سے دیکھ رہا ہو پھر وہ ویٹر مل لے کر آیا تو احمر
نے مل ٹھیل پر رکھا اور جانے کے لیے کھڑا ہوا تو وہ
ویٹر ان بھی وہیں کھڑا رہا۔ سب کو انہیں سے محسوس
ہوئی۔

بھائی کیا بات ہے ٹپ اور چاہیے۔ یہ کہہ کر وہ
اسے اور ٹپ دینے لگا کہ وہ کچھ خوفزدہ ہو کر یہاں
وہاں دیکھنے لگا جیسے کسی دوسرے کی موجودگی نہ
چاہتا ہو پھر آہستہ سرگوشی نما آواز میں بولا صاحب
کوٹ جتنا مت جانا آپ تو پڑھے لکھے لگتے ہو آپ
کو اس ہستی کے نام سے کچھ اندازہ نہیں ہو کوٹ

اس کا حسن نے گاڑی نکالی یہ سب اس میں سوار ہو گئے
اور یہ گاڑی کوٹ جہاں کی طرف روانہ ہوئی۔ جہاں
سے موت ان کو صدمائیں دے رہی تھی۔

گاڑی میں سات نفوس کے ہوتے ہوئے بھی
خاصوشی کا راج تھا جس کو کھابہ کی آواز نے توڑا وہ یوں
آپ سب کو کیا لگتا ہے کیا وہ سچ کہہ رہا تھا۔
تم سے بڑا جن تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا حسن نے
برا سامنا کیا کر کہا تمہارا سر پھاڑ دو کی میرے منہ نہ
لگا کرو۔

ابھی بھی وقت ہے واپس چلتے ہیں زیب کی
کمزوری آواز آتی مری ٹھیک رہے گا۔

پھر مری نکلتی ہا تو دیکھا ہوا ہے۔ حسن نے پھر
زیب کو ڈانٹا۔ نفوس نے درمیان میں لقمہ دیا۔
ہاں زیب نے مری دیکھا وہاں ہے پر کچھ کچھ بھول
رہا ہے نفوس شہرت بھری نظروں سے زیب کو دیکھتے
ہوئے بولا۔ کیوں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔ انہیں
باتوں کے درمیان مزید کافی سرکٹ گیا کوٹ جہاں
سے ہندو منٹ کا فاصلہ وہ گیا کہ حسن کی نگاہ راستے
میں کھڑے ہا باجی کی طرف پڑی جو کہ ان کو رکنے کا
اشارہ کر رہے تھے نفوس حسن کو تنگ کرنے کو بولا۔
یا گاڑی نہ روکنا۔

پاکیوں۔ زیب نے پوچھا۔

کیا پتہ یہ جن بابا نہ ہوں۔

بس بھی کرو یا حسن انکے پاس گاری روکنے لگا

کہا تو میں نے کہا۔

حسن چلتے رو کر کتا نہیں۔

پاکیوں۔

اگر انہوں نے لفٹ مانگ لی تو تو کیا مچھت پر

بٹھاؤ گے۔

میں چپ حسن نے اسے چپ رہنے کا اشارہ

کیا۔ اور گاڑی سناٹا علاقہ ہونے کی وجہ سے جو تیز

جہاں یعنی کہ جنوں کی ہستی سب لڑکیاں زیب سمیت
خوف بھری نگاہوں سے اس ویٹر کو دیکھنے لگیں کہ وہ
پھر سے بولا۔

ہاں صاحب وہاں تو موت رقص کرتی ہے
زہر کی کا آٹھل اوڑھ کر وہاں جو ایک بار جاتا ہے
دوبارہ کبھی نہیں آتا سب کے چہروں سے ڈر صاف
دیکھنے کو ملا کہ حسن اسے ڈانٹتے ہوئے بولا

پہلے تو کہہ رہے تھے کہ پتہ نہیں اب پھر لہا نیو
ڈیٹا بتا رہے ہو دوستوں کو اس کر رہا ہے۔ چلو اٹھو
سب اٹھتے ہوئے دروازے کی جانب پڑھنے لگے
زیب نے وہ سوال کیا جو کب سے اس کے دماغ میں
کوٹا رہا تھا۔

آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جو ایک بار وہاں
جاتا ہے تو پھر واپس نہیں آتا۔

ویٹر نے کہا۔ صاحب جس طرح آپ جاتے
ہوئے یہاں رستورین میں آئے ہو واپس پر بھی کوئی
نہیں آیا کوئی بچے گا تو آئیگا ناں کوئی زہرہ ای نہیں پتا
حسن نے کہا۔

یہ کیا بات ہوئی ضروری تو نہیں کہ جو جاتے
ہوئے یہاں رکے وہ سو فیصد واپس پر بھی یہاں ہوتا
جائے ویٹر نے بے بسی سے سب کی طرف دیکھا
اور کہا۔ صاحب میرا گھر کوٹ جہاں کے رہتے ہیں
آتا ہے اس لیے میں نے وہاں کے بارے میں بہت
سنا ہے وہاں موت کا سناٹا ہے کوئی انسان وہاں نہیں
رہتا۔

بس بہت ہو گیا اب ایک لفظ بھی لہو کہہ تو
تمہاری شکایت کروں گا حسن نے اب کی بار ڈرا
بد تمیزی سے کہا تو ویٹر مایوس ہو کر وہاں سے چلا گیا۔
تم چلتے کیوں نہیں ہو دروازے کے سامنے
کھڑے ہو گئے ہو۔

حسن کے کہنے پر یہ سب دروازے سے نکل کر
پارکنگ کی طرف آگئے حسن نے کہا گاڑی میں چلاؤ

جائیں گے۔ نذیب کے کہنے پر نذیب نے اس کی باں میں ہنس مائی۔

نذیب ٹھیک کہہ رہی ہے تم سب پاگل ہو چکے ہو دس منٹ کے فاصلہ پر ہماری منزل ہے اور ہم نہیں جائیں گے حسن نے نذیب کی نعل اتار دی۔ بابا جی کوئی اور مسئلہ ہے تو بتاؤ نہیں تو اپنی راہ لو اب کہ حسن نے گستاخی سے بات کی۔

میں جانتا تھا کہ ہر نولے میں جو یہاں گھومنے آتے ہیں تم جیسا کوئی ہوتا ہے جو ہاتھوں کو بھی لے ڈھکتا ہے وہاں ہر جگہ موت کھڑی ہے وہاں مت جانا میرا کام تم لوگوں کو سمجھانا تھا میں نے کہہ دیا پر تم نہیں مانو گے یہ بھی میں جانتا ہوں۔

سب ایسے بابا جی کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے کہ انہیں سناٹ سوگھ گیا ہو کوئی ایک لفظ بھی تردید کا بولے بغیر لگی تھی باتیں سن رہا تھا کہ بابا جی نے کہا یہ پونلی اپنے پاس رکھ لو کام آئے گی بابا نے ایک چھوٹی سی پونلی اور ایک نعوذ ان کی طرف بڑھایا کوئی اپنی جگہ سے ہٹا بھی نہیں کہ نذیب بولی بابا جی اسے مجھے دے دیں میں اسے سنبھال لوں گی بابا جی نے وہ دونوں چیزیں نذیب کو دیں اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے دعا دی اور واپس چل پڑے نذیب نے وہ چیزیں اپنے شولڈر بگ میں رکھ لیں اور حسن نے تڑپا کے بڑھادی کہ مازیہ نے کہا۔

پہلے وہ ویرا اور اب یہ بابا جی اب نہ جانے کیا سچ ہے تمہیں واپس چلنا چاہیے وہ بولتے ہوئے پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے لگی کہ بابا جی کو دیکھ سکے پر۔۔۔ اور تے بابا جی کہاں آئے ابھی تو میں تھے اتنی جلدی کیسے جاسکتے کہاں گئے ہوں گے اتنے بڑگ بابا تو تھے لگتا ہے غائب ہو گئے ہیں پانچ منٹ تو ہوئے ہیں مازیہ کہ کہنے پر باقی سب نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا پروہ ہوتے تو دکھائی دیتے احمر نے کہا۔

میرا تو یہ فیصلہ ہے کہ واپس چلنا چاہیے اور آپ

پل رہی تھی اس لیے بابا جی تھوڑا پیچھے رہ گئے حسن نے تھوڑا آگے جا کر گاڑی کی بریک لگائی تو گاڑی رکنے سے پہلے اتوس چہرے پر بھر پور افسوس طاری کر کے بولا۔ یار میں تو مذاق کر رہا تھا تو نے تو واقعی گاڑی نہیں روکی۔ بے جا رہے بڑگ ہیں

تم سے کوئی پورا نہیں آسکتا حسن نے اتوس کے ڈرامے سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ گاڑی روکنے پر بابا جی جو ان کے پاس آگئے تھے کو سلام کیا بابا جی نے سلام کا جواب دیا اور پھر کچھ دیر سب کی طرف دیکھا جیسے بات شروع کرنے کا مناسب طریقہ سوچ رہے ہوں۔ نذیب جو کافی دیر سے آنکھیں موندتے قرآنی آیات کا ورد کر رہی تھی بابا جی کو دیکھ کر مازیہ سے کہنے لگی۔۔۔

یہ بابا جی کتنے نورانی چہرے والے ہیں۔ مازیہ نے بھی بابا جی کی طرف دیکھا اور میا نہ تہ سفید لباس اور سفید نئی لمبی سی داڑھی ہاتھوں میں تسبیح لیے وہ کچھ کہنے ہی والے تھے کہ اتوس بولی پڑا۔ بابا جی کوئی مسئلہ ہے تو بتاؤ۔ میرے دوست فوراً حل کر دیں گے۔

خود صرف زبان چلائی استعمال کرنا آتی ہے۔۔۔

صحا بہ نے مازیہ کے کان میں آہستہ سے کہا۔

بنا کوٹ جتان مت جانا۔

کیوں بابا جی۔ کیوں نہ جائیں نذیب نے جلدی سے کہا۔ تو بابا بولے۔

جینا وہیں ہر جگہ شیطانی کا راج ہے حسن بولا۔ بابا جی شیطان کہاں نہیں ہوتا۔ ہر کوئی وہاں سے روک رہا ہے۔

حسن بیٹا سب آپ کی بھلائی کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں سب جو پہلے ہی سوچ رہے تھے کہ انہیں کیسے پتہ کہ ہم کہاں جا رہے ہیں پھر بھی انہوں نے ٹھیک بتایا اور اب حسن کا نام۔

بابا جی اگر آپ منع کرتے ہیں تو ہم وہاں نہیں

سب کیا کہتے ہو کس کے اپنا خیال بنانے سے پہلے
حسن بول پڑا۔

تم ایک اسی سالہ بابے کی بات مان رہے ہو
چار گھنٹے کا سفر کر کے آئے ہیں اور اب پانچ منٹ کے
فاصلہ پر اپنی منزل سے تو واپس چلیں تم یونی میں اسے
سمجھو اور مشہور کیسے ہو گئے تو اس جو کافی دیر سے سب
کی باتیں سن رہا تھا کہنے لگا اویسے مجھے تو حیرانگی ہو رہی
ہے کہ آپ سب پڑھ لکھے ہو کر ایسی باتوں کو مانتے
ہو اس دور میں کون ایسی باتوں کو مانتا ہے انسان چاند
پر جا پہنچا اور اب تو وہاں اپنا گھر بھی بنانے کا سوچ
رہا ہے اس دور تم لوگ خلا میں کچھ ایسے نئے سیارے
دریافت ہوئے ہیں جن پر ہوا اور پانی کی موجودگی کا
پتہ چلا ہے اور سائنس دانوں کے نزدیک بہت جلد
انسان یہاں کچھ دنوں کے لیے رہنے جائے گا ایسی
باتوں کو سچ مانتے ہو ویسے میں ان چیزوں کو نہیں
مانتا ہوں یہ جن بھوت چڑیلوں اور بدوہوں سے سب
ہمارے ذہن کے بنائے ہوئے ایکچوز ہیں اس سے
زیادہ کچھ نہیں۔

پھر بھی مجھے تو ڈر لگ رہا ہے میری مانو راجس
چلتے ہیں نہ سب نے اپنی سوچ سب کو بتائی۔ حسن کو تاؤ
آگیا وہ غصہ سے بولا۔

آپ سب کو کیا ہو گیا ہے ایک بات کہ پیچھے پڑ
گئے ہو وہاں جاؤ گے تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آئے
اپنی خوبصورتی سے وہاں۔

ارے وہ دیکھو سائے حسن جو اپنی بات بھی مکمل
نہ کر پایا تھا سے اتوں نے کہا ارے ہاں شکر ہے کچھ
آبادی تو نظر آئی تھوڑی اور نزدیک جانے پر بڑا سا بورڈ
لگا تھا جس پر کوٹ جتناں لکھا تھا ان کی گاڑی کوٹ
جتناں کے حدود میں داخل ہو گئی۔

واہ کتنا خوبصورت ہے کوٹ جتناں۔ کی حدود
میں داخل ہوتے ہی بے اختیار سب کے ہونٹوں نے
اس کی خوبصورتی کو سراہا درمیان میں لمبی سی ہلکی مل

کھاتی ہوئی سڑک جس کے دلوں اطراف درمیانے
سائز کے خوبصورت انداز میں لگے درختوں کی دور
تک لمبی لائن تھی تھوڑا اور آگے جانے پر درمیان میں
بڑا سا رانویٹر نصب تھا جس میں سے صاف ستھرا پانی
نوارے کے نیچے بنے حوض میں جمع ہو رہا تھا ذرا سا
آگے بڑھنے پر تھوڑی سی اونچائی والا پل بنا تھا جس
کے نیچے سرسبز ٹھیت تھا جو کہ شاید چائے کا تھا کیونکہ
اس کھیت میں بہت سے لوگ چٹان چن رہے تھے
اور اپنے پیچھے انکانی ہوئے ٹوکری میں ڈال رہے تھے
اور اسی کھیت کی دوسری جانب کھائے ہوئے کھیت نما سر
سبز میدان میں کافی گائے اور دہنے چر رہے تھے مزید
آگے چلنے پر کچھ لوگو ایک جگہ سے خریداری کرتے ہو
نظر آئے شاید یہ یہاں کا بازار تھا اور کچھ لوگ کام
کرتے نظر آئے گاڑی حسن کافی آہستہ چلا رہا تھا پھر
باقی سب سے کہنے لگا۔

دیکھا دیکھا اور بابا بانی کہہ رہے تھے کہ یہاں کوئی
ذاتی سامان موجود نہیں ہے پر یہاں تو پوری ہستی آباد
ہے۔

یہ سب اپنا کام چھوڑ کر ہماری طرف کیوں کیوں
دیکھ رہے ہیں ماڈی نے حیرت سے کہا۔

ان لپے کہ انہیں دور سے ہی گاڑی میں
خوبصورت ٹھہرہ جوان کی موجودگی کا احساس ہو گیا
ہے اور جوان ٹھہرا میرے سوا اور کون ہو سکتا ہے حسن
نے گاڑی روکی اور پاس سے گزرتے ہوئے ایک
آدمی کو سلام کیا۔

اس آدمی نے اپنا کالا چشمہ درست کرتے
ہوئے سلام کا جواب دینے سے پہلے ہی بولا ہا بوسیدہ
جاؤ اور پھر بائیں طرف مڑ جاؤ وہاں سامنے وہ بہت
بڑی نیلی حویلی ہے وہاں تم سب کو رہنے کی جگہ مل
جائے گی وہ اصل میں ٹیسٹ ہاؤس ہے جسے ہم نیلی
حویلی کے نام سے پکارتے ہیں ذیاب نے اس کو براہ کرم
سے کہا۔

ایشیٹیں غیلے رنگ کی تھیں اور اس داخلی دروازے کی سڑک کے دونوں اطراف طرح طرح کے مختلف انداز میں ڈیزائن کئے مگر غیلے رنگ کے پھول تھے اور حویلی کے دائیں طرف بنے ہوئے سے گارڈن کے درمیان میں گول حوض تھا جس میں بڑی سی پھل اٹلی دم کے سہارے کھڑی تھی جس کے منہ سے پانی بہہ رہا تھا حوض کی ایشیٹیں بھی غیلے رنگ کی تھیں جب پانی پھل کے منہ سے بہہ کر حوض میں گرتا تو پانی کا رنگ بھی نیلا لگتا تھا۔ پانی کا اپنا کوئی رنگ نہیں ہوتا جبکہ پوری حویلی پر بھی نیلا رنگ ہی پھیرا گیا تھا ان کی گاڑی بھی نیلی حویلی کے پورچ میں جا کر رک گئی تو حویلی کے اندر داخل ہونے والے شیشے کے بڑے دروازے کے اطراف میں کھڑے دو گارڈز جو کہ دیکھتے ہیں بالکل پہلے دو گارڈز کی طرح کالے ورلبے تھے نے ان کو سلوٹ کیا یہ سب گاڑی سے باہر آ گئے سب اپنا اپنا سامان اٹھانے لگے کہ دونوں گارڈز ان کے پاس آ کر رکے اور ادب سے ان میں سے ایک بولا آپ اپنا سامان اٹھائیں مجھے دے دیں جبکہ دوسرے نے حسن سے گاڑی کی چابی لی اور اسے پارکنگ جو نبھانے کہاں تھی کیونکہ اس پاس نظر نہ آ رہی تھی میں چھوڑ آیا۔ اور پاس آ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ مازیہ اور شہاب نے اپنا سامان اسے پکڑا دیا اور وہ نو جوان بولا۔

صاحب یہ یہاں کے اصول کے خلاف ہے کوئی بھی ہمیں اپنا سامان دے بغیر اندر جائے اصرار نے اس سے کہا۔

تم یہ سامان سامان ایک ہی وقت میں کیسے اٹھا لو گے۔

صاحب یہ ہمارا کام ہے ہم عادی ہیں گارڈ کے زور دینے پر سب نے اپنا سامان اس گارڈ کو دے دیا جسے اس نے آرام سے اٹھا لیا کہ اس کی نگاہ زیب کے اٹیچی نہا شولڈر بیگ پر پڑی تو بولا یہ بھی مجھے دے

آپ کو کس طرح معلوم ہے کہ ہم آپ سے گیسٹ ہاؤس کے بارے میں پوچھنے والے تھے۔ وہ قادی عجیب سے انداز میں ہنسا اور بولا۔

ہاؤس بستی میں زیادہ تر آبادی نہیں ہے یہاں کا ہر رہنے والا دوسرے کو جانتا ہے اور آپ لگتا ہے نئے آئے ہو تو رہنے کو جگہ تو چاہیے ناں زیب مان جانے والے انداز میں سر ہلانے لگا حسن نے راہ گیر کا شکریہ ادا کیا اور گاڑی آگے بڑھا دی کہ مازیہ بولی۔

کیا آپ سب نے نوٹ کیا ہے کہ یہاں ہر کسی نے کالا چشمہ پہن رکھا ہے۔

ہاں بات تو مجھے بھی عجیب لگی ہے کوئی ایک بھی بغیر سن گلاسز کے نہیں ہے۔ اقدس نے جواب دیا۔ اور ساتھ ہی حسن کی توجہ پائیں ہاتھ کو بنی نیلی حویلی کی جانب مبذول کروائی سب نے اس کی بنائی ہو جگہ کی سمت دیکھا۔

واقعتی بڑی ہے بہت خوبصورت ہے پاس نو چلو جلدی کرو تھک گئے ہیں۔ سب اپنا اپنا بولنے لگے حسن نے نیلی حویلی کے بڑے سہارے گیٹ کے سامنے جا کر گاڑی روکی اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی گیٹ کے گارڈز جو کہ وہ تھے اور ان میں بائیں کھڑے تھے گیٹ کے دونوں ہی کالے سیاہ اور ساتھ فٹ کے نو ضرور ہوں گے ان میں سے ایک نے اپنے سفید چمکتے ہوئے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے حسن سے کہا

آپ کو گیٹ پر رکنے کی ضرورت نہیں آپ کا اندر انتظار ہو رہا ہے آپ اندر چلے جائیں یہ کہہ کر اس نے بغیر کچھ مزید سننے بڑا سا گیٹ کھول دیا۔

ہمارا انتظار ہو رہا ہے سب نے ایک دوسرے کو تبسمہ آنے والے انداز میں دیکھا حسن نے گاڑی اندر کی جانب بڑھا دی اندر داخل ہوتے ہی سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اپنے نام کی طرح خوبصورت اور منفرد حویلی ان کے سامنے تھی جس کی مین گیٹ سے لے کر ہر چھٹک لہی سڑک تھی جس کی

وہیں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہاں کا یہ اصول ہے کہ کوئی بھی سامان ہمارا مہمان خود اٹھا کر اندر نہیں لے سکتا۔ نہیں تو ہمیں ڈانٹ پڑتی ہے۔ نہ سب بچکانی نہیں وہ اس میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی شہا بہ نے یکدم وہ پرس نہ سب سے لے کر اس گارڈ کے اٹھائے ہوئے سامان پر رکھ دیا وہ پرس اس گارڈ کے بازو کو لگنے کی وجہ سے وہ گارڈ سامان سمٹ ہوا میں جھٹکا کھا کر زمین پر گر ا اور میں آپ کے بائیں کی طرح تڑپنے لگا سامان جو ہوا میں اڑا تھا اچھالا تھا واپس آ کر زمین پر گرنے لگا تو اس جگہ نہ سب اور شہا بہ بت بنی کھڑی تھیں احمر نے بھاگ کر ان دونوں کو چپچپ کیا اگلے لمحے ہی سامان ان کے مقام پر ان کی کھڑکی ہوئی جگہ پر آگرا۔ سب مزید خوفزدہ ہو گئے سب ایک دوسرے کو خوف سے دیکھنے لگے کہ ایسے کیا ہوا ہے گارڈ کو کچھ دیر بعد نہ سب نے بھاگ کر اپنا گرا ہوا بیگ اٹھایا اور احمر کے پیچھے جا کھڑی ہوئی کہ اتنے میں دوسرا گارڈ بھاگتا ہوا آیا اور شہا بہ کی جانب عجیب سی نگاہوں سے دیکھتا ہوا ہوا۔

آپ لوگ جاؤ اسے ایسے ہی سرگ کے دورے پڑتے ہیں ابھی ٹھیک ہو جائیگا۔ سب کا سانس بحال ہوا پر ڈرا بھی کم نہ ہوا تھا بلکہ سامنے سے ایک بہت ہی پیاری لڑکی آتی ہوئی دکھائی دی اس کے ساتھ ایک پورٹر بھی تھا ان کے پاس بیچ کر اس نے انہیں خوش آمدید کہا۔ اور اپنے ساتھ آئے پورٹر سامان اٹھانے والا کو اشارہ کیا اس نے بھی پہلے والے گارڈ کی طرح سامان اٹھالیا اور تھوڑا دور جا کر اندر رکھ دیا وہ لڑکی بولی۔

میرا نام ماہ ہے۔ نور میں یہاں کی ریسپنڈنٹ ہوں آئیے پلیز اندر آئیے یہ سب ماہ کے ہمراہ حویلی میں داخل ہونے کے لیے چل دیئے۔

نئی حویلی کسی سیون سٹار ہوٹل سے کم نہ تھی۔

باہر سے حویلی گرا اندر سے دیکھنے میں ہوئی ہی معلوم ہوتا تھا۔ سامنے چشتی بڑی دیوار تھی اس پر اتنی ہی بڑی پینٹنگ آویزاں تھی اس پینٹنگ میں انسانی و حور انسانی گوشت ماس لگے بازو اور ہاتھ بنے تھے مگر نیچے ٹانگیں اور پاؤں کسی ڈھانچے کے تھے اور اس انسان نما ڈھانچے نے اپنا ہی سر اپنے ہاتھ پر اٹھا رکھا تھا اور اس کے سر میں سے خون کے قطرے بہہ رہے تھے جو کہ دیکھنے میں بالکل اصلی اور تازہ خون معلوم ہوتا تھا اور اس پینٹنگ کے نیچے درمیان میں ماہ کا ریسپنڈنٹ ٹھیل تھا اور دائیں بائیں غنی بالکل ایک جیسی رنگ ساخت البانی و چوڑائی والی رہداریاں بنی ہوئی تھیں اس رہداری میں سے گزر کر شاید کمرے آتے تھے ان رہداریوں سے ڈراہٹ کر دائیں بائیں دو چھوٹے کمرے تھے جو کہ شاید ایک کھانے والا کمرہ تھا اور دوسرا انتظار گاہ تھا انتظار گاہ والے کمرے میں نیلے اور لال رنگ کی روشنی تھی جبکہ کھانے والے کمرے میں سے نیلے اور نیلے رنگ کی روشنی باہر آ رہی تھی ان کمروں کے دروازے کے ساتھ بڑے بڑے گھٹلوں میں کرسمیس لڑکی کی طرح کے ڈیزائنوں والے درخت لگائے تھے ماہ انہیں لیے اندر اپنے ریسپنڈنٹ ٹھیل پر آگئی یہ سب اس پاس کا نظارہ گھر ہے تھے کہ ماہ بولی۔

آپ کتنے کمرے لینا پسند کریں گے۔

ہم سات دوست ہیں کوٹ جہاں تفریح کے لیے آئے ہیں سنا ہے کہ یہ بہت خوبصورت جگہ ہے اور ہم یہاں سات دن رہیں گے اگر احمر سانس لینے کو رکا پھر دوبارہ سلسلہ کام چھاں سے چھوڑا تھا وہیں سے جوڑتے ہوئے بولا۔ اگر دوبارہ عزائم سامنے یا ایک ساتھ ہو تو وہ چاہیے۔ ماہ نے ان سے پوچھ کر ان سب کا نام لکھا احمر نے اپنا کریڈٹ کارڈ دیا تو ماہ عجیب سے انداز میں مسکرا کر بولی۔

اب آپ نے یہیں پر تو رہنا ہے اسے اپنے

پاس ہی رکھیں جاتے ہوئے دے جانا افریہ لیں
چاہاں سیدھا جا کر بائیں طرف مڑ جائیں سامنے
آپ کے کمرے ۳۳۰ اور ۳۳۱ ہوں گے اور آپ کا
سامان آپ کے کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔ اس کی
طرف سے آپ بے فکر رہیں احمر نے شکر یہ ادا کیا
اور چایاں لے لیں اور آگے بڑھ گئے۔ یہ ٹولہ دائیں
راہداری میں داخل ہو گیا کہ اقوس جو بھانے کب سے
خاموش تھا اور حویلی نما ہول کا جائزہ لے رہا تھا سب کو
مطالب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

مجھے تو یہ حویلی کے بجائے بھوت گھر لگ رہی ہے۔

ایسے یار یہ کمرے کیوں نہیں مل رہے ہیں۔
اقوس نے سب سے مشترکہ سوال کیا۔
کیونکہ یہ راہداری بھی یا شیطان کی آنت ختم ہی
نہیں ہو رہی ہے مگر کمرے مٹے کا نام نہیں لے رہے
ہیں۔ حسن نے کہا۔

ہر راہداری میں بنے کمروں کے دروازوں
اور ان پر لگی نمبر پلیٹ کا رنگ ایک ہی جیسا تھا
دیواریں اور دروازے نیلے رنگ جبکہ ان پر لگی نمبر
پلیٹ کا لے رنگ کی نہیں یا یہ تو بہت مشکل ہو جائے
گی نمبر پلیٹ پر محو وہ بھی غور سے کیونکہ کالے رنگ کی
پلیٹ پر کالے ہی رنگ کے نمبر ذرا دیکھو اے ہوئے ہیں
حسن کے کہنے پر سب نے ہاں میں سر ہلایا کہ ذریعہ
کہنے لگا۔

مجھے تو لگ رہا ہے ہم جہاں سے شروع ہوئے
تھے بار بار وہیں واپس آ جاتے ہیں ٹھہرا۔ اور نذیب
دونوں آخر میں آ رہی تھیں ٹھہرا۔ نذیب سے بولی۔
دیکھ تھاتم نے ماہ کو کیسے احمر سے منک منک کر باتیں
لگا رہی تھی اور گھور بھی رہی تھی شوخی۔

کیا ہو گیا ہے نہیں کس طرح بات کر رہی ہو
اگر وہ گھور رہی تھی تو گھورنی رہے نذیب نے آنکھوں
میں آنی نمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے استغاثہ تم تو ہوتی

باگھ اپنوں پر نظر رکھنی چاہیے پلیز اس ٹاپک کو چھوڑ دو
پلیز ٹھہرا۔ برا سامنہ بنا کر ہلنے کے پاس جو کہ ذریعہ
کے ساتھ آگے چل رہی تھی جاتی نذیب کو محسوس ہوا تھا
کہ ماہ کس طرح احمر کو دیکھ رہی ہے پر وہ کیا کر سکتی تھی
وہ احمر سے لڑتی بھی تو کس حق سے اسے اپنے گروپ
میں بد زبان مشہور اپنی اس قفلیں دوست ٹھہرا۔ پر بہت
پیارا آیا جو کہ نذیب کے لیے ماہ کو شوخی کہہ رہی تھی نذیب
اپنے ذہن کو ان سوچوں سے دور رکھنے کے لیے
نمبر پلٹیں پر نظر دوڑانے لگی۔ مگر وہ جانتی تھی کہ وہ یہ کام
غائب دماغی سے کر رہی ہے کہ اسے اپنے پیچھے سے
کسی کے اسے پکارنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے
پیچھے دیکھا پر کوئی نہ تھا اس نے اپنے آگے دیکھا سب
اپنی ہی باتوں میں مگن تھے اس نے ٹھوڑا سا آگے ہو کر
ماذیہ سے پوچھا۔

کیا تم نے مجھے بلایا ہے۔
نہیں تو۔ اور احمر سے بولی مجھے تو لگ رہا ہے کہ
ہم بار بار پاگلوں کی طرح ایک ہی کمرے کے آگے
سے گزر رہے ہیں احمر نے بھی پرسوج انداز میں اس
کی طرف دیکھا جیسے کہ اس کی بھی سمجھ میں کچھ نہ
آ رہا ہو تاذیہ سے بولا۔

میں جا کر ماہ سے پوچھتا ہوں کہ نہیں تو ابھی
تک کمرے نہیں ملے اگر کسی پورہ کو ہمارے ساتھ بھیج
دیں تو ہمیں معلوم ہو جائے۔

نہیں احمر۔ وہ ہم پر فتنے گی کہ شاید پہلی بار کسی
ہوٹل میں رہنے کے لیے آئے ہیں جو کہ ان کو کمرہ دینا
نہیں مل رہا ہے تاذیہ نے جس کر کہا احمر نے تھوڑی چٹکا
کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

سوچتی ہے تو سوچتی رہے ایک دو کی بات نہیں
ہم ساتوں کو ملنی کمرے نہیں مل رہے ہیں تو کوئی تو ہے
اب کی بار نذیب کو ایسا لگا کہ کوئی اس سے پیچھے چلا
آ رہا ہے اس نے ٹھہرا کر اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا پر کوئی
نہ تھا کہ یکدم کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ سے دباؤ

ڈالا اور دل میں خوف ہونے کا وجہ سے بے اختیار اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

جائزہ لینے لاکر ماہ کا شکر یہ ادا کرنے سب سمیت اندر داخل ہو گیا۔

کون چننا ہے کیا ہوا ہے سب جو آگے چل کر جلد سے جلد کمرے ڈھونڈ لیتا چاہتے تھے پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے یہ نرس کی آواز ہے کیا ہوا نرس کو احمد جو کہ ماذیہ کے ساتھ سب سے آگے تھا ہوا تھا اور کمرے نہ ملنے پر کچھ پریشان تھا نرس کی چیخ کی آواز سن کر سب سے پیچھے آتی ہوئی نرس کی طرف بھاگا۔ نرس نے ڈر کر پیچھے دیکھا تو ماہ کھڑی تھی شرمندہ سی ہنسی ہنس کر ہوئی۔

کیا ہوا میں تو آپ کی ہیلپ کے خیال سے آئی تھی کہ دیکھوں آپ کو کمرے ڈھونڈنے میں دشواری تو نہیں ہوئی میں نے یہ پوچھنے کے لیے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا کہ یہ چیخ پڑی ماہ جو سب کے پہلے نرس اور پھر اس کی طرف متوجہ ہونے پر کھبرا کر صفائیاں دینے لگی احمد اب بھی نرس کے چہرے پر غم ڈر کر دیکھ رہا تھا اس لیے جلد سے جلد روڑھاٹاٹا کر لینا چاہتا تھا۔ بات کو سمجھتے ہوئے بولا۔

میں آپ ہی کی طرف آنے والا تھا ہے تو عجیب پر ہمیں ایسا لگتا ہے کہ ہم جہاں سے چلتے ہیں وہیں پر دوبارہ آتی ہے ہیں نہیں کہہ سکتے ہیں مل رہے۔

نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے یہ دیکھیں دو کمرے چھوڑ کر یہ رہا۔ ۳۲۰ اور آگے جائیں گے تو کمرے دکھائی دیں گے پر یہ نہیں مانے۔ ویسے آپ نے بہت بڑا معرکہ انجام دیا ہے پھر رک کر سانس درست کی پھر مسکرا کر بولا۔

بھئی جی اللہ تعالیٰ آپ کی تحفہ میں اضافہ کرے آپ کا بہت شکر ہے یہ کہہ کر وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اور کمرے میں داخل ہوتے ہی سامنے لگی پڑی سی کھڑکی کے سامنے پڑے پڑے سے جہازی سائز بیڈ پر بیٹھ کر چاروں طرف کمرے کا

ان سب کا سامان کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی زمین پر صوفے کے ساتھ پڑا تھا سب رکنے کے سے انداز میں جہاں جگہ ملی بیڈ یا صوفے پر بیٹھ گئے احمد اپنے جوتے اتار کر اندر بیڈ روم میں جہاں باقی سب تھے آگیا لاؤنچ میں سے کمرے میں آؤ تو سامنے بڑی سی کھڑکی جو کہ آدھی دیوار کا حصہ تھی جس سے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا اور کھڑکی کے سامنے جڑا ڈبل بیڈ پڑا تھا جس کے اطراف میں سائڈ ٹیبل پڑے تھے جن پر لمپ اور ایک طرف ٹیلی فون پڑا تھا اور سامنے دیوار میں بڑا سا ایل سی ڈی ٹی وی نصب تھا بیڈ سے ڈراما حاصل پر دیوار کے ساتھ جڑا صوفہ کم بیڈ تھا جس پر دو انسانوں کے بیٹھنے کی جگہ بنی تھی دیواروں کا رنگ نیلا تھا اس پر لٹکتے ہوئے پردے بھی نیلے تھے جو کہ گرمی کے موسم میں ٹھنڈ کا خوشگوار احساس دلا رہے تھے کمرے سا تھا بیچ باتھ تھ جس کے ساتھ دوسرا کمرہ بنا ہوا تھا۔ جو کہ شاید ڈائنگ روم تھا جس کے درمیان میں بھی کھڑکی نصب تھی کھڑکی کے سامنے دو میاں سائز کا ڈرائنگ ٹیبل پڑا تھا جس کے اطراف میں چھ کرسیاں پڑی تھیں اور تھوڑا ہی دور زمین پر بیٹھنے کے لیے چھ ٹیبل پڑے تھے۔

چھوٹا ہے مگر اچھا ہے احمد جو کمرہ چیک کر رہا تھا حسن کے پیچھے سے آکر کہنے پر مسکرا دیا۔ اور حسن کے ساتھ میں روم میں آگیا جہاں اقویٰ اور نرس بیڈ پر جبکہ نرس اور شہابہ صوفے پر جبکہ ماذیہ کے لیے جگہ نہیں بچی تھی تو وہ ان کے پاس ہی کھڑکی ہوئی نرس جو اپنی بیچ کو اپنی بزدلی شمار کرتے ہوئے شرمندہ ہو رہی تھی ماذیہ سے ہوئی۔

چلو ہم اپنے کمرے میں چلتے ہیں۔
نرس نے کہا ہاں چلو ان کا بھی کمرہ دیکھ لیتے

ہیں اور ان کے کمرے میں جو چیز انہیں تھی وہ اپنے کمرے میں لے چلیں گے اب یہ سب لڑکیوں کا کمرہ دیکھتے ان کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔

ارے ان کا کمرہ تو بالکل ہماری طرح کا ہے کوئی فرق نہیں تو پھر چلو چل کر تھوڑا سا آرام کر لیتے ہیں عید کے کہنے پر اتوس نے کہا۔
نہیں پہلے کھانا منگواؤ مجھے تو بہت بھوک لگی ہے تمہیں تو پورا سال بھوک نہیں لگنی چاہیے جتنا کہ تم نے گاڑی اور ہونٹ میں ٹھونسا تھا۔ ٹھہار کے طر پر اتوس نے خراش دلی سے کہا۔

جب کھانے کی بات ہو رہی ہو تو مجھے بالکل غصہ نہیں آتا ویسے بھی پہلے کھانا کھاؤ اور پھر خوب تھکاؤٹا مارو۔ تجھ میں تو کل صبح ہی اٹھوں گا۔

کیوں نماز نہیں پڑھنی ہاں یہ کہنے پر اتوس نے اسے آنکھیں نکالیں کہ بات پھیر دی پھر آنکھ کے اشارے سے نسیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میری بہن نسیب سے ماں وہ میرے حصہ کی نماز پڑھ کر اس کا ثواب مجھے بخش دے گی۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ٹھہار نے حیرت سے اتوس کی طرف دیکھا بے وقوف انسان تھا۔ مسکرا دی۔

بے وقوف کسے بولا۔ آخر کھانے کا آرڈر دے دو ورنہ مجھے طے آ رہا ہے تلوارین میان سے نکل پڑیں گی تو سب کچھ مشکل ہو جائے گا خون کے دریا بہہ جا میں گے۔

ہی کر چوٹی کا بہت خون دیکھ کر تو تمہاری حالت غیر ہو جائے اس نے خون کے دریا بہانے میں اتوس کی طرف دیکھتے ہوئے ٹھہار نے کہا۔

امران کو لڑتا چھوڑ کر فون کی طرف بڑھ گیا۔ فون کر کے واپس آیا تو اتوس اب تک اپنے بہادر ہونے پر جھٹک دلائل دے رہا تھا ہاں یہ اتوس کی فضول

نہیں سن کر بولی۔

تم تو بالکل پاگل ہو۔

پاگل تم تمہارا پورا خاندان ہنس آئے والا خاندان بھی اتوس نے ملاپ سے اپنا حساب برابر کیا نسیب نے بات کو ختم کرتے ہوئے کہا۔ سب ایسا کیوں نہیں کرتے کہ نماز پڑھ لو تب تک کھانا بھی پیش ہو جائے گا۔ کھانا کھانے کے بعد ایک ہی دفعہ پر سکون ہو کر سو جانا کچھ دیر بعد تو مغرب کی آذان ہو جائے گی آتن کا تو سارا دن سفر میں گزر گیا میری بہن نسیب زندہ باد تم میرے حصہ کی نماز پڑھ لو ایسے نہیں ہو سکتا ثواب سب کا اپنی ذات کے لیے ہوتا ہے نسیب نے دسمان سے اتوس کو سمجھایا۔ تو پھر جو ہم پورا قرآن پڑھ کر اپنے مردوں پیاروں کو بخشواتے ہیں وہ کیا اللہ قبول کرے اور پورا بلکہ زیادہ ثواب دے میری خالہ کی وفات پر دو سال پہلے میری امی نے خالہ کے ثواب کے لیے مجھ سے پورا قرآن پڑھوایا تھا اس کا کیا پھر وہ ثواب تو کچھ نہیں نسیب مسکرائی پھر بولی یہ قرآن ہم زندہ انسانوں کی دنیا اور آخرت کی دنیا کے لیے رہنمائی ہے اس کے پڑھنے پر اس کا سارا ثواب ہمیں اور تھوڑا صدقہ جاریہ کے طور پر ہمارے پیاروں کو ملتا ہے جیسے آپھی اور نیک اولاد والہ دین کے لیے صدقہ جاریہ ہوتی ہے۔ تک تک نسیب کی بات کھلنے دینے سے پہلے ہی دروازے پر زور سے دستک ہوئی حسن جو کہ سب سمیت نسیب کی باتیں سن رہا تھا کہنے لگا۔

ضرور دیر ہو گا۔ اتوس نے اندر بیٹھے ہی دہائی دینے لگا بھی یہ اپنا پرانا دروازہ تو ڈکڑا کر ہم سے نئے دروازے کے پیچھے نہا تھا۔

حسن نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور دائیں بائیں دیکھا باہر کوئی نہ تھا حسن دروازہ بند کر کے اندر آیا اور کوئی نہیں ہے بتانے پر سب نے اس کی طرف ایسے دیکھا جیسے ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ حسن بیٹھے ہی

قاری ہوئی تو دیکھا کہ شعاہ کو اس نے جس پوزیشن میں چھوڑا تھا اور نماز پڑھی تھی اب تک وہ وہی پوزیشن میں بیٹھی فلم دیکھتے ہوئے لی وہی میں آنکھیں گاڑے ہوئے تھی وہ مسکرا دی دعا پڑھا کر جائے نماز کو سمیٹا اور انکے پاس جا کر لیٹ گئی پھر شعاہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول۔

صبح کی انھی ہو سفر بھی کیا ہے نو بجنے والے ہیں تھکی نہیں ہو خیند نہیں آئی کیا سوچاؤ۔ میں تو سونے لگی ہوں مجھے تو سخت خیند آ رہی ہے۔ شعاہ کا جواب نہ پا کر وہ کراٹ بدل کر سو گئی۔

رات کا نچالے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ پیاں کی وجہ سے حلق میں اگنے کاٹوں کی جھپکن سے ہوئی وہ انھی اور وہ دم فریج سے ٹھاہ اس نے گھبرا کر اپنے اطراف میں دیکھا کہ کیا چیز مری ہے پر ہوا تک ساکن تھی وہ اسے اپنا دم سمجھ کر دم فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر بید کے سائینڈ ٹیبل پر پڑے گلاس میں اٹھیل کر پینے لگی یک لخت اسے ایسے لگا جیسے کسی نے اسے آواز دی ہو اس نے ڈر کر چاروں سمت نظر دوڑائی پر کوئی نہ تھا اس کی نظر سامنے لگے وال کلاک پر جا پڑی جو صبح کے تین بج رہی تھی وہ اس آواز کو اپنا الٹوٹا جان کر دوبارہ گھونٹ گھونٹ پانی پینے لگی کہ اسے محسوس ہوا کہ کوئی کھڑکی میں کھڑا اسے دیکھ رہا ہو اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس اور بوتل چھوٹ گئی اور زمین پر گر گئی اس نے اڑتے اڑتے کھڑکی کی طرف دیکھا وہاں ایک عورت کھڑی تھی جو اس کی طرف دیکھ کر اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کر رہی تھی وہ خوف سے تھر تھر کا پینے لگی اور ہاتھ آگے بڑھا کر بیڈر سوئی ہوئی اپنی دوستوں کو جگانا چاہا مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ بغیر کسی کو اٹھائے اور کچھ کہے اس عورت کی طرف چلی آئی۔ وہ عورت بغیر کچھ کہے لمبی سی دیوار کے سہارے لگی بیٹھ گئی پر سے

لگا تھا کہ پھر سے پہلے سے زوردار طریقہ سے دستک ہوئی سب ڈر گئے کہ کون اسنے زور سے بجا سکتا ہے میں نے پہلے دیکھا تھا کہ انداری سری خال تھی حسن نے بتایا اور اٹھ کر دروازہ کھولا سامنے دیٹر کی مسکین سی گھبرائی ہوئی صورت نظر آئی حسن کو تاؤ آ گیا کہ دیٹر جلدی سے صفائی دینے والے انداز میں بولا

مرد دستک کچھ زیادہ ہی زوردار ہوئی تھی جس کے لیے معذرت چاہتا ہوں حسن نے اسے جگہ دی تو وہ اپنی ٹرائی کھینچا ہوا اندر آ گیا وہ کھانا لگا رہا تھا کہ زیب نے اس سے پوچھا کیا پہلے تم آئے تھے۔

کیوں سرویٹر نے اس سے جواب دینے کے بجائے سوال کر ڈالا۔

وہ تھوڑی دیر پہلے تمہاری دستک کی طرح کسی نے دستک دی دروازہ کھولا تو باہر کوئی نہیں تھا۔

نہیں سر میں تو ابھی آیا ہوں شاید کسی نے شرارت کی ہو جس کے لیے میں معذرت چاہتا ہوں دیٹر نے جواب دیا اور کھانا لگایا اور چلا گیا۔ سب نے کھانا کھایا اور لڑکے انہیں اپنا دعیاں رکھنے کو کہتے ہوئے سونے کے لیے اپنے کمرے کی طرف چل دیئے۔ زیب نے ان کے جانے پر دروازہ بند کیا اور قضا نمازیں پڑھنے کے لیے وضو کرنے دیش روم میں چلی گئی مگر یہ سونے کے لیے لیٹ گئی جبکہ شعاہ کی ٹی وی وٹن آن کر کے براگر افسر جنگ کے بعد ایک ہمدرد خوناک فلم لگا کر دیکھنے لگی پھر تھوڑی دیر بعد دیش روم کی طرف منہ کر کے زیب سے بولی جلدی سے آ جاؤ بی بی حراے کی ہمدردی لگی ہے زیب دیش روم سے قہقہے کے بازو نیچے کرتے ہوئی باہر ننگی مگر یہ کو سونے ہوئے اور شعاہ کو ہمدردی میں کم دیکھ کر بیڈ پر پڑا اپنا وہ پتہ اٹھایا اور نماز پڑھنے کے سے انداز میں لیا اور اپنے شو لڈر بیگ میں سے جائے نماز نکال کر نماز پڑھنے لگی سامی قضا نمازیں پڑھنے کے بعد جب وہ

نیچے اترنے لگی یہ بھی چٹا میز م کی گئی کسی لڑکی کی طرح اس کے پیچھے بیٹھی سے نیچے اترنے لگی جب وہ اتر چکی تو دیکھا کہ وہ عورت اسے تھوڑے سے فاصلہ پر چلتی ہوئی نظر آئی تو وہ اس کے پیچھے چلنے لگی کہ تھوڑی دور اسے ایک بہت جڑا میدہن نظر آیا۔ جس کے درمیان میں کالا دائرہ بنا تھا۔

اپنے کمرے میں آنے کے بعد حسن اور زیب تو فوراً سونے کے لیے لیٹ گئے اتوس اور احمر یہاں وہاں کی باتیں کرنے لگے کچھ دیر بعد اتوس بھی سو گیا احمر بھی کچھ دیر کے لیے لیٹا پر نئی جگہ ہونے کی وجہ سے اسے نیند نہ آئی کر دلوں پر کروٹیں بدلنے کے بعد بھی جب نیند نہ آئی تو وہ کھلی کھڑکی میں آکھڑا ہوا کھٹاک کی آواز پر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اتوس سویا تو بیڈ پر تھا پر اب آدھا لوہر پر اور آدھا نیچے کراٹھا لگتا ہے کہ نیچے لڑھک آتا ہے اسے اپنے دوستوں سے دوستی پر اور اپنی قسمت پر رشک آیا جو اسے اتنے اچھے دوست ملے وہ مسکرا دیا۔ اور کھڑکی سے نظر آتے چودھویں کے چاند کو دیکھنے لگا کہ بادلوں کی دودھ ہاتھوں سے جھسلے ہوئے مانی میں جا رہی تھی۔

اتوس اور شہابہ دونوں ایک کھیلے میں رہتے تھے جبکہ مازیہ دو گلیاں چھوڑ کر رہتی تھی جس کی وجہ سے گی تینوں بہترین دوست شمار ہوتے تھے سکول میں ایک ساتھ پڑھتے پھر کالج میں آکر اتوس ان دونوں سے علیحدہ ہو گیا جبکہ مازیہ اور شہابہ ایک ساتھ تھیں تو قسمت نے انہیں یونیورسٹی میں پھر سے آمایا ہم ملی میں پہلے دو ماہ تو مازیہ اور شہابہ ایک ساتھ رہیں پھر ایک دن کنٹینر میں اتوس اپنے انگوٹے دوست حسن کے ساتھ بیٹھا نہیں پایا کہ اس کی نظر ان دونوں پر جا گئی اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی حسن نے جو اتوس کو دلاڑیوں کو بیک وقت گھورتے پایا تو اس پر برس پڑا

یار چھوڑ ان کو کن خرافات میں پڑے جا رہا ہے یہ سب ایک جھس ہوئی ہیں پیسے کے پیچھے مرنے والیاں ہوئی ہیں اور سے چھوڑ اٹھ یہاں سے حسن ان دو ماہ میں جتنا اتوس کو جان پایا تھا وہ یہ کہ وہ سنجیدہ مزاج اور اپنے کام سے کام لے رکھے والا ہے پر بھی کبھی اس کی شرارت کی رنگ پھڑکے تو وہ اور بات ہے کسی لڑکی کی طرف بری نظر نہیں ڈالتا۔ ہاں دیکھ لینا اور بات ہے پر اب اتوس کو وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ وہ ہر لڑکی سے نفرت کرتا ہے پر کیوں ہار پاؤ چھنے پر بھی نہ جاتا تھا اور نہ اس نے بتایا تو اس سے بحث کرنے کے بجائے اٹھ کر لہن کی طرف آگیا۔ اور جھپکتے ہوئے ان کو مخاطب کیا اور شہابہ جو کسی لڑکے کی آواز پر کچھ نفرت کہنے کو پلٹی تھی اتوس کو سامنے کھڑا دیکھ کر حیرت لیا خوشی سے چینی۔

تم اور یہاں۔ اور پھر اتوس نے ان دونوں ا تحارف حسن سے کر دیا اور اب سے یہ دودھ کے بجائے چار ہو گئے۔

ارے شہابہ تیری وہ پڑیل مائی کیس ہے۔ اب تو تم پر پابندیاں لگالی ہے کہ نہیں۔

ہاں بس ویسے ہی ہے۔

جب یہ اٹھ سال کی تھی تو کارا ایکسپڈنٹ میں اس کے والدین اور چھوٹے بھائی کا انتقال ہو گیا تو اس کے تایا اسے اپنے پاس لے آئے مائی بہت ظالم ہے پر تایا کافی بہتر ہیں ہر کام اس سے کرائی پر خرچے والے ہر کام میں اس پر پابندی ہے جیسے کپڑے خریدنا جو تے لینا کالج اور یوں کی نہیں وغیرہ پتہ نہیں یہاں کیسے آگئی خیر مائی کی دو بیٹیاں پر دو پندہ تو سرے سے لگتی نہیں محلے کے لڑکوں سے میں نے خود دیکھا ہے باتیں کرتی ہیں پر اگر یہ کسی سے کوئی ضروری بات بھی کرنے تو اس کی ذلیل حکایات تایا کو لگالی ہیں اس لیے اس نے ایسی باتوں سے بچنے کے لیے اپنے اوپر بد تمیزی اور سیریل ہونے کا ایسے خول چڑھایا ہے جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی شخصیت کا خاصہ بن

مجھے کیا پوری یونی کو پتہ ہے اس کے بارے میں لڑکیاں تو اس سے بات کرنے کو مرنی ہیں پر وہ کسی کو گھاس نہیں ڈالتا ماذیہ تم بھول رہی ہو نسٹ سسٹر میں ہم اسی کے سیکشن میں مگی چندہ دونوں کے لیے پھر ہمارا سیکشن تبدیل ہو گیا تھا۔

اورے ہاں یاد آ یا اتنا بھی برا نہیں ہے بس تھوڑا بڑا درد ہوتا تھا۔ ماذیہ نے بھی یاد آنے پر ہصا بہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔

مجھے تو ذالی طور پر بڑا چھالڑا لگتا ہے۔
پر یہ تو ٹھیک ہے سب سے مفرد کہتے ہیں۔
اگر وہ اپنے نوٹس دے دے تو میں بھی کاپی کر لوں گا۔

تو یہ بھوں بنا کہ تم نے نوٹس کاپی کرنے ہیں۔
نہیں بچاری کا تو صرف نام ہے۔۔۔ ہصا بہ نے اقوس کو لٹا دیا۔

پر مجھے لگتا ہے کہ جب میں نہنٹ کا نام لوں گا تو وہ ضرور دے دے گا۔ دوسرے سیکشن کا احمر جیسے زیادہ تر پیداوار حسن دونوں ہو تو مفردیت آئی جانی ہے ایسی باتیں وہ اکثر تھوڑا گلاس لڑکیوں کے منہ سے سنی رہتی تھی یہ سب سن کر نہنٹ کو اس سے ڈرا اور انھیں سی محسوس ہوتی وہ گھبرا کر یکدم کھڑی ہو گئی

نہیں اللہ س نہیں بالکل بھی نہیں اور اس سے تو بالکل نہیں۔ احمر جو تین چار ٹیکل چھوڑ کر بیٹھا ان کی حرکات نوٹ کر رہا تھا اٹھ کر بن کی ٹیکل پر الایا اور سب کو مشترکہ سلام کرنے کے بعد اقوس سے مخاطب ہوا مائی فرینڈ انی براہم۔ میرے دوست کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ نہنٹ کو ٹھنڈے پیچھے آنے لگے اقوس نے جھٹ کہہ ڈالا۔

نئی ہادی فرینڈ نہنٹ کو آپ کے نوٹس کی ضرورت ہے پر یہ کہتی ہے کسی سے بھی لے لوں گی پر احمر سے نہیں نہنٹ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے گھبرا کر جلدی سے وہاں سے نکل جانا چاہا ہصا بہ نے

گھمایا ہے۔
اقوس نے حسن سے ہصا بہ کا تفصیلی انٹرویو کروایا چاکر اگر یہ بد تمیزی بھی کرے تو حسن جیسا بد مزاج شخص اسے برداشت شاید کرے تیسرے صبیٹے کے آخر میں ایک نئی سٹوڈنٹ اگلی کلاس میں آئی اور اس کو سیٹ بھی ہصا بہ اور ماذی کے ساتھ ملی اوپر پھر کچھ دیر بعد وہ نئی لڑکی بھی ان کی دوستی میں شریک ہو گئی جس کا نام نہنٹ تھا وہ زیادہ تر سفید لباس میں ملبوس لمبا سا دلچسپ اور مہرے رکھتی بن میک اپ کے بھی اس کا چہرہ سفید دھڑلے کے ہالے میں دھنکائی ہوئی بل کھاتی چولی اس کی شخصیت میں جاذبیت پیدا کرتی وہ زیادہ تر خاموش رہ کر دوسروں کی مسکرا کر سنی رہتی اور خود بھی بہت کم بولتی اپنے کام سے کام رکھنے کی ہوا اسے دوسروں میں ممتاز بناتی تھیں وہ بھر پوری روش پر چلتے پھرتی ہاں اس کا انتظار کرتے اسے اکثر محسوس ہوتا جیسے کہ وہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہو پر وہ اس بات کو انکود کرتی نہنٹ کو پچھلے تین ماہ کے نوٹس کی ضرورت تھی فیسٹ سسٹر ہونے میں ایک مہینہ باقی تھا جس کی وجہ سے وہ کافی پریشان تھی اس نے اپنی اساتذہ اور ان دوستوں سے بھ پڑھائی میں مدد لی پر وہ اس سے مطمئن نہ تھی۔

اگلے دن کنٹینر میں پھر نہنٹ کے چنڈ ٹیک ورک (ٹیکمل کام) کے بارے میں بات پھیر لی کہ اقوس بولا ایسا کرو دوسرے سیکشن کے احمر سے مانگ لیتے ہیں شاید وہ مان جائے بہت ہی لائق لڑکا ہے وہ تو بات ہی نہیں سننا سیریل شکل ڈرامی کیا خوبصورت ہے اور اوپر سے بڑے مین باپ کی اولاد کیا ہو گیا مفردیت ہی ختم نہیں ہوتی اس کی دفع کر داسے کسی اور سے پوچھتے ہیں ہصا بہ نے احمر کا نام سننے ہی لو کا اشارہ دے دیا۔

تمہیں بڑا پتہ ہے اسکے بارے میں ماذیہ نے اسے ٹھوکا مارا۔

اتوس کے ہاتھ پر زوردار چٹکی لگائی۔

ڈیل انسان تمہارا تو میں لیج د میں سر پھاڑوں گی اگر نے جاتی ہوئی زنیب کو روکا اور کہا ابھی تو میں کچھ مزید نوٹس بنانے لایمیری جہر ہا ہوں آدھے گھنٹے بعد میرا لاسٹ پریڈ ہوگا میں غریب ہوں گاتب میرے نوٹس آپ کو مل جائیں گے اور کے میں چنتا ہوں۔ یہ کہہ کر اگر تو چلا گیا زنیب غصہ سے داک آؤٹ کر گئی جبکہ اتوس کی بعد میں جو درگت بنی وہ ایک غلیظہ کہانی تھی۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد اگر کے تمام نوٹس اتوس کے ہاتھ میں تھے جسے شہاب نے بھپٹ لیے اور کہا۔

واؤ کتنی خوبصورت اینڈرائٹنگ ہے۔ نوٹس تو زنیب کے نام پر ماینگے گئے تھے درگت صرف بے چارے اتوس کی بنی تھی مگر اس کو کاپی سب نے کیا اور دو دن بعد یہ نوٹس احمد کو واپس کر دیئے گئے حسن جو کہ کم ہی بولتا تھا کہنے لگا۔

اگر اچھا لڑکا ہے انہیں لڑکیوں کو گھاس نہ دالنے کی وجہ سے بے چارے کو مغرور کہہ کر بدنام کیا ہوا ہے ماذیہ بولی ہیں، ابھی تمہیں تمہاری نائپ کا بندہ چول گیا تم نے تو ایسا ہی کہنا ہے اگر نے ان لڑکیوں جو کہ مکھیوں کی طرح کسی شخصیت پر اتنی متقی ہیں خود کو ان سے دور کھنے کے لیے خود پر مغروریت کا ناسک پہن رکھا ہے پروہ دل کا بہت اچھا ہے۔

حسن کے بار بار اگر کی دکالت کرنے پر سب حیران ہو رہے تھے کہ اس جیسا ہے جس انسان بھی کسی سے متاثر ہو سکتا ہے۔

کیا اس نے تمہیں پیسے دیئے ہیں ایسے حق میں بولنے کو زنیب جو کافی دیر سے احمد نامہ سن رہی تھی چڑ کر بولا۔

ہائے اس نے کسی کو کیا پیسے دیئے ہیں یہ کہیاں یعنی لڑکیاں اگر پر جو کہ کچھ نہیں لگاتا سکتی ہیں پر میرا کیا جو پورا شہد میں ڈوب کر آتا ہوں پھر بھی میری طرف

دھیان نہیں دیتی ہائے یہ خود غرض لڑکیاں۔

اتوس نے زنیب کے سوال کے جواب میں ایسی تقریر کر ڈالی۔

بس کرو فضول گھنٹا آہیں بھرج حسن اتوس کو لتاڑا جس نے ٹھنڈی آہیں بھرنے کو منہ کھول رکھا تھا بند کر لیا۔

اگلے مہینے لسٹ سسٹر کے ایگزٹام شروع ہونے کے چار دن پہلے لگاتار تین چھیاں کر لیں وہ بھی کسی کو انقارم کئے بغیر یونی میں سب دوستوں کو تشویش ہوئی کہ زنیب تو بھی بلا وجہ چھٹی نہیں کرتی پھر کیا وجہ ہے دوسری طرف اگر بھی پریشان تھا اور کسی سے اس کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا پر کس سے زنیب کی عزت پر حرف نہ آئے اس لیے خاموش رہتا کہ اگلے دن جب لسٹ سسٹر ہونے میں ایک دن باقی تھا زنیب یونی آگئی وہ پہلے چہرے کے ساتھ کمزور لگ رہی تھی سب کے پوچھنے پر پتہ چلا کہ اسے فوڈ پوائزن کی وجہ سے تیز بخار ہو گیا تھا۔ لیو فراس کا سکل فون جو وہ بہت کم استعمال کرتی تھی اس کی اٹھاری میں اس کے پرس کے اندر پڑا تھا اور بیٹری چارج نہ ہونے کی وجہ سے سکل فون بند پڑا تھا۔

اگر نے زنیب کو دوبارہ سے یونی میں دیکھ کر سکھ کا سانس لیا وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں زنیب نے یونی آنا چھوڑ تو نہیں دیا۔ زنیب کا سفید روپے میں زور چہرہ دیکھ کر اگر کے دل کو بہت دکھ ہوا وہ بے اختیار ہو کر ان کے ٹیبل کی طرف آ گیا سلام کر کے زنیب کے تین دن یونی نہ آنے اور گھر میں سب خیریت ہونے کے متعلق سوال کیا سب نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تو ماذیہ جو کہ زنیب کے زیادہ قریب تھی نے زنیب کی بیماری اور فون چارج نہ ہونے کے متعلق مختصر بتایا تھا یہ کو ایسے لگا جیسے کہ اگر نے سکھ کا سانس لیا ہو زنیب کو نوٹس کے لیے پریشان نہ ہونے اور اپنی صحت کا خیال رکھنے کا کہہ کر وہ جانے لگا کہ حسن

نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا۔

ہم آپ کو اپنے گروپ میں شامل کرنا چاہتے ہیں کیا آپ ہمارے گروپ کا حصہ بننا چاہو گے۔ احمر نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور بغیر کچھ کہے آگے بڑھ گیا اور حسن کچھ نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں کندھے اچکا کر وہ گلیا فیسٹ مسٹر کے دوران سب نے محسوس کیا کہ انوس کافی بچھا بچھا ہے وہ سنجیدہ تو پہلے ہی تھا مگر اس کی تھوڑی بہت شوٹی کی وجہ سے گروپ میں رونق کا احساس رہتا تھا مگر اب تو وہ بالکل ہی خاموش ہو کر رہ گیا تھا چہرے سے بھی تیار لگا تھا شیوہ کافی بڑھ گئی تھی سب نے اپنے طریقہ سے پوچھ لیا مگر وہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں تم سب کا وہم ہے کہہ کر ہاتھ ہاتھ پیر کے ختم ہوتے ہی اس نے بغیر کسی کو کچھ بتائے لگا مار چھ چٹیاں کر لیں تو پہلے تو سب دوست یہی سوچتے رہے کل آجائے گا مگر کل کل کرتے ہوئے چہرہ دل ہو گئے تو یہ سب سوچ رہے تھے کہ ہم آج اس کے گھر جائیں گے مگر نہ جاسکے کل یہ سب انوس کے گھر موجود تھے انوس تو نجانے کہاں تھا مگر اس کی امی بہت گر نجوٹی سے طیس پھر جوات ان سے معلوم پڑیں سب کو سن کر ایک شاک سا لگا۔

انوس کی والدہ کے مطابق انوس کی منگنی اس کا پیدائش پر ہی اس کی پوہی زاد سے کر دی گئی تھی اور یہ بچپن کا رشتہ تھا کہ سب پیار میں بدلہ دلوں کو پتہ ہی نہ چلا مگر اب اس کی پوہی اپنی بیٹی کو قربانی کا بکرہ بنا رہی تھی کیونکہ انوس کی منگنی کا بھائی کسی امیر زادی کو پسند کرتا تھا اور اس کے والدین نے وٹے سٹے کی شرط رکھی کیونکہ ان کا بیٹا دلوں پاؤں سے معذور تھا انہوں نے اپنی بیٹی کے بدلہ میں اس کے منگنی کا ہاتھ مانگا ہے نہ کرنے پر ان کی بیٹی کو بھول جانے کا فیصلہ ہوا جو کہ اس کے پوہی زاد بھائی کو منظور نہ تھا اس نے پہلے تو بہت منایا مگر نہ ماننے پر خود کشی کر لی تو اس کے

والدین مجبور ہو گئے اور منگنی تو زدی انوس یہ بات بتا کر اپنے دوستوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے ان سے کچھ نہ کہا پر کب تک لڑکیوں کے آنکھوں میں آنسو آگئے ان کا اتنا زبردہ دل دوست پر دس دلوں تک بھی جب انوس پوہی نے آیا تو احمر پوہی پوہی پوہی انوس کے گھر پہنچ گیا انوس کی ماں اس امیر زادے کو اور اسکے ڈرائیور کے ہاتھ میں پھلوں سے بھرے بہت سے شاپرڈ کچن پریشان ہو گئی کیونکہ وہ انوس کے تمام دوستوں سے مل چکی تھیں پر اس کا اتنا امیر تو کوئی دوست نہ تھا وہ احمر کو اس کے کمرے میں لے گئیں انوس جو چھت پر نہ جانے کیا تلاش کر رہا تھا چھت کو گھور رہا تھا احمر کو اندر آتے دیکھ کر حیران رہ گیا پھر یہاں وہاں کی باتوں کے درمیان احمر کے ذور دینے پر اس نے زبردستی مسکراتے ہوئے اسے مختصر اپنے ساتھ ہونے والا حادثہ بتایا کہ قسمت نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد جیسے مناسب الفاظ کی تلاش میں بدود بولا۔

احمر چہرے بھائی میں نے تم سے کوئی بات نہیں پھینکی حالانکہ ہم کوئی اتنے گہرے دوست بھی نہیں ہیں پر تمہارا پناہیت بھرا صبر مجھے تمہیں بتانے پر اکسا رہا تھا اور میں نے تمہیں سب بتا دیا اب تم مجھے کچھ بتاؤ کہ تم نے کب کو پسند کرتے ہو ناں احمر نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا وہ بات جسے وہ خواہ اپنے آپ سے چھپانے کی کوشش کرتا تھا۔ کسی اور کو کیسے معلوم ہوگی اگر ہاں تو تم اسے بتاتے کیوں نہیں نہیں دیر نہ ہو جائے۔

انوس نے احمر کے جواب دینے سے پہلے دوسرا سوال کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ ناں منوں کرنے کا ایسا نہ کہو۔ بے اختیار احمر کے منہ سے نکلا انوس مسکرا دیا۔ وہ یہی بات اس سے اگلا مانا چاہتا تھا جو کہ اس نے بے اختیار ہی میں کہہ دی اور پھر کہہ کر کچھتا مار پھر جیسے بارمان کر بولا۔

ڈرتا ہوں کہیں مگر اس نے انکار کر دیا تو میں کسی سے بھی کوئی رشتہ نہیں جوڑنا چاہوں گا چاہے وہ دوستی کا ہو یا کوئی اور کیونکہ اگر یہ رشتے ٹوٹ جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے اصرار نے بے بس ہو کر پہلی بار ہٹا دل کسی کے سامنے کھولا کیونکہ جو کوئی بھی اس کی طرف بڑھتا تو صرف پیسے کے لیے تو اس لیے وہ اندر ہی اندر اپنے آپ میں ہیشدار ہاتھ رکھ دیر کی خاموشی کے بعد بولا۔ سب میرے حسن اور پیسے کے معاملے میں میں کتنا بد نصیب ہوں میری ماں تو مجھے جنم دیتے ہی چل بسی اور میں اپنی ماں کی سزا بھری آنکھ میں جانے کے بجائے آیا ماں سے پاس آ گیا جس نے مجھے ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا کیونکہ میرے باپ کو دولت کمانے سے فرصت نہیں تھی کبھی ایک ملک تو کبھی دوسرے ملک اگر کبھی وہ گھر بھی آتے تو جب وہ آتے تو میں سوچتا ہوتا۔ اور جب صبح پتا چلتا کہ پاپا آئے ہیں تو جلدی سے ان سے ملنے جاتا پر میں ہمیشہ دیر کرتا کیونکہ وہ کسی بہت اہم میٹنگ کے لیے روانہ ہو چکے ہوتے اور پھر میں باور میری آیا ماں اقس قریب لگا کہ جیسے کہ اس کا گلزار بندہ گیا ہو چھوٹ اور وہ اس کا بندہ جسے سب پسند کرتے ہیں مگر وہ اندر سے مٹا اکیلا ہے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد دوبارہ بولا۔

بارہ سال کا ہوا تو آیا ماں مجھے تھوڑ کر گئیں انہیں
نمونہ ہوا تھا اور یہ ہی ان کی جان لے بیٹھا میں پھر
بھری دنیا میں اکیلا رہ گیا آیا مادیہ اور بے ہولاد میں
پاپا کے دور پار کی رشتہ دار پاپا کو تو فرق نہ پڑا مگر میری
تو ماں مری تھی اسی نے تو مجھے پیدائش کے پہلے دن
سے پالا تھا کچھ دنوں بعد پاپا نے مجھے پور ڈنگ ڈال
دیا اور تب سے اب تک ہر چندہ دنوں بعد میرا ہینک
بیلنس بھر جاتا پیسے ختم نہیں ہوتے کہ اور آ جاتے ہیں
اور میں حقیقی رشتوں سے دور پور ڈنگ کا لڑکا اور اب
یہاں ہوں کچھ دیر سانس درست کرنے کے بعد احمر
نے کہا۔

اسی لیے میں زنب سے کچھ نہیں کہتا اگر اس نے اظہار کر دیا تو میں برداشت نہیں کر پاؤں گا اور کچھ دیر بعد کل یونی آنے کا وعدہ لے کر احمر افس کے گھر سے نکل پڑا وہ دن اور آج کا دن یہ سب سات دوست سول میٹ کے نام سے پہنچانے جاتے ہیں افس نے بھی اس فلم کو بھلانے کے لیے اپنے آپ پر فسی خالق نور ہا قوی ہونے کا لہارہ لٹوڑ لیا ہے سب یہ دیکھ کر بہت خوش ہیں کہ ان کا دوست اپنے ماضی کو بھول چکا ہے سوائے افس کے سب چاہتے تھے کہ یہ ایک دوسرے سے اظہار کریں تاکہ ان سب کو بھی اگر واقعی کچھ ہے تو اس کے بارے میں پتہ چلے افس سب کچھ جانتے ہوئے بھی پوچھ کرنا جیسے ان سب کی طرح اسے بھی کچھ نہیں پتہ یہ سب جانتے تھے کہ احمر زیب میں انٹرسٹ ہے مگر یہ بھی جانتے تھے کہ دلوں کی جانب سے سوائے ایک دوسرے کا احساس کرنے کے باقاعدہ اظہار یا اقرار نہیں ہوا تھا۔ حسن خواتین سے نفرت کی بنا پر ان سب کو حفاظت کر دینا تھا پر۔۔۔ سب کو ان کی طرف سے اقرار کرنے کے دن کا ہے صبری سے انتظار تھا کہ ایک دن ان دونوں کی غیر موجودگی میں افس نے ٹھہا کچھ ڈالتے ہوئے کہا۔

وہیے تو تم بڑا ملتی ہو زبان تو تمہاری اتنی لمبی ہے کہ بندہ اس پر پیدل بھی چل کر دنیا کے آخری کونے میں جا پہنچے ہوتی تو بہت اوگرا اپنی دوست سے اتنا معلوم نہیں کر سکتی کہ وہ ہمارے شہزادے کے بارے میں کیا سوچتی ہے۔ افسوس خود تو دل نوٹنے کے ورد سے واقف منتھاں لیے ان دلوں کو ہر کوشش کر کے ملانا چاہتا تھا میں نے کوشش تو ۔۔۔ شکر ہے میرے تو اسائنمنٹ جمع ہو گئے تھماپ کے جواب دینے سے قبل زنب جو کہ لاسٹ ڈیٹ جوسنے کی وجہ سے اپنا اسکول فنج کروانے گئی تھی واپس آ کر بولی تو یہ بات بغیر کسی نتیجے پر پہنچنے کے ختم ہو گئی۔

تھوڑی دور اسے ایک بہت بڑا میدان نظر آیا۔ جس میں بہت ہجوم تھا اور اس میدان کے درمیان میں ایک کالے رنگ کا دائرہ تھا اس دائرے کے بھی درمیان کوئی لینا ہوا تھا اور وہ عورت جس کے پیچھے وہ یہاں تک آئی تھی سر جھکائے ایک کالے رنگ کے ڈھیر کے پاس کھڑی خوفناک آواز میں رو رہی تھی وہ سمجھ نہ پائی کہ وہاں کوئی لینا ہے یا کہ راکھ کا ڈھیر پڑا ہے۔ رات کے اندھیرے میں اس کے خوفناک طریقے سے رونے کی آواز سن کر اس کے مسامسوں سے پسینہ پھوٹنے کا سبب بن رہی تھی وہ بھی اس عورت کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی کہ وہ عورت یکدم سر ہونچا کر کے اس سے بولی۔

تم نے مجھ سے میرا شوہر چھین لیا ہے میں تم سب کو نہیں چھوڑوں گی تم سب سے بدلاؤں گی وہ زار کر اس سے دو قدم دور ہوئی اور اس عورت سے بولی۔ میں تمہیں نہیں جانتی میں نے تمہارے شوہر کو نہیں مارا تم جھوٹ بولتی ہو اس کے کچھ بگھنے سے پہلے ہی اس عورت نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کھینچا جس سے اس کے لیے ناخن اس کے ہاں میں بہت ہو گئے پھر اس عورت نے اسے یک لخت اس ڈھیر کے پاس لا چھوڑا جھلکے کی وجہ سے اس عورت کے ناخن اس کے بازو کا ماس اڈھیرتے ہوئے باہر چلا گیا اس کے منہ سے دلخراش چیخ برآمد ہوئی کاسکی نظراب کے ڈھیر پر جا پڑی وہ کوئی ڈھیر نہیں نیلی خوی کا وہی گارڈ تھا جسے مرگئی کے دورے پڑتے تھے اس کے دیکھنے ہی دیکھتے اس گارڈ کے جسم کو جھٹکایا جھٹکاتے زور دار تھے کہ وہ چار پانچ قدم مزید پیچھے کو ہٹتی کہ ان جھٹکوں کے ساتھ ہی اس کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو کر ہوا میں بھیل گئی وہ عورت غصہ سے اس کی طرف بڑھی غصہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے نیلی رنگ کی روٹنی پھوٹنے لگی وہ ڈر کر بولی میں نے تمہیں آج سے پہلے ہی نہیں دیکھا

کیا تم نے اسے بھی نہیں دیکھا اس نے گارڈ کے بارے میں کہا وہ میرا شوہر تھا وہ ہجوم جو کالی دیر سے تماشا کی بنا بیٹھا تھا اب کہ اس میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ سب اس کے گرد اپنا گھیرہ جگ کرنے کے لیے بڑھے اس نے گھبراہٹ میں اپنے چہرے پر ہاتھ بھیرا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ پیسے سے تر ہے اب کہ اس نے بھاگنے کے لیے تر تو لے تو غیر ارادی طور پر اس کی نظر اس ہجوم کی طرف اٹھی تو اسے اپنا حرکت قلب بند ہونا محسوس ہوا۔ کیونکہ اس ہجوم میں پہلے تو انسان تھے مگر اب یہ ہی کیا ان کی چڑی اس طرح گل کر پانی کی طرح بہہ رہی تھی جیسے کسی نے اس پر تیزاب سے بھرا ڈھانچہ مل دیا ہو وہ جو سوچ رہی تھی کہ وہ مل گئی نہ پائے گی کسی بھی طاقت نے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا وہ بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے اسے یاد نہ کہ رہا کہیں سے ہوتے ہوئے اس میدان کی طرف آئی تھی بھاگتے ہوئے اسے زوردار طریقہ سے ٹھوکر لگی اور وہ اندھے منہ زمین پر جا گری اس کے منہ سے خون بہنے لگا آنکھوں میں آنسو لیے وہ لٹھنے لگی اٹھتے ہوئے زمین پر سے اس کی نظر اپنے پیچھے ہر لمحہ چیز ہوتے ہجوم پر پڑی جو کہ اس کے منہ میں سے بہتے خون کو دیکھ کر اس پر ٹپنے اور ایک انسان جو کابھل ڈھانچے میں تبدیل ہو چکا تھا اس نے اس کی ٹانگ پکڑ لی اس کے منہ سے دلخراش چیخ برآمد ہوئی اس ڈھانچے کے تیز مگر سوئی کی طرح ہار یک ناخن اس کی ٹانگ میں بہت ہو گئے۔

کس کی زندگی کی دوزی کتنے لگی ہے یہ جاننے کے لیے اگلا شمار ضرور پڑھے۔

سر و عشق

-- تحریر: روائی شکیل -- ماموں کا بھتیجا --

اب وقت آ گیا تھا کہ بیدار کو جانا تھا اپنے پیار کو داپس لانا تھا بابا جی نے کچھ پڑھنے کے بعد اس پر پھونک مار دی۔ اس کا جسم بھی بے ہوش ہو گیا۔ بیدار کی روح جسم سے نکل کر پرستان جا پہنچی۔ وہ جیسے ہی وہاں پہنچی اسے وہاں پہنچ کر ایک گھنا اور رشت دکھائی دیا۔ بیدار اس ورشت کی سمت میں چلی گئی۔ بیدار کو ایک دم سے اسے ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا بیدار اس کمرے میں داخل ہو گئی۔ وہ کمرہ بڑا سا اور خوبصورت تھا جہاں صائم بیٹھا ہوا تھا۔ اور شیتل بھی بیٹھی ہوئی تھی صائم نے اس جانب دیکھا وہ بھاگتا ہوا بیدار کی طرف جانب پڑھا لیکن شیتل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ شیتل نے بیدار کی گردن کو پکڑا بیدار کی گردن کو بہت زور سے جھکا لگا اور اسی وقت ہی بیدار نے کچھ پڑھنا شروع کر دیا جس سے شیتل کے ہاتھ خود بخود بیدار سے دور ہو گئے اسی وقت شیتل کی آواز ڈراؤنی ہونے لگی اس کا چہرہ بڑھ ہی خوفناک ہو گیا۔ لمبے سے دانت اس کے کندھے سے بالکل اس کے منہ سے باہر آ رہے تھے وہ چیخنی چلاتی مر گئی اسی وقت صائم نے بیدار کو گلے سے لگایا۔ اور دانت لگا۔ وہ دونوں شیتل کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اپنی اپنی ہاڈی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ شیتل بھی وہی پڑی ہوتی ہے بابا جی اور باقی گھر والے بڑے خوش ہوتے ہیں اور ہند کا شکر ادا کرتے ہیں کچھ دیر بعد صائم اور بیدار کو ہوش آ جاتا ہے اور شیتل کو دفنا دیا جاتا ہے بابا جی اپنے صدمہ کی طرف چلے جاتے ہیں جبکہ وہ اپنے گھر چلے جاتے ہیں دو ماہ بعد صائم اور بیدار کی شادی ہو جاتی ہے۔ ایک سنگی خیر نور ڈراؤنی کہانی۔

نہیں میں کھانا بنا رہی تھی میرب اور صائم نے اپنے کمرے میں کھیل رہے تھے باہر بہت سردی تھی برف باری ہو رہی تھی عبد القادر گھر کا راشن لے کر آئے اور آتے ہی کمرے میں کپڑے لٹا کر کے بیٹھ گیا میرب اور صائم کا کمرہ بہت اچھے سے سجایا ہوا تھا پتہ تنگ کر کے خود ہی میرب اور صائم نے اپنے کمرے کو خوبصورت بنایا ہوا تھا وہ بند تھے صوفہ اور ٹی وی سب سہولت کمرے میں موجود تھی دونوں ٹی وی پر کارٹون دیکھنے میں مصروف تھے باہر بہت ہی سردی تھی یہ مری کا علاقہ تھا جہاں یہ خوبصورت اور چھوٹی سی ٹیبل ایک پیارے سے گھر میں رہتے تھے صائم اور میرب کا کمرہ چھت پر بنایا ہوا تھا اس کے علاوہ بھی

چھت پر ایک اور کمرہ تھا نیچے والے حصہ میں ایک نہن اور عبد القادر کا کمرہ تھا اور ایک ڈرائنگ روم تھا واش روم اور کچن تھا باقی ایک ٹی وی لائونج تھا پھر باہر کا دروازہ آتا تھا اس کے باہر کچن میں تھا جس میں ایک ورشت تھا اور پتوں کے بغیر برف سے بھرا ہوا تھا جو بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا پھر رات ہو گئی صائم کا ذہن بڑا گھٹتی سا تھا وہ رات کو اٹھ کر اکثر پتہ تنگ کیا کرتا تھا۔ میرب اپنی بی دھن میں رہتی تھی صائم سال کا تھا اور میرب دس سال کی تھی خیر صبح ہو گئی وہ دونوں تیار ہوئے اور دین آ گئی اور وہ سکول چلے گئے ان کے گھر کے سامنے ایک کھنڈر سی حویلی تھی جو کہ بہت ہی پرانی تھی۔



اس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ بڑی خونخوار
 حویلی ہے یہ ہر سال کسی نہ کسی مسافر کو قتل کر دیتی ہے یا
 پھر کسی کا نام دہشت گرد ہی نہیں ملتا پر صائم کو ان سب
 باتوں پر یقین نہ تھا۔ اور صائم جاتے ہوئے اس حویلی
 کو بڑے غور سے دیکھتا رہا اور پھر وہ سکول پہنچ گئے
 نذیب نے گھر کا کام کیا اور پی وی دیکھنے میں مصروف
 ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی عبدالقادر کا فون
 آیا نذیب نے اٹھایا۔

ہیلو۔ نذیب نے پہلو کہا۔

ہاں نذیب کچھ جا بے میں گھر آنے والا ہوں
 جی بچوں کے لیے سوچ بچل اور چٹنوز سے لیتے
 آئے گا اور کچھ نہیں آج آپ جلدی آ رہے ہیں
 ہاں میرا ملازم ادھر ہی ہے سب ہول میں اپنا
 اپنا کام کر رہے ہیں میں سوچ رہا ہوں کہ میں تھوڑا سا
 آرام کر لوں۔

اچھا ٹھیک ہے آپ آ جائیں اللہ حافظ۔

اچھا اللہ حافظ۔

پچھلے روز بعد عبدالقادر بھی آ گیا اور بچے بھی ایسے
 ہی دن میں گھر آ گئے اور ایک دن صائم کا شہر کا
 کارڈ ملٹ آنے والا تھا صائم بہت پریشان تھا صائم
 بہت ہی ذہین بچہ تھا اور اس نے سائنس مضمون کے
 ساتھ پڑھا تھا خیر کچھ دن بعد صائم کے بابا آئے
 انہوں نے مشائی چھپائی ہوئی تھی اور آ کر خاموشی سے
 بیٹھ گئے نذیب بولی۔

کیا ہوا کیا بنا صائم کا۔

میں پاس ہو گیا ہے۔ انہوں نے بہت ہی
 ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ صائم رونے لگا جب
 انہوں نے دیکھا کہ صائم پریشان ہو گیا ہے تو انہوں
 نے مشائی لگائی اور کہ ہمارا صائم صبح بھر میں پہلے نمبر
 پر آیا ہے۔ اور اسے گلے لگا لیا۔ پھر سب نے مشائی
 لگائی اب صائم کو ایف ایس سی کر دالی تھی اس کیلئے
 کسی اور ترقی یافتہ شہر میں بھیجنا تھا۔ نذیب اور صائم

کے والد نے فیصلہ کیا کہ صائم کو لاہور بھیج دیتے ہیں
 ساری پینٹنگ کر کے کچھ دنوں میں صائم کو لاہور بھیج
 دیتے ہیں وہاں وہ ہوٹل میں رہنے لگ جاتا ہے جس
 کالج میں وہ پڑھتا تھا وہ پڑا ہی اچھا کالج تھا۔ وہاں
 بڑی اچھی پڑھائی ہوتی ہے پورے موسم بھی صائم کو اس
 آجاتا ہے وہ کالی ماڈرن ہو جاتا ہے اسی طرح سال
 گزر جاتا ہے صائم کو ایف ایس سی ہو جاتی ہے اس کا
 داخلہ پھر میڈیکل میں ہو جاتا ہے وہ کال بھی بہت
 اچھا تھا دو سال گزر جاتے ہیں صائم کو ایک بہت ہی
 خوبصورت لڑکی دکھائی دیتی ہے گہری آنکھیں لمبے
 بال سمارٹ سی تھی اور سفید گوری چٹنی لڑکی تھی اسے
 دیکھتے ہی اسے اس سے لڑ ہو گیا وہ ہر روز اسے دیکھتا رہا
 بھی اسے دیکھتی تھی وہ ابھی اس کے نام سے انجان تھا
 پھر ایک دن صائم اس کے پاس گیا اور اس سے
 بات کی اس نے اپنا نام بیدار بتایا اس کی طرح اس کا
 نام بھی بہت ہی نایاب تھا وہ ابھی ابھی میڈیکل میں
 اینڈیشن ہوئی تھی۔ دونوں میں اوہ ہو جاتا ہے صائم بہت
 ہی اچھے گھرانے سے گھرانہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس
 کی والدہ نے اس کی پرورش اس انداز سے کی تھی کہ وہ
 کسی بھی لڑکی کی عزت کے ساتھ نہیں کھیلے گا خیر صائم
 کے پانچ سال پورے ہو گئے تھے بیدار بہت ہی
 پریشان تھی اور وہ بھی صائم نے بیدار کو چپ کر دیا
 اور کہا میں تم سے ہی شادی کروں گا تم پریشان نہ ہو
 میں تم سے رابہ کھوں گا تم دل لگا کر اپنی پڑھائی مکمل
 کر جا اچھا اب مجھے خس کر دکھاؤ تو وہ اس کی باتیں سن
 کر خس دیتی ہے۔

صائم گھر چلا جاتا ہے اور گھر والوں سے ملتا ہے
 لیکن کھویا کھویا سا رہتا ہے ہر وقت وہ بیدار کے
 خیالوں میں گمن رہتا ہے اسے پرانی باتیں یاد آتی ہیں
 صائم کے کمرے میں کھڑکی ہوئی ہے جو باہر کو کھلتی ہے
 ایک رات صائم سویا ہوتا ہے کہ اسے کسی کے رونے
 کی آواز سنائی دیتی ہے وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ

لیکن اس نے منع کر دیا۔ صائم بہت بے صبر ہو رہا تھا اس سے ملنے کے لیے وہ سامنے بیٹھ کر اس کی آواز سننا چاہتا تھا کہ اس کی آواز کیسی ہے پر اس لڑکی نے منع کر دیا وہ چلی گئی اگلی صبح پھر صائم کو بخار ہو گیا۔ بخار ایسا تھا کہ اترنے کا نام ہی نہ لے رہا تھا نینب بڑی پریشان تھی کہ آخر یہاں آ کے صائم کو کیا ہو گیا ہے وہ سوچتی رہی پھر وہ صائم سے بولی۔

وہنا پلڑا ہم کسی بابا کے پاس ملتے ہیں دم کروا کر لاتے ہیں اور تعویذ بھی لاتے ہیں لیکن صائم نہ مانا اور پھر میڈیسن لے کر سو گیا۔ آہستہ آہستہ رات ہونے لگی پھر بہت دیر باری ہو رہی تھی ہوا بہت تیز تھی صائم اچھا کمرہ بند کر کے کھڑکی کے پاس چلا گیا اس رات صائم کے ساتھ بہت برا ہونے والا تھا صائم سو گیا رات کا ایک بج رہا تھا صائم کی آنکھ کھلی اور فوراً اٹھ کر اس نے کھڑکی کھولی حویلی میں شیشیل صائم کا انتظار کر رہی تھی صائم اس کے پیار میں پاگل ہو گیا تھا اور دن بدن کمزور ہو رہا تھا صائم نے ضد کی کہ میں آ رہا ہوں صائم سے ملنے اس حویلی میں۔ اس حویلی کے بارے میں جو اس کو علم تھا وہ سب کچھ بھول گیا تھا اور باہر نکل گیا۔ اس کا رخ حویلی کی طرف تھا۔ وہ حویلی کے اندر داخل ہو گیا حویلی بہت ہی پرانی تھی صائم اندر گیا حویلی اندر سے بہت ہی عجیب و غریب تھی اور اندر سے بہت سارے بھوت اور بھوتیاں جو بہت بد صورت شکل کے تھے خون پی رہے تھے اور انسانوں کا گوشت کھا رہے تھے جیسے ہی انہوں نے صائم کو دیکھا صائم بہت گھبرایا ہوا تھا وہ سب کے سب اس کے ارد گرد دائرہ بنا کر اس کے پاس آنے لگے جیسے جیسے وہ اس کے پاس آ رہے تھے صائم کی گھبراہٹ بڑھتی جا رہی تھی وہ لوگ صائم کو پکڑنے ہی والے تھے کہ شیشیل آگئی اس نے سب کو منع کیا اور صائم کو لے کر دوسری منزل پر چلی گئی اس نے صائم کو پانی پلایا اور ہوش میں لا کر کھڑا کیا اس نے صائم سے اس کا

جاتا ہے اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھا تو اسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ اس نے سوچا کہ اس کا وہم ہے کچھ دیر بعد اپنی آواز میں سننے کی آواز آئی صائم پھر اٹھا اور دیکھا پھر وہ کھڑکی میں کھڑا رہا۔ اس کی نظر سامنے حویلی میں پڑی وہاں ایک خوبصورت لڑکی بلیک کالر میں فرائڈ پہنے کھڑی تھی لمبے بال تھے اور سانور کھڑا تھا اس کا اس میں بڑی کشش تھی جس نے صائم کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ صائم اس لڑکی کو دیکھتا ہی رہ گیا اتنی سردی تھی لیکن وہ لڑکی بغیر جری کے اور شمال کے کھڑکی بھی ساری حویلی روشن تھی ہر طرف سری حویلی کو ڈھانپا ہوا تھا گھر روٹنی کی وجہ سے بڑی بڑی ہوتی بہت ہی دلکش لگ رہی تھی وہ لڑکی بھی اس کی جانب دیکھ رہی تھی کافی دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر وہ لڑکی اندر چلی گئی اور صائم بھی بیڈروم میں آ گیا اور لیٹ گیا اور اس کے خوابوں میں کھو گیا۔ اس نے ایک چلنے کے لیے بھی بیدار کے بارے میں نہ سوچا تھا اور نہ ہی اس کو دیا ہوا وعدہ جو اس نے اس کے ساتھ کیا تھا اس کے بارے میں سوچا تھا وہ لڑکی ایک چیزیں تھی جس کا نام شیشیل تھا مگر صائم اس کے نام سے انجان تھا وہ سوچتا سوچتا سو گیا جب وہ صبح اٹھا تو سردی میں کھڑے رہنے کی وجہ سے اسے بخار ہو گیا تھا کیونکہ اس نے سردی میں شیشیل چیزیں کو دیکھا تھا صائم کی امی اس کے کمرے میں آئی دیکھا کہ صائم بیمار پڑا ہے تو بازار کتر کو بلایا اس نے چیک کیا اور میڈیسن دی صائم کھانا کھا کر میڈیسن لے کر پھر سو گیا جب دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو رات کے بارے میں تھے صائم فوراً اٹھا اور اٹھ کر کھڑکی کھولی حویلی کی جانب دیکھنے لگا کچھ ہی دیر میں وہ حسیں سامنے سے آ کر کھڑی ہوئی۔ اور صائم کی جانب دیکھتے لگی اس لڑکی میں کوئی جادو تھا جو اس نے صائم پر چلانا شروع کر دیا تھا کہ وہ سب کچھ بھول گیا بس اسے دیکھتے ہی رہ گیا۔ صائم اسے ملنے کا اشارہ کیا

برائی کھاتے ہیں شاید یہ کھانا آج صائم کے لیے
آخری تھا جو وہ کھا چکا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں
آ جاتا ہے اور ناول اٹھا کر پڑھنے لگ جاتا ہے۔ کچھ
اس کے کمرے کی لائٹ بند ہو جاتی ہے وہ پریشان
ہو جاتا ہے کہ یہ لائٹ کیسے چلی گئی۔ پہلے تو بھی لائٹ
نہیں گئی تھی۔ وہ بھاگ کر باہر آتا ہے تو باہر سب کی
لائٹ ہوتی ہے وہ اپنی امی کے پاس چلا جاتا ہے
اور ان سے کہتا ہے۔

امی کیا لائٹ گئی تھی۔

نہیں بیٹا ناں مختصر جواب دیتا ہے۔

لیکن میرے کمرے کی کیوں گئی ہے۔ وہ
پریشان میں دھنڈا ہے اور پھر اپنے کمرے کی طرف
چل پڑتا ہے دیکھتا ہے کہ اس کے کمرے کی لائٹ جل
رہی ہوئی ہے وہ کچھ دیر حیران ہوتا ہے پھر ناول
پڑھنے لگ جاتا ہے۔ ناول پڑھتے پڑھتے اس کو نیند
آ جاتی ہے اور وہ سو جاتا ہے۔

نجانے رات کا کون سا پہر تھا کہ اس کو اپنے
میں کمرے میں کسی کے چلانے کی آواز میں سنائی دیتی
ہی جو کہ بہت ہی عجیب ہوتی ہیں ہوں تو اس جاں لہی
عجیب آوازیں کہ وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ بہت ہی
ڈرا ہوا ہوتا ہے۔ اسے اتنا پسینا آتا ہے کہ وہ مارا گھبرا
ہو جاتا ہے خیر وہ آیت الکرسی پڑھتا ہے اور پھر سے
سو جاتا ہے۔ جب وہ صبح اٹھتا ہے تو ناشتے کے لیے
جاتا ہے تو اس کا انڈا اور بریڈ دونوں پلیٹ سے
اڑ رہے ہوتے ہیں جب وہ کچھ سے کھانے لگتا ہے
تب ہی وہ اڑ جاتے ہیں باقی سب آرام سے کھانا
کھاتے ہیں اس کو ڈر سا لگنے لگتا ہے کیونکہ آج سے
پہلے بھی ایسا نہیں ہوا تھا اس نے کسی کو بھی کچھ نہ
بتایا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ شیش چیل میں
کو حوصلہ ملنے لگا کہ اس نے بھی کمرے کے کھانے سے بدلو
آنے لگتی تھی کبھی کبھار ہونے لگا تھا اور کبھی کبھار صائم
بیمار رہنے لگا۔ اتنا کہ اس سے اتنا بھی نہیں جا رہا تھا۔

نام پوچھا تو صائم نے اپنا نام بتایا
صائم۔ اور پھر اس نے اس لڑکی سے نام پوچھا
اور آپ کا نام۔

اس نے بھی اپنا نام بتا دیا۔ کہ میرا نام شیش
ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو کچھ دیر دیکھتے رہے اور
پھر کچھ دیر او بائیں کرتے رہے صائم نے پوچھا۔
یہ کون لوگ ہیں۔

شیش بولی۔ یہ میرے گھر والے ہیں۔

سنتے ہی وہ گھبرا سا گیا اور تیزی سے حویلی
سے نکل کر اپنے گھر آ گیا۔ لیکن وہ پوری طرح شیش
کے حال میں نہیں چکا تھا۔ اس نے پوری طرح اس کو
اس پر اپنا جاؤ چلا دیا تھا۔ وہ گھر آ کر کچھ دیر آرام پا پھر
سو گیا۔ اور اگلے صبح اٹھا۔ تو میرب اس کے لیے ناشتہ
لے کر آئی۔ اور صائم سے پوچھا۔

بھائی آپ جب سے آئے ہیں میرے ساتھ
کوئی بھی بات نہیں کرتے بس جب سے آئے
ہیں بیمار ہی رہتے ہیں چلیں آج باہر چلتے ہیں دیکھیں
کتنا اچھا موسم ہے برف باری ہو رہی ہے۔ ہم جیسے
بچپن میں کھیلا کرتے تھے ویسے ہی آج کھیلتے ہیں۔
میرب کی بات سکر اس کو بچپن کے دن یاد آ جاتے ہیں
لیکن وہ پھر چپ ہو جاتا ہے۔

بھائی آپ کو کینا ڈولیا ہے یوں کم کم کیوں رہتے
ہیں۔ وہ پھر سے بولی۔

کچھ نہیں۔ جو آؤ باہر کھیلتے ہیں۔

ہاں چلو۔ میرب خوش ہو کر بولی اور پھر دونوں
بہن بھائی باہر نکل جاتے ہیں خوب بدلہ کرتے
ہیں اپنے بچپن کی یادیں تازہ کرتے ہیں لیکن وہ
واپس آتے ہیں تو صائم دیکھتا ہے کہ وہ حویلی جو رات
کو اتنی پرکشش نظر آتی ہے وہ اس وقت مٹی کھنڈر
اور عجیب لگ رہی تھی خیر وہ دونوں گھر آ کر کمرے میں
بیٹھ کر کے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھانا کھاتے ہیں آج
امی نے برائی بنائی ہوئی ہے، خوب مزے سے

پانچ دن گزر گئے تھے کہ نہ تو اسے کچھ کھایا تھا اور نہ ہی پچا تھا اس کے علاوہ نہ ہی اس نے شیشل کو دیکھا تھا صائم بہت پریشان تھا۔ کیونکہ اس میں اب اتنی بھی محبت نہیں رہی تھی کہ وہ اٹھ کر کھڑکی تک ہی جاسکے۔ پانچویں رات کو شیشل خود صائم کے کمرے میں آگئی اور اس نے دیکھا کہ صائم بہت ہی بیمار ہے وہ بھانگی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس کے ہیڈ پر بیٹھ گئی۔ اور اسے دیکھنے لگی۔

یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے صائم۔

میرا یہ حال تمہارے گھر والوں نے کیا دوسب کچھ بتا دیتا ہے مجھے بھالو شیشل۔ درنہ میں مر جاؤں گا شیشل اٹھ کر اس کو پانی پلاتی ہے اور اس کی فریج سے کھانا اور فروٹ لا کر اس کو کھلاتی ہے۔ اور بولی۔

صائم اگر میرے گھر والوں نے یہ سب کیا ہے تو میں اپنے گھر والوں کو مار ڈالوں گی کیونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں میں تمہیں کھانا نہیں چاہتی ہوں صائم آئی لو۔

شیشل کی باتیں سن کر صائم کی جان میں جان آتی ہے اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی ہے وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور پھر وہ اس کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تم میرے ساتھ ہو مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ ہاں صائم میں تم کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی جو جو تمہارا دشمن ہوگا وہ میرا دشمن ہوگا۔ اس کی بات سن کر صائم ایک پرسکون سانس لیتا ہے۔

اچھا تم اب آرام کرو میں چلتی ہوں پھر آؤں گی اتنا کہہ کر وہ چلی جاتی ہے اس کے جانے کے بعد صائم بے پروا جاتی ہے۔ اسے دلچسپ کر رہی ہے۔

شکر ہے بھائی آج تو تم بہت بہتر دکھائی دے رہے ہو۔

ہاں میرب۔ لیکن میں نے تم سے ایک بات کہنی ہے۔

ہاں ہاں کہو بھائی۔

میرب وہ وہ دراصل بات یہ ہے کہ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ مجھک جاتا ہے۔

ہاں ہاں بولو بھانگی۔ وہ اسے حوصلہ دیتی ہے۔

میرب وہ جو ہمارے سامنے والی حویلی ہے یہاں ایک لڑکی ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔

کیا کیا۔ میرب کو مجھے ایک جھٹکا لگتا ہے۔

کیوں کیا ہوا وہ حیرانگی سے اسے دیکھتا ہے۔

وہاں تو کوئی بھی نہیں رہتا ہے وہاں تو چنے ملیں رہتی ہیں۔

ہاں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی بھی ایک چنیل ہے اور میں اس کی محبت کے جال میں بری طرح پھنس چکا ہوں۔ یہ سن کر مجھے کیا ہو گیا ہے اس کے چنگل سے باہر نہیں پار ہوں۔ لیکن تم نے کسی کو بتانا نہیں ہے۔ نہ ماما کو نہ بابا کو۔ لیکن بھائی۔

میں نے کہا نہ کہ کسی کو بھی نہیں بتاؤ۔

اچھا ٹھیک ہے۔ میرب نے کہا اور پریشان ہو کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور جا کر روئے گی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ چنیل اس کے بھائی کو مار ڈالے گی۔ وہ انسانی خون کی پیاسا ہے وہ بھائی کا تمام خون پی جائیگی۔

اور شیشل بہت علیحدہ پاتی ہو جاتی ہے وہ صائم سے بہت ہی محبت کرنے لگتی ہے اور اس کی خاطر وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتی ہے وہ اپنے دوستوں کی طاقتوں کو بلاتی ہے اور ان کو طاقتوں کو ملا کر اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو مار ڈالتی ہے۔ اب اس کا مشن پورا ہو جاتا ہے۔ وہ پرسکون ہو جاتی ہے اور پھر صائم کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے۔

صائم آؤ میرے ساتھ۔

کہاں۔

آؤ تو سب بتاتی ہوں وہ صائم کو کہتی ہے
اور پھر اس کو لے کر وہ حویلی آجاتی ہے جہاں جگہ جگہ
اس کی ٹھیک کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ صائم اگلی لاشیں
دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔

یہ سب کیا ہے۔

انگوٹھیں نے مار ڈالا ہے میں نے تم سے کہا تھا
ناں کہ جو تمہارا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے سو ان
لوگوں نے تم کو تنگ کیا اور میں نے ان کو مار دیا ہے
اور میں تم کو بتاؤں کہ ہماری یہ ٹھیک مافی عالم کیوں ہے
شرجیل نے اس کی طرف دیکھا۔

ہاں ہاں بتاؤ وہ بے چینی سے بولا۔

ایک دن بہت ہی خوفناک واقعہ پیش آیا تھا
اور یہ سب میری بڑی بہن حنزا کی وجہ سے وہ سے
ہوا تھا آج سے چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ
میں پر ایک کانچ کا تڑپ آیا تھا اس میں بہت ہی
خوبصورت لڑکے تھے میں اس وقت سات سال کی تھی
اور میری بہن پندرہ سال کی تھی اس تڑپ میں ایک
لڑکا تھا جو کہ بہت ہی حسین تھا اس کی گردن آٹھین
شہیں سفید رنگ اور پنک ہونٹ تھے اس نے بونٹ
کوٹ پہنا ہوا تھا بواہی خوبصورت لگ رہا تھا اس کا
نام شرجیل تھا حنزا نے ریڈ کمر کا ٹراک پہنا ہوا تھا
اور ہم لوگ باہر کھیل رہے تھے کافی ٹھنڈا موسم تھا جلی
جلی ہوا چل رہی تھی ریڈ کمر کے ہی حنزا نے شوز پہنے
ہوئے تھے سر پر ریڈ کمر کی ٹوپی لی ہوئی اور ہلکے کمر کا
کوٹ جس میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی وہ لڑکا
شرجیل حنزا کی طرف دیکھ رہا تھا وہ حنزا کو پسند کرنے
لگا تھا میں بہت ہی چھوٹی تھی وہ حنزا کے پاس
بیٹھا رہتا تھا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ہینچا اس
کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنا روز روز
ایسا ہی ہو رہا تھا میں نے اس نے کمر پر کسی کو کچھ نہیں
بتایا کہ آٹھ میں کیا ہوا۔

ایک رات حنزا نے مجھے چکایا اور کہنے لگی۔

چلو میرے ساتھ باہر میں اٹھ کر اس کے ساتھ
باہر آگئی باہر ان لڑکوں کے ٹینٹ لگے ہوئے تھے اور
آگ جل رہی تھی میں اور حنزا ان ٹینٹوں کے پاس
مگے وہاں شرجیل حنزا کی طرف دیکھنے لگا اور حنزا کی
تعریفیں کرنے لگا حنزا بھی اس سے پیار کرنے لگی تھی
اس رات ان دونوں نے ڈانس بھی کیا تھا اور ایک
دوسرے سے اپنے اپنے پیار کا اظہار بھی کیا تھا اب
ان کے جانے کا وقت آگیا تھا شرجیل جانے کو تیار نہ
تھا وہ تو حنزا کے عشق میں پاگل ہو گیا تھا سراسر ٹرپ
واہیں اپنے گھروں کو روانہ ہو گیا مگر شرجیل نہ گیا
شرجیل نے حویلی کے باہر اپنا ٹینٹ لگا لیا اور انتظار
کرنے لگا کہ کب حنزا باہر آئے گی شاید اس میں کوئی
جادو تھا جو شرجیل کو اپنی جانب کھینچ رہی تھی

اب جب سارے لڑکے اپنے گھروں کو گئے
تو شرجیل کے گھر والوں نے شرجیل کو نہ بابا تو پوچھا
کہ شرجیل کہاں ہے کچھ دنوں بعد شرجیل کی ٹھیک میں
ہے اس کے بھائی امیاب کچھ غنڈوں کو لے کر آئے
وہ کافی جوشیلی ٹھیک میں انہوں نے آتے ہی حویلی پر
حملہ کر دیا اور اندر آ کر ایک ایک کو جان سے مار ڈالا
چھری اور سولوں سے انہوں نے ایک ایک کو مار ڈالا
پہلے میرے بابا کو جو ایک نہایت ہی شریف انسان
تھے انکا ایک چھوٹا سا چائے کا بول تھا دو بھائی تھے وہ
بھئی ابو کے ساتھ کام کر داتے تھے میں اور حنزا گھر پر
ای کے ساتھ رہتی تھی ہمارا گھر بہت ہی اچھا تھا پھر
میرے بھائیوں کو مارا اس کے بعد حنزا کو بے دردی
سے مارا اور میں چھوٹی تھی مجھے بھی مار ڈالا اور وہ لوگ
شرجیل کو لے کر چلے گئے ہماری لاشیں پڑی اس کے
بعد جو بھی یہاں ٹرپ پر آتا ہم لوگ اسے مار دیتے
اور اس کا خون لی جاتے اور گوشت کھا جاتے۔ ہماری
روحیں گندھی بن گئی تھیں اور یہ زیادہ تر نفرت لوگوں
سے حنزا کو کبھی خاص طور پر لڑکوں سے تمہیں بھی حنزا
نے ہی تنگ کیا تھا۔

جائے وہ جس جگہ پر انے تھے وہ دنیا سے بہت الگ تھا نہ کوئی رونق تھی اور نہ ہی کچھ اور مرد اور عورتیں تو اس کو کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ صائم جس کمرے میں بیٹھا ہوا تھا وہ بہت ہی بڑا تھا اس میں کون بید تھا جس کو گلاب کے سرخ اور سفید پھولوں سے سجایا گیا تھا شیتل خود بھی بڑی ہی سنوری ٹیٹھی تھی اور کمرے میں ایک خوبصورت تلاب بھی تھا جس میں گلاب کے پھولوں کی چٹاں بھی موجود تھیں تھوڑی دیر بعد کمرے میں تیار کیا ہوا کھانا آیا جس کو دیکھ کر ہی اپنی آتی تھی اس میں ایک پیالہ خون کا تھا اور ایک ڈونٹا تھا بڈیوں اور گوشت سے بھرا تھا مگر صائم نے ایسا کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور کم سم بڈ پر لیٹ گیا شیتل بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ صائم کو کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور شیتل پیار بھری نظروں سے صائم کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن صائم وہ اس پر کوئی بھی دھیان نہ تھا۔

میرب اور صائم کے ماں باپ بہت ہی پریشان تھے لیکن میرب نے گھر والوں کو کچھ نہیں بتایا تھا اور بے جا روئے جارہی تھی کہ اچانک باہر کی ٹل بھی عبدالقادر صاحب باہر گئے انہوں نے سمجھا کہ شاید صائم کی کوئی خیر آئی ہو لیکن جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ باہر ایک خوبصورت لڑکی کھڑی تھی جس نے بہت ہی خوبصورت لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے ایک نظر باہر نکلنے والے شخص کو دیکھا اور کہا۔

کیا صائم کا گھر یہی ہے۔
جی ہاں یہی صائم کا گھر ہے۔ لیکن آپ کون ہیں۔ (انہوں نے پوچھا)۔

میں صائم کے کالج کی دوست ہوں میرا نام پیدا ہے اور صائم سے ملنے آئی ہوں انہوں نے اس کو اندر آنے کو کہا پیدا را اندر چلی گئی اور اندر جا کر سب کو سلام کیا اور بیٹھ گئی میرب اور زینب کہہ رہے تھے

اب شیتل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے اور صائم بھی رو رہا تھا مگر اب وقت آ گیا تھا کہ شیتل صائم کو مرنے کے اب میرے ساتھ چلو صائم پہلے تو سب لاشوں کو منی میں دفن کرتا ہے خوب اچھی طرح یہ کام صائم نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے شیتل کا سہارا لے کر اس کی ٹیلی کو وہ بار بار مارا اور دفن کیا تاکہ وہ لوگ کبھی کسی کو شک نہ کریں اس کام سے فارغ ہو کر شیتل بولی۔

میں نے تمہاری وجہ سے اپنی ٹیلی کو مار ڈالا ہے اب تم میرے ساتھ چلو۔

صائم کو اس کے ساتھ جانا ہی تھا اگر وہ نہ جاتا تو شاید شیتل اس کی ٹیلی کو بھی مار ڈالتی اس ڈر سے وہ شیتل کے ساتھ اس کی دنیا میں جانے کو تیار ہو گیا بغیر گھر والوں کو آگاہ کئے وہ شیتل کے ساتھ جانے کو تیار ہو گیا صرف میرب کو اس کے بارے میں علم تھا وہ بھی بہت پریشان تھی لیکن ڈر کے مارے کسی کو بتا دی تھی ماں باپ دونوں رو رہے تھے کہ ہمارا بیٹا کہاں چلا گیا پتہ نہیں کسی کی نظر اس کو لگ گئی ہے۔

شیتل نے صائم سے کہا۔ صائم میرے ساتھ جانے کے لیے تم کو مرنے ہوگا اپنے جسم کو یہاں ہی چھوڑنا ہوگا اور روح کو میرے ساتھ جانا ہوگا تمہارا کیا خیال ہے وہ اس کے سحر میں ڈوب رہا تھا بولا۔

جیسے تم چاہتی ہو ویسا ہی ہوگا اگر مر کر مجھے تمہارے ساتھ جانا ہے تو میں مرنے کو تیار ہوں اور پھر شیتل نے اس کی جان لے لی وہ کچھ دیر کے لیے تڑپا اس کے بعد اس کی روح جسم سے نکل کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی وہ اس کی روح کو لے کر پرستان چلی گئی۔ وہ بہت خوش تھی لیکن صائم گھر کی یادوں میں کھویا رہتا تھا اس صائم کو بہت بھوک لگتی ہے وہ شیتل سے کہتا ہے کہ مجھے بہت بھوک لگتی ہے مجھے کچھ کھانے کو وہ وہاں اپنی نوکرانیوں سے کہتی ہے کہ کھانا لایا

دیکھ کر نہیں نے پوچھا۔

آپ لوگ کیوں رو رہی ہیں۔ اور صائم کہاں ہے۔

اس کا کچھ بھی پتہ نہیں چل رہا ہے کہ وہ کہاں ہے چند روز دن ہو گئے ہیں اس کو گئے ہوئے لیکن آج تک واپس نہیں آیا ہے۔ ان کی باتیں سن کر بیدار بھی پریشان ہو گئی اور میرب بولی۔

اب بھائی کبھی بھی واپس نہیں آئیں گے۔ لیکن کیوں میرب کی بات سن کر سب ہی چونک گئے۔ تمہیں کیسے پتہ ہے کہ وہ واپس نہیں آئے گا۔

مجھے سب پتہ ہے۔ میرب نے دوتے ہوئے کہا۔ تو سب ہی حیران رہ گئے۔

کیا پتہ ہے تم کو بتاؤ جلدی۔

اس کو ایک چڑیل اپنے ساتھ لے گئی ہے۔ وہ بھائی کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔ بھائی نے مجھے سب کچھ بتایا تھا کہ وہ سامنے والی حویلی میں رہتی ہے اور وہ مجھے اپنے ساتھ اپنی دنیا میں لے جائے گی۔ اس کے چچے بھائی کا کیا مقصد تھا مجھے اس کا معلوم نہیں ہے۔ بیدار فوراً میرب سے بولی۔

مجھے جلدی سے اس حویلی میں لے چلو۔ لیکن میرب کے امی ابو نے اس کو منع کر دیا اور کہا۔

نہیں بیٹا میں تم لوگوں کو وہاں نہیں جانے دوں گا۔ صائم کو ڈھونڈنے کے لیے ایسا کرنا پڑے گا بیدار نے کہا اس کی باتیں سن کر سب ہی اس کے جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور پھر وہ سب ہی حویلی میں جا پہنچے وہ حویلی بہت اجڑی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ کڑیوں کے جالے لگے ہوئے تھے۔ سب لوگ مزید اندر جاتے ہیں اور سارے کمرے میں صائم کو ڈھونڈتے ہیں۔ لیکن صائم کہیں نہیں ملتا۔ اور وہ لوگ گھر آ جاتے ہیں اسی دوران بیدار امی ابو سے بات کر رہی ہے۔

آئی۔ اٹھل آپ کو کسی بابا کے بارے میں پتہ

ہے تو توبہ جلدی سے بولی۔

ہاں بیٹا ہمارے قریب ہی رہتے ہیں جو بہت پیٹھے ہوئے ہیں اور ہنوں چڑیلوں کا بھی علم رکھتے ہیں بیدار جلدی سے بولی۔

بس پھر ہم سب کو ان کے پاس جانا پڑے۔ وہ لوگ جرسیاں اور شاں اوڑھ کر بابا کی طرف چل پڑتے ہیں اور ایک گھنٹہ بعد ان کے ڈیرے پر جا پہنچتے ہیں۔ اور فقیر بابا کے گھر میں جہاں بابا اور اس کے کچھ مرید وغیرہ بیٹھے ہوتے ہیں وہ چاروں بھی بابا کے پاس جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے مسئلے بابا کی کو بتاتے ہیں۔ وہ بابا صائم کا حساب لگاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ آپ کا بیٹا بری مشکل میں ہے۔ اس کی روح جنات کی دنیا میں ہے جبکہ اس کا جسم اس چڑیل کی پناہ گاہ میں ہے۔ سب سے پہلے صائم کا جسم ڈھونڈو پھر میرے پاس آنا۔ لیکن اس دوران بیدار بولی۔

بابا جی آپ ہمارے ساتھ نہیں۔ ہمیں آپ کی سخت ضرورت ہے آپ ہی صائم کو واپس لا سکتے ہیں بابا جی ان کی مشکل کو دیکھتے ہوئے ان کے ساتھ جانے کو تیار ہو جاتا ہے اور سب ہی مل کر حویلی میں جاتے ہیں اور پھر حویلی میں صائم کی لاش کی تلاش شروع کر دیتے ہیں اسی دوران بیدار نیچے والے تہ خانہ میں جاتی ہے جہاں پر صائم کی باڈی اور دوسرے کافی سارے ڈھانچے دیکھنے کو ملتے ہیں کمرہ جالوں سے بھرا ہوتا ہے پانی ساری طرف ڈھانچے گھڑے تھے بیدار سب کو بلاتی ہے اور کہتی ہے کہ صائم کی باڈی مل گئی ہے۔ سب لوگ وہاں اس کے پاس آ جاتے ہیں اور صائم کی باڈی کو اٹھا کر باہر لے جاتے ہیں۔ بابا جی نے کہا اس کو واپس لانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔

وہ کیا بابا جی۔ بیدار نے جلدی سے کہا۔

کسی کو وہاں جاٹا ہوگا۔ اور صائم کی روح کا لانا

جانب بڑھا لیکن شیتل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
اور بیدار کی جانب بڑھی اور کہنے لگی۔

صائم صرف میرا ہے اگر تم اچھا چاہتی ہو تو تم
یہاں سے چلی جاؤ۔ لیکن اس نے اس کی بات کا کوئی
جواب نہ دیا اور صائم کی طرف بڑھی اسی وقت
شیتل نے بیدار کی گردن کو پکڑا بیدار کی گردن کو بہت
دور سے جھٹکا لگا اور اسی وقت ہی بیدار نے کچھ پڑھنا
شروع کر دیا جس سے شیتل کے ہاتھ خود بخود بیدار
سے دور ہو گئے وہ کہہ رہی تھی کہ اسے پڑھنا بند کر دو
لیکن بیدار نے مسلسل پڑھائی جاری رکھی۔ اسی وقت
شیتل کی آواز ڈراؤنی ہونے لگی اس کا چہرہ بڑا ہی
خوفناک ہو گیا۔ لمبے سے دانت اس کے کندھے سے
بالکل اس کے منہ سے باہر آ رہے تھے وہ جتنی چلائی
بڑھی اسی وقت صائم نے بیدار کو گلے سے لگا لیا۔
اور رونے لگا۔ کہ مجھے معاف کر دو پلیز مجھے معاف
کر دو بیدار نے کہا۔

ابھی ہمارے پاس وقت نہیں ہے ہمیں شیتل کو
بھی یہاں سے لے جانا ہے وہ دونوں شیتل کو اٹھا کر
اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اپنی اپنی ہاڑی میں
داخل ہو جاتے ہیں۔ شیتل بھی وہی پڑی ہوتی ہے
باباجی اور باقی گھر والے بڑے خوش ہوتے ہیں
اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کچھ دیر بعد صائم اور بیدار
کو موٹا آ جاتا ہے اور شیتل کو دفن دیا جاتا ہے باباجی
اپنے گھر کی طرف چلے جاتے ہیں جبکہ وہ اپنے گھر
چلے جاتے ہیں وہ ماہ بعد صائم اور بیدار کی شادی
ہو جاتی ہے۔ صائم اور بیدار سے وعدہ کرتا ہے کہ میں
برودھ سکھ میں تمہارا ساتھ دوں گا اور ان بری چیزوں
سے ہمیشہ دور رہوں گا کچھ دنوں کے بعد صائم اپنی
کھڑکی کھولتا ہے اسے وہاں سے حویلی میں شیتل کا
وہی عکس دکھائی دیتا ہے لیکن وہ اس کی آنکھوں کا
دھوکہ دیتا ہے۔

ہوگا۔ باباجی نے کہا۔

ٹھیک ہے میں جاؤں گی بیدار نے کہا۔

نہیں میں جاؤں گا عید اللہ کے لئے کہا۔

تم دونوں ہی نہیں جاؤ گے میں جاؤں گی اس کی
ماں نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

باباجی نے ان کی باتیں سن کر کہا کوئی بھی
نہیں جائے گا صرف بیدار ہی جائے گی۔ اس میں وہ
کشتی ہے کہ یہ صائم کو واپس لاسکتی ہے۔

باباجی مجھے اس کو لانے میں کیا کچھ کرنا ہوگا۔

اس کے لیے تمہیں بھی مرنے ہوگا۔ اور تمہاری

روح ہی وہاں جائے گی تمہاری ہاڑی یہاں ہی رہے

گی۔ اس کی حفاظت ہم لوگ کریں گے بس تمہیں وہ

وہ کرنا ہوگا جو جو میں تمہیں کہوں۔ وہاں پر جا کر ایک

گہرا اور گھٹا درخت نظر آئے گا وہ تمہاری مدد کرے گا

صائم تک پہنچانے کی لہر تمہیں اور بات بتاؤں کہ

وہ لو کی ایک بد روح ہے جسے تمہیں مارنا ہوگا۔ اور اسے

بھی ادھر لانا ہوگا۔ یہ تمہارا مشن ہے۔ اسے بہت

سمجھداری سے سب کچھ سمجھا دیا۔

اب وقت آ گیا تھا کہ بیدار کو جانا تھا اپنے چار کو

واپس لانا تھا باباجی نے کچھ پڑھنے کے بعد اس پر

پھونک مار دی۔ اور اس کا جسم بھی بے جان ہو گیا۔

باباجی نے دونوں کی ہاڈیاں ایک طرف رکھ دیں اور

بیدار کی بد روح جسم سے نکل کر پرستان جا پہنچی۔ وہ جیسے

ہی وہاں پہنچی اسے وہاں پہنچ کر ایک گھٹا درخت دکھائی

دیا۔ جو کہ باباجی بتایا تھا یہ درخت صائم سے ملانے

میں مدد کرے گا۔ بیدار اس درخت کی سست میں چلی گئی۔

اسے وہاں کوئی بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ بیدار نے ایک دم

سے اسے ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا بیدار نے اپنے قدم

اس کمرے کی جانب بڑھا دیئے۔ اور اس کمرے میں

داخل ہو گئی۔ وہ کمرہ بڑا سا اور خوبصورت تھا جہاں

صائم بیٹھا ہوا تھا۔ اور شیتل بھی بیٹھی ہوئی تھی صائم

نے اس جانب دیکھا وہ بھانپ گیا بیدار کی طرف

معصوم بیٹی

--- تحریر: عمرانہ سرور۔ گوجرانوالہ

ہم عرش کے کمرے میں تھے مگر یہ دیکھ کر مجھے حیرت نہ ہوئی کیونکہ میں جانتی تھی کہ عرش کے سر پر بیٹی بندھی ہوئی ہوگی۔ میرے پوچھنے سے پہلے ہی تسنا ہانے لگی۔ جیسے ہی میں واش روم سے فارغ ہو کر باہر آئی تو دیکھا کہ عرش کا سارا کچھ خون آلود ہوا ہے میرے چہنچے پر اللہ بھائی دوڑے آئے عرش کو اٹھا کر بیٹی باندھ کر دوبارہ لٹا دیا عرش کے ساتھ تمنا کے رونے پر میں نے اس کے کندھے پر چھلکی دیتے ہوئے دھڑک دھڑکاتی۔ کچھ نہیں ہوتا تمنا اللہ پر بھروسہ رکھو اس آج کا دن ہے اس کے بعد سکون ہی سکون ہوگا آج رات میں عرش کے ساتھ سوؤں گی کھانے کی طلب نہیں ہے بس صرف ایک دودھ کا گلاس چاہیے وہ بھی عشاء کی نماز کے بعد۔ اچھا مریم میں لا دوں گی آپ کا بستر سجھوہ بچھاؤں گے آپ عرش کے ساتھ ہی بیڈ پر سو جائیں گی۔ تمنا نے پوچھا۔ نہیں تمنا میں عرش کے ساتھ ہی سوؤں گی تمنا پار سے عشاء کی نماز کے بعد عرش کو دودھ کا گلاس دے دے اب جاؤ اور خال کو لالہ کو لسللی دینا نہیں کھانے کے لیے کچھ دو تمنا میرے امر پر جلد ہی فارغ ہو کر چھلکی گئی میں کمرے میں اپنے قیمتی امانتوں کو اٹھا لائی عشاء کی نماز سے فراغت پاتے ہی تلاوت قرآن پاک کے بعد وظیفہ کر کے میں عرش کے پہلو میں لیٹ چکی تھی عرش ابھی بھی مدہوشی میں تھی۔ یا خدا اس کی تفسیر معاف کر دے ماں کی غلطیوں کا ازالہ یہ بیماری بھگت رہی ہے کرم کر میرے مولا آج جو شر اس پر حاوی ہوئے کو اپنے استغفار جگر کر زائل کر دے آمین میں کر وٹ لے کر لیٹ گئی تھی تمنا کی کمرے میں آئی اور کب دودھ کا گلاس عرش کو پلا کر شیل برکھ گئی تھی آج مجھے بہت غلظت کی چھائی ہوئی تھی میں تب بڑبڑا کر اٹھی جب گلاس گول گول بہت زور سے گھوم رہا تھا میں ہوش و حواس کے دامن کو تھامتے ہوئے پھرتی تھی اور گھومتے ہوئے گلاس کو پکڑ کر جلد ہی ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی گیارہ کی گیارہ بدھیں آج عرش کو موت کے گھاٹ اتارنے آئی تھیں جب سے عرش کے گلے میں تنوید ڈالا گیا تھا اور ہوا اپنی مٹی سے نکلتا تھا بھی بدھیں بھڑک اٹھی تھیں آج کا دن عرش کا آخری دن تھا اب وہ بدھیں گلاس کے اندر مقید تھیں میں نے پڑھ کر جیسے ہی گلاس پر بھونکا تھا گلاس کو آگ لگ گئی گلاس کو جلد ہی کھڑکی میں رکھا جس میں سے عجیب و غریب مخلوقات کی آوازیں آرہی تھیں جیسے بہت سے کتے مل کر غرار ہے ہوں میں بھی بھی تھوڑی بہت یا اندازہ عرش پر کسٹر کا لٹان تبھ رہی تھی۔ صبح عرش خود بخود با وضو ہو کر میرے ساتھ ہی جائے نماز پر فجر کی نماز بیت باندھ کر کھڑی تھی میں خدا کے حضور شکر اے کا سجدہ کر رہی تھی صبح خالہ کو سب سے پہلے اٹھا کر عرش کے سارے لباسوں کو سپرد خاک کیا۔ اور یوں دو صحت یاب ہوئی۔ ایک لپٹ اور سنسنی خیز کہانی۔

آج دنیا سے اتنی مایوس ہو چکی تھی کہ مرنے کو کی تکمیل کے لیے مجھے شہر گوجرانوالہ کا سفر کرنا پڑ رہا تھا میں دل چاہتا تھا مگر میری ماں کی آخری خواہش اپنی مرضی نہ ہونے کے باوجود مجھے آخری وقتوں میں

معصوم بیٹی خولناک ڈائجسٹ 166 جولائی 2014



Khalid 2012

بھائی منگراتے ہوئے گیا۔

سریم باجی نہیں آئی تمہارے ساتھ خالہ نے مجھے اپنی باہوں کے حوالے میں جکڑتے ہوئے متاثر کن لہجے میں پوچھا۔

میں نے ہمت پائیدار سے امی کی ناساز اور حلقہ کی داستان بیان کی تو خالہ اور لالہ امی کے ایثار و جدائی سے غمی میں اٹک بار ہوئے سریم بہر حال جیسے اللہ تعالیٰ کی مرضی دکھ کے ان لحظات میں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں ہر طرح سے شامل ہیں اللہ تعالیٰ آنٹی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے لالہ امی کی گھر چلیں چلو سریم اللہ تمہیں صبر جمیل عطا فرمائے تمہاری والدہ کی مرحومہ بڑی ہی نیک اور اہل دانا انسان تھی وہ اپنے پرانے ہر ایک کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی تھیں وہ بے حد شفقت اور رحمت خاتون تھیں آج بھی ان کی بات یاد کی جیتی ہے امتیاموز باتیں یاد ہیں جن پر میں نے اپنی جوانی پر بھی عمل نہیں کیا اللہ نے کام میں پہنچتے ہوئے گھر کی دکان میں ہونٹ کاٹتے ہوئے گاڑی سے باہر دیکھنے لگی گاڑی کی رفتار بہت سی تیز تھی کچھ دیر بعد وہ ایک عمارت کے سامنے جا کر لالہ نے پارک بجایا گیٹ کی ذیلی کھڑکی سے چونک دہنے جھانکا اور گیٹ کھول دیا۔

چلو آؤ سریم خوش آمدید جہیں تمہارے اپنے گھر میں خالہ نے میرے باہر آنے پر دیکھ کر کہا دونوں مجھے شاد و نیاز لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے اندر سب نے میرا استقبال کیا ماسوائے سحرش کے۔

خالہ میں نے ہاتھ گنا گٹ پی کر ختم کرتے ہوئے حوچہ کیا خالہ چائی سحرش کی حیرت انگیز ڈوبی دلی تازگی میں گونجی ملاؤں کی تمہیں ذرا آرام کر لو پھر مل لینا صبح کو کھانے کے بعد جلد ہی سب اپنے بستروں میں خواب فرگوش کی نیند سو رہے تھے صبح ایک نئے عزم کے ساتھ میں نے آغا ز فجر سے اللہ کو خراج تحسین پیش کیا خالہ باہمیں صبح لیے میرے کمرے

کی رفتار کا مقابلہ فقیر بابا نہ کر سکا اور جیسے ہی کہیں وہ عیاوہ تیزی سے ٹرین کی طرف لپکا مگر یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ باہر کسی ذی روح کا نام و نشان تک نہ تھا فقیر گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کہاں جاسکتا ہے میرے آس پاس سیٹوں پر موجود مسافر ایسے تھے کہ جیسے وہاں کچھ بھی واقع وقوع پذیر نہ ہو ہو میں حیران تھی کہ سایہ جو دیوینکل اور فقیر بابا کو زمین ہلگ لگنی یا آسمان کھانگیا نہیں یہ میرا وہم نہیں ہے بلکہ درحقیقت سب کچھ ہوا تھا میں ٹرین میں اس عجیب و غریب محسوسات اور ایڈ ونچر کو ایکسپٹ کر بھی رہی تھی اور نہیں بھی خیر یقین اور بے غشی کو ایک طرف رکھ کر میں آرٹ ہو گئی کیونکہ ایسا اکثر میرے ساتھ ہوتا رہتا تھا۔ کہ یقیناً گوجرانوالہ جیسے شہر میں بھی میرے لیے کوئی نہ کوئی ایسا سر پرانز تھا کیا تھا وہاں جا کر ہی پتہ چلتا تھا سو آنکھیں موندھے میں اپنی سوچوں پر بند باندھ کر ریلیکس لیل کر رہی تھی اور کہیں تک میں کامیاب ہو چکی تھی ٹرین شہر گوجرانوالہ کے اسٹاپ پر رکی تو سب مسافروں کے ساتھ میں بھی گوجرانوالہ پر قدم رکھ چکی تھی طبیعت ناساز اور عجیب و غریب کی بنا پر پچھلے مفتے ہی سے میری امی نے اپنی دود پاد کی خالہ زاد کو اطلاع کر دیا کہ میرے مرنے کے بعد میں اپنی بیٹی کو تمہاری آخری آغوش میں سپرد کر رہی ہوں اس لیے اس سانس کے بعد میں آج گوجرانوالہ میں بھی امی کی رخصت سے خالہ واقف تھی کیسے بتاؤں گی میں خالہ کو کہ امی اب اس دنیا میں نہیں ہے اسی سوچ میں گھری ہوئی میں اٹک بار تھی کہ انٹیشن پر مجھے لینے کے لیے خالہ اور لالہ بھائی موجود تھے۔

کیسی ہو سریم لالہ بھائی نے بیک میرے ہاتھوں سے لیا اور گاڑی ڈی میں دکھ دیا۔

ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں۔

میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔ میرے سوال پر لالہ

میں تشریف لائیں۔

انشائیہ گئی مریم۔

خالہ آپس میں لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف اور صرف پریشانی دکھاؤ اور تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے جس سے انسان خود کو ہی جلا دیتا ہے۔۔۔ چھوڑیں خالہ اس قصہ کو آپ بتائیں محرش کہاں ہیں اور کیسی طبیعت ہے اس کی۔

بہنی تمہارے ساتھ والے کمرے میں ہی میں براجمان ہے ناشتہ کرو پھر چلتے ہیں اس کی خبر گیری کے لیے خالہ نے اپنی ہلکوں سے آنسو کی لڑیوں کو صاف کیا اور اٹھ گئیں میں بھی خالہ کے جانے کے بعد قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئیں دنیا سے بے خبر اللہ کے حضور گڑ گڑا کر راز و نیاز سے محبت اور پیار کا اظہار کرنے لگی اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند درجات کا سے جو حقوق اللہ اسے نیکی کا رویہ اختیار کرتا ہے چنانچہ میں بھی اسی رویے کو اختیار کر کے خدا کے نیک بندوں کی منزل کا یقین کر رہی تھی۔

ہاں خالہ۔۔۔ صبح خبری کی عادت سے مجبور ہوں۔ بالکل اپنی ماں پر گئی ہو اللہ تمہیں اپنی حفاظت و ایمان میں رکھے خالہ نے میری پریشانی پر محبت بھرا بوسہ دیتے ہوئے مدح بیان کیا۔

خالہ کے اس امر سے اچانک انہیں اپنی ہونٹوں پر کرنت سی محسوس ہوئی مریم ہاں خالہ فوراً خوف سے پیچھے ہٹ گئی۔ میں جواب بے خبری سے قرآن پاک کو خلاف سے نکال کر مقدس و احترام سے چوم کر پڑھنے کے لیے کھولنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ خالہ کے اس فعل سے رگ گئی خالہ نے ایک طویل سانس لیا اور اس بھری نظروں سے مرئی طرف نگاہ کی۔

تم پہلے سے بھی بہت مہتاب و خود شید گد رہی ہو۔

نہیں خالہ کسی بات میں کمر ہٹی ہیں آپ میں تو ایک ناچیز ہوں غلطی کا پتلا ہوں آپ مجھے بہت معتبر بنادی ہیں پلیز ایسا مت کہیے نہیں۔

مریم میں نے تمہاری والدہ اور تمہارے ساتھ بہت ظلم دسم کئے ہیں میرے غرور اور تکبر نے کچھ ایسی شے لیں قائم کی تھیں جن کی رسوائی کا ازالہ میری پیاری معسوم بیٹی کو جیلنا پڑا ہے مریم مجھے عاف کر دو تمہاری ماں نے تو اپنی حیات میں ہی مجھے ان تکانہ سے بری کر دیا تھا لیکن اب میں نے اپنے ضمیر کی رزم سے باز چکی ہوں مجھے پتہ چلا کہ وہاں اس کیفیت سے بیٹی خدا تمہارا احاطہ ہوتا ہے خالہ نے آج اپنے لفظوں کو زبان دے دی تھی خالہ کے اس طرح خلوص دل سے معافی پر میں نے انہیں معاف کر دیا تھا معاف تو میں نے پہلے ہی کر دیا تھا مگر آج جو ایک دوپانس بھی وہ بھی خالہ کی گریہ زاری سے ختم ہو چکی تھی اپنی تمام تکلیفوں کی یاد پر میری بھرتی تھا مگر میں ضبط سے کام لیتے ہوئے خالہ سے گل مل گئی۔

خالہ کی فیملی میں دو بیٹیاں تمنا اور محرش تھیں اور ایک بیٹا لاویب تھا سب سے بڑا ہونے کی وجہ سے لاویب کو سب لال بھائی کہہ کر پکارتے تھے پھر تمنا تھی جو ڈاکٹروں کے کہنے پر کینسر جیسے خطرناک مرض میں مبتلا تھی تمنا سینہ سیر سے کسی بیماری کا سر پر کشن باندھ کر مقابلہ کر رہی تھی مگر بے سود کیونکہ وہ دن بدن ایک ایسی اندھیری کھائی میں گر رہی تھی جہاں موت اس کا دونوں ہاتھیں پھیلائے خطر بھی قیصر سے اور آخری سہرے محرش بھی جو اپنے دقوں میں بے حد ہیں اور غلغلہ بھی مگر اب وہ اتنی لاغر ہو چکی تھی کہ جو کوئی بھی اس کو دیکھتا حیرت و خوف میں پڑ جاتا خالہ کو دس سال ہو چکے تھے اس دنیا کو خیر باد کہتے ہوئے خالہ پہلے پہل تو مست و جامد تھی لیکن جب سے عذاب الہی میں گرفتار ہو میں تو ناک کی لکیریں بھی اچھلی مگر سکھ کا سانس نہ ملا اس لیے خالہ نے اسی سے مجھے یہاں گوجرانوالہ آنے کی التجائی جس بنا پر میں یہاں تھی

جوابی 2014

خونک ڈائجسٹ 170

معسوم بیٹی

ناشتہ سے فراغت پانے ہی میری خدمت پر خالد مجھے لیے
ععرش کے کمرے میں گئیں اور جاتے سے تنہا کو سارا
کام ختم کر کے ععرش کے کمرے میں آنے کی ہدایت
کی جس پر تنہا خالد سے کہنے لگی۔

جی اماں میں آتی ہوں آپ پلیس
لالہ بھائی کہہ رہی ہیں میں نے چائے کا آخری
سپ لیتے ہوئے کہا۔

وہ چلا گیا ہے کام پر بیٹی آؤ چلیں مریم۔ دروازہ
کھولو ععرش۔

یکدم دروازہ کھولا تو گندی بو نے ہمارا استقبال
کیا باظاہر ہر چیز صاف ستھری رہی لیکن کمرے
میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ تھی اندر ععرش لاغر و ضعیف
اور بڈیوں کا ڈھانچہ بنی ہوئی تصویر تھی باریک بینی سے
دیکھتے کیا تو نظروں کے تسامد سے ععرش نے مجھے
ایسے گھورا جیسے وہ مجھے آنکھوں کے راستے ہی نگل
جائے گی۔

خالد کیا آپ کچھ دیر ہمیں تنہا چھوڑ سکتی ہیں
میرے اہتمام پر خالد یہ کہہ چکی تھیں اب کمرے میں
ہم دونوں تنہا اور خاموشی کا راج تھا۔ ععرش میں
خونناک چڑیل کے آثار نہاں تھے میں ععرش کو دیکھ کر
سراپا حیرت میں آئی کہ ماجرہ کیا ہے۔

ہاں ععرش کہیں ہو میں نے پیار سے پوچھا ہو کر
اس کے ہاتھ کو تھا حیرت انگیز طور پر ہاتھ کا لمس ٹھنڈا
سے جان تھا۔ ععرش۔ کیسی ہو۔ میں چوبیس سالہ ععرش
سے مخاطب ہوئی جواب میں ععرش دھپکا کھا کر کھڑی
ہوئی بے تاثر نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

مریم بھاگ جاؤ یہاں سے نہیں تو میں تمہیں
بھسم کر دوں گی میں ہاز و پھیلائے ععرش کی جانب
بڑھی جو مجھے اپنی طرف آتا دیکھ کر اسے قدموں لوٹنے
لگی پھر اچانک ہوا میں معلق ہو کر جیسے تیرتی ہوئی کھلی
کھڑکی سے باہر نکل کر چھلانگ لگادی میں تیزی سے
ععرش کے پیچھے بھاگی لیکن یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا

نہ رہی کہ باہر کسی ڈی روح کا نام و نشان تک نہ تھا
ععرش۔ ععرش میرے پیچھے دھپکا پر ععرش دہش روم سے
باہر نکلی تھی۔

مریم باجی آپ کیسی ہیں وہ بغل گیر ہو کر میرے
گلے ملی۔

ٹھیک ہوں تم داش روم میں تھی تو دھڑکون تھی جو
باہر کھڑکی سے۔۔ آگے میں نے جملہ خودی کھل نہ کیا
تاکہ کہیں ععرش مجھ سے بدگمان نہ ہو جائے۔

اچھا جی مریم آپ نے بھی دھوکہ کھالیا ہے مگر
مجھے کچھ نہ لگتا ہے اور نہ محسوس ہوتا ہے لیکن جیسے ہی
میں مغرب سے لے کر تہجد کے بعد سو کر اٹھتی ہوں
میرے جسم میں درد کی شدت اتنی ہوتی ہے کہ اٹھ کر
چلنا بھی دشوار ہوتا ہے میرے ساتھ کیا ہوتا ہے مجھے
خود پتہ نہیں کہ روز روز کی یہ باتیں سن کر اب مجھے اپنے
آپ سے خوف محسوس ہو رہا ہے ععرش زار و قطار
روٹنے لگی تھی۔ میں جواب تک کھڑی تھی بیٹھنے کے
لیے جیسے ہی بید پر بیٹھنے لگی تو مجھے عجیب طرح کا کڑوا
لگا جیسے ہی اس جگہ پر میں نے بیڈ ٹیٹ تھوڑی سی
سرکائی تو ناپاک پلیدی کے داغ نمایاں تھے آہستہ
آہستہ میں نے بیڈ صوفے بچکے اور کشن کے قیام
کو روں کو اڑا دیا۔ جہاں جگہ جگہ غلاعت نمایاں تھی
ععرش میری حرکات و سکنات کو توجہ سے دیکھ رہی تھی
استغفر اللہ۔ ععرش تمہارا کمرہ ناپاک کا دشت بنا ہوا ہے
میرے کہنے پر وہ شرمندہ ہو کر بت بنی کھڑی تھی
حیرت تھی کہ اس کا بھانڈا پھوٹ گیا تھا کیونکہ کمرے
میں کالے چادر سے لگے گئے تھیں خون کے نشانات
تھے جو درحقیقت الو کی شہرہ لگ سے لگے گئے تھے سوا
یعنی بدلیوں کی را کہ جا بجا کھری تھی سرکائے دار پودا
جس پر جا بجا بالوں کا کچھا لینا ہوا تھا یہ سب کچھ کر میں
سراسیمہ ہو گئی۔

مریم وہ ععرش بڑا کر بولی۔

کچھ نہیں ہوتا ععرش میں ابھی تمہاری خواب گاہ

معصوم بیٹی

خونناک ڈائجسٹ 171

جولائی 2014

کو اس غلامت سے پاک کروادیتی ہوں پر سوچ انداز سے میں باہر کی جانب لگی اور خالہ سے اپنی نگرانی میں تمام پلیدی کی چیزوں کو کمرے سے لیا کمرے سے ہی باہر پھٹکوا دیا تاکہ سحرش کی جان میں جان آئے جہاں چیزوں کی پلیدی دور ہوئی وہاں ہی سحرش کو غسل دلوایا سحرش غسل سے اضطراب میں گھری رہتی اور ایسا ہنگامہ بچال جیسے صاف ماتم بچھا ہوا اور کوئی اپنے سر پر روتا ہوا اس اندیشے کے ڈر سے خالہ سحرش کو غسل کروانے سے اجتناب کرتی خالہ کے بتانے پر مجھ پر دستکشاف ہوا تقریباً گیارہ سال ہو چکے ہیں سحرش کو غسل دیتے ہوئے۔

اف میرے خدا یا۔ کمرہ تو کمرہ خود سحرش بھی بلاشبہ عجیب اقلیت کی آجنگا بھی میری آنکھوں سے سحرش کی ذہنی کولت اور بے بسی چھپی نہ رہی کیونکہ سحرش بڑھاپے کی دورت بنی ہوئی تھی مجھ پر مرگ کی کیفیت طاری تھی یہ سن کر کہ گیارہ سال تک ایک انسان اور وہ بھی مسلمان ہو جسم کی گندگی کو نہ دھوئے تو کیا تم ہے اس جان پر دراصل اس نے اپنے ہی اختیار سے جنہوں نے اسے منی تے دلن کرنے کی گمان لی تھی خالہ کے وہم و گمان میں نہ تھا ان کی بے اعتیاد سے سحرش کو سزا دے رہے ہیں مریم بیٹے بے صدا فسوس ہے ہماری غفلت سے سحرش کو یہ دن دیکھنے پر رہے ہیں خالہ کی ٹپکلی ہمت سے میں نے خالہ کو سلی دی اور کہا اب فسوس نہ کریں ہم انشاء اللہ مل کر چھپے ہوئے عہد کی کھونٹا کر اس مسئلے کو حل کریں گے جلد ہی گرم پانی میں دم کیا ہو پانی ڈل کر سحرش کو غسل دیا تو سحرش کی ہیبت تاک آوازیں آسمانوں کو چھونے لگی جب نہاد صحرش کو بستر پر بٹھایا تو سامنے پڑے ڈریسنگ ٹیبل میں اپنا ٹکس دیکھ کر تسخیر سے قہقہہ لگانے لگی عجیب قہقہوں سے کمرے میں موجود خالہ اور تمنا کو گھبراہٹ ہونے لگی جس پر میں فوراً سحرش اور آئینہ کے درمیان جا کھڑی ہوئی تاکہ سحرش اپنا ٹکس نہ دیکھ

سکے میرے کہتے ہی خالہ نے فوراً آئینہ پر کور دیا تاکہ سحرش اپنا چہرہ آئینہ میں نہ دیکھ سکے کیونکہ آئینے میں سحرش نہیں بلکہ ایک ڈروانا چہرہ نمایاں تھا جسے دیکھ کر سحرش ہانپنے ہونے لگی یا بے جا بو ہونے لگی یا خدا یہ کیا ماجر ہے۔ خالہ کیا سحرش نے بھی بھی آئینہ نہیں دیکھا نہیں سحرش گیارہ سالوں میں پہلی دفعہ اپنا ٹکس دیکھ پائی ہے مریم کیا کروں میں۔۔۔ خالہ حیرت زدہ ہو کر رونے لگی۔ سحرش کا حلیہ عجیب تھا بالوں میں سفیدی آنکھوں کے گرد جھریاں ہونٹ نیچے کئے اور وحشت ناک حلیہ تھا اپنی ابتر حالت پر اس کی وقفہ وقفہ سے ابھرتی سنکیاں اس بات کی طرف اشارہ کر رہی تھی کہ وہ اب ہٹنے کے بجائے رو رہی ہو میں اپنی جگہ ٹھہم گئی۔ میرا شمار اجماد مانہ پڑ گیا قدم بے جان سے ہونے تھے میں مرے مرے قدموں سے چلتی بند کے کناروں پر جگر کھڑی ہو گئی تھوڑا سا کپڑا اوپر ہوا تو میرے پچھنے پر اب شیشے کی جانب سحرش کو بخور دیکھا تھا مگر شیشے میں سحرش خوبصورت حسینہ کی صورت بنی ہوئی تھی اور گھورتی نگاہوں سے شیشے کے پار مجھے ہی تک رہی تھی جتنا چاہو نیز ہا میٹر حاد کچھ لو مگر یہ ہمارے ہاتھوں نہیں بچ سکتی میں نے فوراً اپنی نگاہوں کے زاویے کو بدلے اور خاموشی سے کمرے سے نکل گئی پھر سحرش کو تنہا چھوڑ کر خالہ بھی اپنی آجنگا چلی گئی ظہر کی نماز پڑھ کر قرآن پاک سے کچھ آیتوں کو سننے پر درج کیا ہی تھا کہ دوبارہ سحرش کے کمرے سے چننے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

یا خدا خیر کرے اس بے گناہ ہستی پر اس آتش جہنم سے اس کے بدن روح کو آواز کر دے میں ہاتھوں کو دعا کے لیے اٹھائے کر یہ زاری میں مشغول تھی اب سحرش کے دادیلا سے بھی کمرے میں سحرش کے گرد جمع تھے میں بھی جلد وہاں بھی میری حیرت میں اب پریشانی بھی شامل حال تھی خالہ میرے کہنے پر بھی سحرش کو خواب گاہ میں تنہا چھوڑ گئی۔

خالد میں نے کہا بھی تھا کہ محرش کو آج اس کی خواب گاہ میں تنہا نہیں چھوڑنا لیکن لگتا ہے کہ آپ اسے چھوڑ گئی ہیں خالد نے شکست میں ڈوبے ہوئے مجھے التجائی نظروں سے دیکھا۔

آپ سب سمجھتے کیوں نہیں ہیں۔ محرش کے ادھر کوئی ایک نہیں بلکہ پندرہوں کا ہیرا ہے جن کا یہاں سے جانا ناممکن ہے مگر مجھے اپنے رب پر یقین ہے کہ جب تک آپ سب اس پاس رہیں گے اور ایک دوسرے سے رابطے میں رہیں گے تو کسی بھی نقصان سے بچے رہیں گے کسی بھی تنہائی سے اجتناب کریں اگر خداخواستہ کچھ ہوتو خبر تو کر سکیں۔ چنانچہ میں نے صلیبی پر لکھی آیتوں کو تحویذ کی طرح لپیٹ کر سب کپڑے میں باندھ کر محرش کے گلے میں ڈال دیا تحویذ کا ڈالنا تھا کہ محرش یکدم بے ہوش ہو گئی لالہ بھائی نے فوراً محرش کو رسیوں سے باندھ دیا محرش رسیوں میں جکڑی بے خبر فیئہ کی دلوہوں میں جھنجھکی تھی رات پر سکون گزرتی چلی گئی وقتاً فوقتاً ہم بھی اس کے کمرے کا چکر کاٹتے رہے اسی طرح رات گزرتی محرش فجر کی نماز کے بعد میں آج اس گھر کا ویزٹ کرنے کے لیے باہر آگئیں میں نکل پڑی ملازمت کے اگلے حصے سے سیر کرتی ہوئی جب میں گھر کے پچھواڑے میں پہنچی تو وہاں نگے پودوں کی کیا رہوں گی مٹی خون سے غمری ہوئی تھی اس پر انداز مٹی سے میں حیرت میں جا گزرتی تھی اصل حقیقت کیا ہے ابھی تک نہیں میں جان پاتی تھی مگر اس مٹی میں ایسا تو کچھ تھا جو مجھے یہ مٹی منفرد لگ رہی تھی میں نے اپنے چاروں سمت دم سے دائرہ لگایا پھر پاس پڑی ہوئی کھربلی سے مٹی کو کھودنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے میں کھودتی گئی ویسے ویسے مٹی سے خون اگلنے لگا میں اپنی کم عمری سے ہی بہت بھیا تک اور خوفزدہ واقعات کو دیکھا تھا لیکن اس بار تو کچھ اور ہی قصہ لگ رہا تھا میں اللہ پر بھروسہ کرتی ہوئی اپنے کام میں لگی رہی حتیٰ کہ پانچ

فٹ کی زمین کھودنے پر مجھے ایک کالے رنگ کا تھیلہ ملا تھیلے کو جیسے ہی کھولا تو اس میں سے ایک بڑی نما گزیا برآمد ہوئی اس کی مشابہت محرش سے ملتی جلتی تھی اتنی مماثلت پر میں حیران ہوئی اس گزیا کے معائنہ کرنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ کالے کمرے کی کھال سے بنائی گئی تھی چھان بین پر اس گزیا کے ٹھیک حرام مغز میں ایک رنگ آلود کیل دیا تھا جیسے ہی کیل نکالا اس جگہ سے بشر کی طرح خون نکلنے لگا گزیا پر پڑھ کر پھونک مارنے سے نیکھت گزیا کو آگ لگ گئی جو دیکھتے ہی دیکھتے راکھ میں تبدیل ہو گئی جب سارا کام انجام پایا ہو گیا تو میں دوبارہ گھر کے اندر داخل ہوئی خالد روڑنی ہوئی باہر ہی آگئی۔

مریم۔۔۔ مریم۔۔۔

جی خالد جانی کیا ہوا آپ اتنی کاپ کیوں رہی ہیں کیا بات ہے۔

مریم وہ محرش مر جائے گی خدا کے لیے اسے صرف تم ہی بچا سکتی ہو پتہ ہے مریم میں جس قدر کے پاس محرش کو لے جاتی ہوں وہ یہ ہی کہتا ہے کہ تمہارے سائے خاندان میں ہی ایک ایسی لڑکی نے جنم لیا ہے جو اسلامی تاریخ کی گیارہویں کو پیدا ہوئی ہو اس کی پیشانی پر اللہ کا پر نور محراب بنا ہوا ہو جو دراصل بزرگی کی علامت ہے میں بھی سے تلاش میں لگ گئی لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ جس عورت کی بیٹی کو میں کالے جادو سے قسم کرنا چاہتی ہوں اسی عورت کی بیٹی سے مجھے سکون ملنا ہے۔ میں کیا کروں مریم۔

خالد کی ابتر حالت پر مجھے خود درونا آگیا کہ میں ہی وہ شخصیت ہوں جس سے آپ بری ہو سکتی تھیں مگر خالد میری روحانی طاقتوں کا علم آپ کو کیسے ملا۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

دراصل مریم ایک دن میں کالا یعنی سفلی علم کروا کر تمہارے گھر کی ماہلی تو وہاں جا کر میں جو میں نے دیکھا میری حیرت کی انتہا نہ رہی تمہاری والدہ

اچھا خالہ چلیں سحرش کے پاس جلد ہی ہم سحرش کے کمرے میں تھے مگر یہ دیکھ کر مجھے حیرت نہ ہوئی کیونکہ میں جانتی تھی کہ سحرش کے سر پر پتی بندھی ہوئی ہوگی۔ میرے پوچھنے سے پہلے ہی تمنا بتانے لگی۔

جیسے ہی میں واش روم سے فارغ ہو کر باہر آئی تو دیکھا کہ سحرش کا سارا اٹھکھ خون آلود ہوا ہے میرے چپٹے پر لالہ بھائی دوڑے آئے سحرش کو اٹھا کر پٹی باندھ کر وہ بارہ لٹا دیا سحرش کے ساتھ تمنا کے رونے پر میں نے اس کے کندھے پر ہتھکی دیتے ہوئے دھماکے بندھائی۔

کچھ نہیں، تمنا اللہ پر بھروسہ رکھو، بس آج کا دن سے اس کے بعد سکون ہی سکون ہوگا آج رات میں سحرش کے ساتھ سوؤں گی کھانے کی طلب نہیں ہے بس صرف ایک دودھ کا گلاس چاہیے وہ بھی عشاء کی نماز کے بعد۔

اچھا، مریم میں لادوں گی آپ کا بستر علیحدہ بچاؤں کے آپ سحرش کے ساتھ ہی بیڈ پر سو جائیں گی۔ تمنا نے پوچھا۔

نہیں تمنا میں سحرش کے ساتھ ہی سوؤں گی تمنا یاد سے عشاء کی نماز کے بعد سحرش کو دودھ کا گلاس دے دینا اب جاؤ اور خالہ کو لالہ کو سٹل دی انہیں کھانے کے لیے کچھ دو تمنا میرے سر پر جلد ہی فارغ ہو کر چلا گئی میں کمرے میں اپنے قیمتی اثاثوں کو انخلا کی عشاء کی نماز سے فراغت پاتے ہی تلاوت قرآن پاک کے بعد وظیفہ کر کے میں سحرش کے پہلو میں لیٹ چلی تھی سحرش ابھی بھی نہ ہوشی میں تھی۔

یا خدا اس کی تفسیر معاف کر دے ماں کی غلطیوں کا ازالہ یہ بھاری بھنگت دہی ہے کرم کر میرے مولا آج جو شر اس پر حاوی ہونے کو آئے اسے فوراً جکڑ کر زائل کر دے آمین میں کر دت لے کر لیٹ گئی تھی تمنا کب کمرے میں آئی اور کب دودھ کا گلاس سحرش کو پلا کر نیکل پر رکھ گئی تھی آج مجھے بہت غنودگی

تمہارے بال بٹاری تھی بس تھی میں دیکھ پائی کہ تمہاری پیشانی پر ایک ستارہ جگمگا رہا ہے جو حجاب کی نشانی ہے ایسے کم ہی بچے قسمت والے نگہداشت کے وقت بچتے ہیں تمہاری جگمگاتی قسمت کو دیکھ کر ہی میں حسد کی طرح چل پڑی میں تمہاری بربادی کا سن لے کر جیسے ہی ایک قدم بڑھی کہ یکدم میرے پرس کو آگ لگ گئی میں چیخ مار کر اپنے پرس کو دور پھینک دینے پر مجبور ہو گئی بے حد افسوس سے میں رونے لگی کیونکہ اس میں تعویذ تھا وہ تمہاری بربادی کے لیے تھا کہ جیسے ہی سفلی علوم کا غم شروع ہو تو تم گھر سے کہیں دور دشت میں پانگلوں کی طرح بھاگ جاؤ تمہاری ماں تمہاری یاد میں تڑپ کر مر جائے گی مگر میرے سارے دارالئے ہو رہے تھے صرف تمہاری پیدائش روحانی طاقت سے یہ گھر بچتا رہا ہے میں گندے محل تم پر کرتی گئی مگر تم اللہ کے کرم سے بچتی گئی پھر جب سحرش تیرا سالی کی ہوئی تو ان سالیوں میں جکڑ دی گئی ہیں سالی کی عمر تک میں چروں کے دروں پر دھکے کھاتی رہی لیکن بے فیض رہی مگر ایک دن ایک فقیر آبا جس نے بتایا کہ صرف اور صرف تمہیں مریم ہی بچا سکتی ہے اور کوئی نہیں جس کے حلیے کے بتانے پر میں نے خالہ کو فوراً سے دیکھا۔

کیا خالہ اس فقیر کے ہاتھوں میں لوہے کی بیڑیاں تھیں۔

ہاں ہاں مریم۔ خالہ جنت سے ہوئیں لیکن تمہیں کیسے پتہ۔

بس ویسے ہی پوچھا تھا۔ میں خالہ کو نہیں بتاتا جانتی تھی کہ گوجرانولہ کے سفر میں مجھے وہی فقیر ملا تھا جس نے خالہ کو میرا کہا تھا کہ تمہیں صرف وہ بچی ہی بچ سکتی ہے۔

بس مریم اللہ اور تمہاری ہی وجہ سے میری جی بچ سکتی ہے کچھ کرو مریم۔ خالہ کے کہنے پر میں تسلی دیتی ہوئی ہوئی۔

کوئی کام نہیں ہے ابھر آؤ میرے پاس اپنے
 بالوں کی چٹیا کو کھولو اور جو بھی زیور ہیں ان کو اتار پھینکو
 اپنے جسم سے جلدی کرو وقت بہت کم ہے جیسے میں
 کہتی گئی تمنا کرتی گئی حتیٰ کہ اب میں نے تمنا کو فرس پر
 بے سدا ملا دیا تھا جب تک میں اپنا کام کرتی رہی وہ
 عزے سے سوئی گئی رہی چلو تمنا اب اتنی ہو جاؤ
 میرا نے ہلا جلا کر اسے لٹا دیا یکدم تمنا کے لئے ہونے
 پر اس کے منہ سے کالا دھواں نکلا تھا جس سے تمنا

غزل

اپنے دل کی حالت وہ کسی کو دکھاتا نہ تھا
اسے کیا فہم تھا وہ کسی کو بتاتا نہ تھا
خزاں کا موسم جب سے اس کا نصیب بن گیا
اسے تب سے کوئی اور موسم بھاتا نہ تھا
لوگوں کو بٹانے کے واسطے زندگی جتا رہی اس نے
کتنا عجیب تھا وہ شخص یو خور مسکراتا نہ تھا
جانے کس انتظار میں بیٹھا رہتا تھا وہ صبح شام
شخص دور دور نکلتا ہوتا تھا
آج وہ وہ کے وہ مجھ سے آیا ساحل
جو رہا دے کر رہا رہتا نہ تھا
ہمیں دیکھیں صد ام حسین۔ مکی خان پبل

بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے شعر لکھا گیا ہے اس کا نام و مقام

نام شہر

شعر

شعر بھیجنے والے کا نام شہر

یہ شعر مجھے پسند ہے

اس شعر کو آپ کو پسند آیا ہے اور آپ اسے اپنے پیاروں کے نام لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔
اس شعر کو آپ کو پسند آیا ہے اور آپ اسے اپنے پیاروں کے نام لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔

نام شہر فون نمبر

پتہ شہر

.....

.....

پچھوال اور گلیاں

آئی ہے یاد تیری اچھا ہے لما تیرا
اسے دل تیرا رہے والے تھو کو سلام میرا
محمد عرفان - پک وپ عبدالحکیم

لطائف

ایک بکلی نے دوسری سے پوچھا: بھوت رہے ہیں
آخرات کیا ہے؟ "بھوتے شوہر کوئی بی ہوگی ہے اور سرکادی
ڈاکٹر نے سنی اور بیک مری جانے کا لکھ دیا ہے۔ لہذا ہم کل مری
ہمارے ہیں۔ یوں مری مری دیکھنے کی دہریہ آرزو ہماری ہو
ہلے گی، وہاں خوب سیر کر دیں گی۔"

ایک شخص اپنی بیوی کے گردار پر بیٹھ کھجائی کرتا
رہتا۔ اسے برا بھلا کہتا اور گھر کا ماحول اس وجہ سے خراب
رہتا۔ ایک دن اس کے دوست نے اس کی وجہ پوچھی۔
بار کیا تاؤں ایک دن دفتر کے کسی کام سے گھر کے
سامنے سے گزرا اور گھر میں داخل ہو کر اوپر چلی خانے میں کام
کرتی بیگم کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ اس پر دوڑے بغیر
ہوئی۔ "ابھی تمہارا دل نہیں بھرا، چھوڑو اب اُن کے آنے کا
وقت ہو رہا ہے۔"

محمد اسحاق اجمل - نکلن پور

سورۃ یسین پڑھنے کی برکتیں

- ✽ بھوکا پڑھے گا تو سیر ہوگا۔
- ✽ بچا سا پڑھے گا تو سیراب ہوگا۔
- ✽ خوفزدہ پڑھے گا تو امن ملے گا۔
- ✽ بیمار پڑھے گا تو صحت ملے گی۔
- ✽ تھکی پڑھے گا تو آراہی ملے گی۔
- ✽ مسافر پڑھے گا تو صحت ملے گی۔
- ✽ مرد پر پڑھا جائے تو عذاب مخفی ہوگا۔
- ✽ کسی کم شدہ کے لئے پڑھی جائے گی تو کم شدہ چیز مل جائے گی۔

مستنبہ عباس - شہزادی سیداں

تمنا تھی کہ کوئی ٹوٹ کر چاہتا ہیں بھی غصہ
مگر ہم خود ہی ٹوٹ کر بکھر گئے کی کی چاہت میں
ڈاکٹر عبدالرزاق ناصر - سیٹلاں

کوئی افسوس نہیں

پاکستان ٹیلیکٹرانٹ میں ہی فائل بخدزی لینڈ سے ہوا
گیا جس کا اسوی ہوا بھی اور نہیں بھی ہوا۔ افسوس اس لئے
نہیں ہوا کیونکہ ہم کو بخدزی لینڈ نے نہیں ہرایا ہم کو ایسا نہ سنے
ہرایا۔ مگر اکل ناٹ آؤٹ تھے انہوں نے آؤٹ فرار سے
دیا۔ بخدزی لینڈ کے تین چار کلاڑی ایل پی آؤٹ تھے لیکن
وہ پائز کو نظر نہیں آیا۔ بہر حال ہم کو اپنی ٹیم سے کوئی ٹکہ کوئی
ٹکامہ نہیں انہوں نے بہت اچھا کھیل کھیلایا۔ کچھ بخدزی
قسمت نے بھی اس دن ہماری ٹیم کا ساتھ نہیں دیا۔ خاص کر
پنس سے اہم سولہ پر چھ چھوڑ دیا۔ بہر حال جب قسم ساتھ نہ
ہو تو اس طرح ہو جاتا ہے۔ بہر حال آئندہ ہماری دعا میں اپنی
ٹیم کے ساتھ ہیں، خدا ایسا نہ کرے کہ ہم بدامین نہ رہیں۔

پنس عبدالرحمن گھڑ - نیو لاٹھ

عبدالرحمن

میں جب بھی تم سے جدا ہونے لگتا ہوں میرا دل
دھڑکنے لگتا ہے، دل تو بے لگتا ہے، دل رونے لگتا ہے۔ =
ظالم دنیا مجھ ہی اتنا کر دیتی ہے کہ مجھے تم سے جدا ہو کر دور
جانا پڑتا ہے اور جب میرا تم سے دور چلا جاؤ تو ہر وقت
تمہارے ہی خیالوں میں ڈوبا رہتا ہوں، تمہارے ہی گیت
منتہا رہتا ہوں۔ اللہ نے تجھے اتنا حسن دیا ہے کہ میں
تمہاری جتنی بھی تعریف کروں کم ہیں وہ شیوں سے جتنی ہوئی
تیری گلیاں، وہ تیری خوبصورت سڑکیں، پھولوں سے لگی ہوئی
ڈاکٹریں، میں بھی نہیں بھول پاتا۔ تم سے جدا ہونے کے دل ٹکرتا

ہے کہ کاش میں اتر کے تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ مجھے تمہاری
یاد بہت آتی ہے۔ اسے میرے پیارے شہر عبدالرحمن مجھے تمہاری
یاد بہت آتی ہے۔

خود بنامک ڈائجسٹ 7: 1

۵۔ جو عورت بلا ضرورت گھر سے نکلتی ہے وہ ابراہیمی دہلیوں
برابر ہے۔

پاکستان میں نے ایک عہد سے شادی کی اس کی جڑوں خنجر سے
میرے پاس نے شادی کی یوں میری وہ اپنی میری ماں میں
میں نے گھر بنی ہے وہ ہوتی تو وہ میری بہن بنی مگر میں
اس کی ہنسی کا شہر تھا اس لئے وہ میری تو اسی گھر بنی۔ اس
طرح میری بیٹی اپنی والدہ کی کا بھائی میں گیا اور میں باہل ہو گیا۔
عمر آصف علی میر۔ موٹا ہے چنٹا

178 李 欣

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتوں کو فرمایا کہ (ترجمہ) مدت سے ہاں میں جکھو بھی تکی نہیں ہوتی، اور اللہ پاک خود درگاہِ درگاہ کرنے والے کو عزت و مقام عطا فرماتے ہیں اور جب بھی کوئی بندہ اللہ کے لئے قواقع اور انکساری اختیار کرتا ہے، اللہ کی ذات اُسے بلندی عطا کرتی ہے۔ ("نظم ۱۹۹۹ء، اذقیاس: "سبھرے اور اقی")

عمر و بیگم کی کہ اور رہنے سے عشق کزور ہوتا ہے بلکہ
اور بیگم گہرا ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کی غلط فہمی ہے و بیگم کی بیگم
وہ کہ بیگم کو کہیں نہ کرے۔ یہ لکھا جی ہے نہ لکھو نہ
سے بھی نہ جاتا ہے نہ کرتے ہوئے بھی نہ جاتا ہے۔ اس میں
کوئی ذات پاک نہیں ہوتی کوئی چہرہ ہر انکس ہوتا یہ انسان
کے پس کی ذات نہیں ہوتی یہ تو قدرت کی طرف سے ہوتا ہے۔

پیار ہوتا ہے تو ہوتا ہے یا ہوتا ہی نہیں
 بچے پیار میں کوئی روپ کوئی رنگ نہیں ہوتا پیار بالکل مادہ اور
 بے رنگ ہوتا ہے۔ عرصہ ضرور ہوتا ہے مگر پیار میں حرا اس کو
 ہوا و ہوا چھوڑ دیتا جھوٹا پیار کرتا چھوٹے دلد سے کرتا سے پیار
 نہیں کہتے پیار اندھا ہوتا ہے۔ یہ بھی سچ ہے مگر پیار ایک پیسا
 نہیں ہوتا خاص کر کے آج کل کے پیار یہ رنگ رکھتے ہیں مگر
 جو میری نظر میں پیار ہے اس کا کوئی رنگ نہیں داتا تو ایک خوشبو
 کی طرح محسوس کیا جاتا ہے، جیسے محسوس کرو!

تموز ۱۹۷۱ء میں

وہ ملا بھی تو راو میں ہوں ملا
میں نظر ملا کے تڑپ گیا وہ نظر بھلا کر گزر گیا
عمر آصف علی میر - ہر رنگ کے چشمے

◆ کل عورت غلاب خود کوڑھا پنے کے لئے کرتی تھی۔
 ◆ آج عورت غلاب لیشن کے لئے کرتی ہے۔
 ◆ کل کے بچے ہڈیوں کے پیچھے بھاگتے تھے۔
 ◆ آج کے بچے سکول سے بھاگتے ہیں۔
 ◆ کل کالج گزرنے کے ایک میں کتابیں بھرا کرتی تھیں۔
 ◆ آج کالج گزرنے کے ایک میں ہپ تنک اور لیٹرن ہوتی ہے۔
 ◆ کل میز کیوں بڑا یک سسم کے لئے بنتی تھیں۔
 ◆ آج میز کیوں لوٹنے کے لئے بنتی ہیں۔
 ◆ کل کی عورت مادگی پر انحصار کرتی تھی۔
 ◆ آج کی عورت میک اپ پر انحصار کرتی ہے۔
 ◆ کل لوگ بس پر چڑھتے تھے۔
 ◆ آج بس لوگوں پر چڑھتے ہیں۔

عقراں پنجم۔ ماڈی شریف

ت

خودک و انجمن ۹۹

یہ اتنا لطیف لفظ ہے اس کا اعجاز و وہابی کر سکتے ہیں جو محبت کرتے ہیں۔ یہ دو دلوں کا راز ہوتا ہے اور جو اپنا راز دوسروں کو بتاتے ہیں وہ محبت نہیں کرتے بلکہ ناظم پاس کرتے ہیں۔ لفظ محبت بہت بڑھا ہے لیکن جن چار لفظوں کا یہ مجموعہ ہے اس کا مطلب ہے م سے صحت ح سے ملاکت ب سے برداری ت سے تباہی ان چار لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے محبت۔ اگر ہر بہادر کرنے والا جن لفظوں میں روا کر محبت کرے تو پھر وہ کبھی دھوکا نہ کرے یا محبت کرنی چھوڑ دے۔ (مستطعم)

فرمان رسول اللہ ﷺ

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کی بیماری کے وقت حاضر ہوا۔ آپ کو سخت بخار تھا، میں نے عرض کیا کہ آپ کو تو بہت ہی سخت بخار ہے (شاید) اس لئے ہو گا کہ آپ کو دوا جرطیں لگے۔ آپ نے فرمایا ہاں مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچ پاتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے عیش گناہ بھانڈو بتا دو جس طرح ملک و دولت کے بے گھر ہوتے ہیں۔ (بخاری: کتاب الطب)

شہروں کو کیا کہتے ہیں؟

- ✦ مسر کا شہر قاجروں کا شہر۔۔۔۔۔ بازاروں کا شہر۔
 ✦ چابان کا شہر ٹوبہ۔۔۔۔۔ اہلس اور کاندھوں کا شہر۔
 ✦ ایران کا شہر شیراز۔۔۔۔۔ اہلس اور پھولوں کا شہر۔
 ✦ پاکستان کا شہر حیدرآباد۔۔۔۔۔ ہوا اقول کا شہر۔
 ✦ بغداد کا شہر گنت۔۔۔۔۔ حکامات کا شہر۔
 ✦ بغداد کا شہر براہ۔۔۔۔۔ روٹی کا گھر۔
 ✦ سعودی عرب کا شہر مکہ۔۔۔۔۔ اللہ کا گھر۔
 ✦ اٹلی کا شہر پینورہ۔۔۔۔۔ لعل پاکستان۔
 ✦ ایران کا شہر بعل آباد۔۔۔۔۔ پاکستان کا انجمن۔
 ✦ ایران کا شہر گرگانہ۔۔۔۔۔ شایوں کا شہر۔
 ✦ بغداد کا شہر بعل۔۔۔۔۔ پتھروں کا شہر۔
 ✦ عراق کا شہر بعل۔۔۔۔۔ خاموشی گزروں کا شہر۔
 ✦ عراق کا شہر بعل۔۔۔۔۔ مسکروں کا شہر۔

مہر قربانِ دل - حبیب - آباد

مرد حسین اور الطاف حسین دکنی کے نام

مرد حسین! آپ کی مہربانی آپ نے مجھے ایک فرائیجے دوست سے آگاہ کیا اور الطاف آپ نے بھی اس دوست کی کہانی سنا کر مجھے ایک بہت بڑے فرائیجے سے بچا دیا ہے۔
الطاف بھائی! آپ کی بہت مہربانی آپ کی وجہ سے میں ایک فرائیجے سے بچ گیا ہوں۔

محمد آصف علی میر۔ سوہیلے چٹھہ

آلو بخارہ ہو گئے

ایک دن بیوی تنگ ہو کر خاوند سے بولی: آپ کچھ کام کیوں نہیں کرتے۔ بچے بھوک کی وجہ سے سوکھ کر چھوڑے ہو گئے ہیں۔ خاوند بولا: لود کیا کروں، ایک دن ہم زہیزہ تھے اور اب آلو بخارہ ہو گئے ہیں۔

ملک طیب اعوان عسکین۔ گھیری شریف

خیرات

ایک مولوی صاحب دعا فرما رہے تھے، موضوع تھا "خیرات" وہکے سننے والوں میں ایک شخص بھی تھا۔ مولوی نے دعا ختم کیا اور دولت مند شخص سے پوچھا۔ "خیرات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" دولت مند بولا: "سمان اللہ خیرات کی کیا برکات جہاں جی چاہتا ہے اسی وقت جھولی پھیرا کر ماتھے ٹکوں۔"

ملک طیب اعوان عسکین۔ گھیری شریف

کھیلوں کی معلومات

بھلا پاکستان کا قومی کھیل ہاکی ہے۔
بھلا پاکستان نے 3 بار ہاکی کپ گولڈ میڈل جیتے تھے۔
بھلا ہاکی کھیل سب سے زیادہ تحصیل گوجر ضلع لوہانگ سنگھ میں شہر اور مغبوط ہے۔

کھیلوں کا صنعتی شہر یا ٹکٹ ہے۔
پاکستان میں سب سے زیادہ کھیل اچانے والا کھیل کرکٹ ہے۔

کرکٹر محمد یوسف نے 2006ء میں دو عالمی ریچرڈ ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز اور لوہانگ بانی ٹیم۔
دن ڈے کرکٹ میں وہی ہزار سے زیادہ رنز بنانے والے

کھلاڑی یکن ٹنڈاگلر، راہول زریچو، سارو کنگلوی، انضمام الحق، ہستہ بے سہر یا ہیں۔

دن ڈے کرکٹ میں تیز ترین پٹری بنانے والا کھلاڑی شہم خان آفریدی ہے۔

دن ڈے اور ٹیسٹ کرکٹ میں ایک ہزار ویکٹس لینے والا کھلاڑی مرلی دھرن ہے۔

آنکس ہاکی کی ایئر اکیڈمی اسے ہوئی۔

اسکواٹل کی ایئر اکیڈمی سے ہوئی۔

ٹیسٹ کرکٹ میں آٹھ ہزار رنز کھل کرنے والے پاکستانی کھلاڑی چلا دیہ میاں داد تھے۔

عبدالحیہ لبرار۔ آواران نورندہ

بتل شخصیت کا آئینہ دار

گال پر بتل: نہایت گہری مستقل مزاج شخصیت کا علامت ہے۔ ایسا شخص ہر معاملے میں میانہ روی کا قائل ہوتا ہے۔ اسے مدد دینے سے کچھ ناگوار ہوتا ہے اور ہر حال میں خوشی کو دیکھ کر ہنس دیتا ہے۔

ٹھوڑی پر بتل: کسی بھی جانب کیوں نہ ہو اچھی علامت ہے۔ اس بتل کے حامل لوگ قابل رشک شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ انہیں گھوٹے پھرنے کا خوب شوق ہوتا ہے، دوسرے لوگوں کی خوبیوں کو اپنانے کا فن انہیں خوب آتا ہے۔

ہونٹوں پر بتل: اس بتل کے حامل لوگ فیاض شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ آسانی سے مقام بنا لیتے ہیں۔
بائیں کے دوہا میں بتل: یہ عمل اعزاز منصب اور دولت اور خوشیوں کا باعث ہوتا ہے۔ ایسے لوگ آسانی سے مقام بنا لیتے ہیں۔

اچھ پر بتل: بے حد باصلاحیت شخصیت کی پہچان ہے۔ ایسے شخص کو دولت، عزت، شہرت سب کچھ میسر آتا ہے۔

ناک پر بتل: اس ناک کے حامل لوگ ظالم دوست ہوتے ہیں۔ عمر ان کے مزاج میں ٹکوں بہت ہوتا ہے۔ ایسے لوگ ہر وقت دولت کے پتھر میں رہتے ہیں خواہ منصوبہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو۔

کلائی پر بتل: ایسے لوگ کفایت شعار طبعاً خوش تدبیر اور ایجاوات کے ماہر ہوتے ہیں۔

پیروں پر بتل: ایسے افراد کو سخت محنت کر کے بچھن کی دشواریوں پر عبور حاصل کرنا ہوتا ہے۔

ہاں کے قدموں تلے جت ہے۔
عزیم ہیں۔ سونا غول

احکام: غلیل، اور ملک - شیولانی شریف

خواتین کی نگہوں سے ان کی شخصیت کا اعجازہ لگایا جا

بہرہ بری آنکھوں والی دھنیزائیں بہت ہی مطلوب ہوتی ہیں۔

کالی آنکھوں والی منٹ بازک حاضر جمال شمس باہر ہوئی

۱۰ شادی، نکاح، عروسی کی رسم سوانح بہت عجیب ہوتی ہے۔

کتابخانه ملی افغانستان

[illegible]

۱۔ جیل آگسٹوں ہائی کوری سیریں دین جون ہیں۔

۲۔ دستاؤ گھنٹہ انڈیہ کے لیے اس میں راجہ پانچو

☆ رسی آٹھوں والی خدائیں کو ملنے کا بہت سہل کام ہے۔

✽ گزیری آنکسوں کی مالک صنف چترک شریف ہے۔

مشکل ہے دستیاب ہوا ہے۔

شک و شبہ ہوتا ہے۔

151

.....

ہاں لی ضرور دہانہ ہے، کہ فی ہاں ایسی ہوتی۔

— 4 —

✽ ہاں دنیا کا مقصد میں ترین درست ہے۔

اگست 2004ء میں ہارنہ کیو لینا کے شہر "ان" میں

میں نے اپنے لیے ایک خاص جگہ منتخب کی تھی۔

آج کل کے مسلمانوں کے لیے یہ بات کہیں سے کہیں نہ آئی ہو۔

اور اگرچہ یہ سب کچھ بڑے بڑے لوگوں کے ذہنوں کے لئے ہے

عمر ہے۔ آپ نے یہ سب کے سب

میں نے اس کے لیے ایک اور چیز کی ضرورت محسوس کی۔

طرح 2004ء میں ایک نئے مالی ریپورٹنگ کا دوری کیا گیا ہے۔

زمین کڑا دے سے مستحق تھا۔ دس دن تک لیر میں رہنے کے

کہ طاہرہ میں نہیں نے زیادہ تر وقت سرگرمی گزارا تھا۔

ہے میں ہا کے بچے کو جنگل میں چھوڑ دیا تھا لیکن قدرت کو

ہمات سال تک اس بچے کی دیکھ بھال کی اور پرہیز کی۔

خود بھی نہیں کھال سکتا تھا۔ وہ کہتے کی طرح دونوں ہاتھوں

کرا احسانات و جذبات کا اظہار کر رہا تھا۔

وہاں تک کہ اس سے طویل و تقامت جانور سے بعض لوگوں نے اس

نیو یارک میں ہونے والی تقریب کے سلسلہ میں

دو آتش پر جگا کرے اور اس کو مارے یہ علامت مریہ میں
صادقین ہے۔ (6) پہلائی جگہ پر ماضی ہو جاتا ہے یہ علامت
مترائین ہے۔ (7) اس کی جائے رہائش پر کوئی غالب ہو جاتا
ہے تو اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جگہ چلا جاتا ہے یہ نکالی
مترائین کی ہے۔ (8) اس کو بھریں اور پھر نکلا جائے تو نوما آ
جاتا ہے مار کا کینہ نہیں رکھتا یہ علامت خاتمین سے ہے۔
(9) کھانا سامنے دکھا ہوا دیکھتا ہے تو دور بیٹھا ہوا کھاتا ہے یہ
علامت مساکین سے ہے۔ (10) کسی مکان سے کوئی کر
جاتا ہے تو پھر اس کی طرف التفات نہیں کرتا یہ علامت
مخرومین سے ہے۔

اے عزیز قناعت کا سبق کتے سے حاصل کرنے اکثر
دیکھا ہو گا کہ چکاری کتوں کو دب گئی کوچوں کے کتے دیکھتے
ہیں تو ان پر بھونکتے ہیں اور کہتے ہیں اے مسکینو! دب تم نے
مردمرد اور لڑکے کھانوں کی طرف رغبت کی تو تم زنجیروں کے
ساتھ قید ہو گئے اگر تم بھی گری پڑی اور روکھی سو گئی چیزوں پر
قناعت کرتے تو چاروں المرح کھلے اور آزاد ہو کر رہ گرتے۔
محمد عمران بٹ۔ ذحوک ڈل

معلومات قرآن پاک

- ✽ قرآن پاک میں 700 سے زائد ہر نماز کی تعین کی گئی۔
- ✽ سورۃ النہیں کو قرآن پاک کا دل کہا جاتا ہے۔
- ✽ قرآن پاک میں 8666 آیات ہیں۔
- ✽ سورۃ الرحمن کو قرآن پاک کی دھن کہا جاتا ہے۔
- ✽ قرآن پاک میں کل چودہ جہدے ہیں۔
- ✽ قرآن پاک مضاف المبارک میں نازل ہوا۔
- ✽ قرآن پاک مضاف المبارک میں نازل ہوا۔
- ✽ قرآن پاک میں کل تیس پارے ہیں۔
- ✽ قرآن پاک کی سب سے لمبی سورۃ البقرہ ہے۔
- ✽ سورۃ نوہ ایک ایسی سورۃ ہے جس سے پہلے ہم اللہ نہیں
پڑھی جاتی۔ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورۃ کوثر ہے۔
- ✽ قرآن پاک میں کل سات منزلیں ہیں۔
- ✽ قرآن پاک میں کل ایک سو چودہ سورۃ ہیں۔
- ✽ قرآن مجید واحد کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ
پڑھی جاتی ہے۔

ڈاکٹر سعید اداس۔ مازی

ہانتے ہیں کہ اس کی زبان بھی بہت زیادہ لمبی ہوتی ہے
زبان کی زبان ایک ٹٹ سے بھی زیادہ لمبی ہوتی ہے جس کا
مضبب یہ ہے کہ وہ اپنی زبان سے اپنے کان پاہی سکتا ہے۔
16 91 دینی صدی بیسوی میں انمارک میں غیر کرنسی کے طور
استعمال ہوتی تھی اور غیر کے بدلے کوئی بھی چیز خریدی جاسکتی
تھی۔ 1956ء میں ہم جواں کی ایک نیم دب مضب جنوبی بنگلی
تو نہیں وہاں ایک چیز ملی جو ایم چیز کاٹن تھا جسے کہیں مساک
اور ان کی نیم 1912ء میں وہاں چھوڑ کر واپس آ گئی تھی۔ یہ
غیر 40 سال سے زیادہ عرصے پہلے ان میں محفوظ کی گئی تھی۔ یہ
غیر اس وقت بھی کھانے کے قابل تھی۔

فیل احمد ملک۔ شیدائی شریف

اقوال زریں

- ✽ کھانے کی ابتدا نمک سے کرو، اس سے مزہ یاد رہے
قناعت ہوتی ہے۔
- ✽ کمزور پر حمل کرنا بادل کی علامت ہے۔
- ✽ بھولوں کی دوستی سے پہلے کانٹوں سے دوستی کرو۔
- ✽ اس چیز کے لئے آنسو مت بہاؤ جو تمہارے لئے نئی سی نہ
ہو۔
- ✽ غم کو زندگی میں شامل نہ کرو کیونکہ وہ ایک ماضی چیز ہے۔
- ✽ ایک نم بھر کی خوشی کے لئے دوسروں کی خوشیاں مت بھینچو۔
- ✽ اگر انکھوں کا سمندر محدود کرنا چاہتے ہو تو آنسوؤں کو جذب
کرنے کا حوصلہ پیدا کرو۔
- ✽ وہ شخص غریب ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔

محمد خیر خان۔ مونا لولی

اقوال زریں حضرت حسین بصریؒ

- ✽ خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ اور بھرا پیٹ اس کا کھانا
ہے۔ اگر خدا سے لڑا ہے تو اس کی تعریضات میں کام مت کرو۔
- ✽ کہتے ہیں اس ایسی عمدہ خصلتیں ہیں کہ وہ ہر مومن کو
اختیار کرنی چاہئیں۔ (1) وہ بھوکا رہتا ہے یہ آداب صالحین
سے اور تم کوئی چیز پر قناعت کرتا ہے، یہ علامت مساکین کی
ہے۔ (2) اس کا مکان نہیں ہو تا یہ علامت مترائین سے ہے۔
(3) اوقات کو کم سوتا ہے یہ مقامات شب بیداروں اور علامات
مترائین ہے۔ (4) جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا یہ
علامت زاہدین کی ہے۔ (5) یہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا گویا

گلاب کی تاریخ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک سے لہو کے قطرے زمین پر گرنے لگے تو اللہ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کے حبیب کا خون زمین پر گرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے میدان میں خود ایک گلاب کا پودا لگا دیا خون زمین پر گرنے کے بجائے گلاب پر گرا جس سے گلاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کی خوشبو آگئی۔ ہوں گلاب کا پھول وجود میں آیا۔

☆..... (محمد نعمان - ہرٹس پورہ ۱۹۹۹ء)

دولت

طبر کاٹنی کراچی شہرہ لہقت مارکیٹ نزد جناح سیکٹر پر واقع مندر اور ہاؤس میں محمد عاطف حسین مدنی نے اپنے چچا محمد گوہر علی مدنی سے کہا۔ چچا جان آپ آگئیں بند کر لیں۔ گوہر چچا (حیرت سے) کیوں بھئی، کیا بات ہے؟ محمد عاطف حسین مدنی۔ چچا گوہر اسی کتھی ہیں جب تمہارے چچا محمد گوہر علی مدنی کی آگئیں بند ہو جائیں تو ہمیں بہت ساری دولت حاصل ہو گئی۔

☆..... پرو فیسر ڈاکٹر زاہد عینی - کراچی

نمک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں دو پرندے بگلوں میں رہا ایک بڑی تین پرندے میراں پرندے میراں (اب حسین نقوی) سید صاحب حسین نقوی اور پرندے میراں صاحب حسین نقوی راج گھاٹ نرہا میراں کے دو بڑے بچے تھے جن کی کرکٹ کھیل رہے تھے کہ نمک کم چ گیا۔ بچوں پر میراں لڑ چکے تھے کہ بازار سے نمک کتنا لانے گا۔ پرندے میراں (اب حسین نقوی) نے کہا کہ جو سب سے پہلے بولے گا وہی نمک لائے گا۔ تینوں غصے ہو گئے۔ کئی دن گزر گئے لوگ سمجھے کہ شاید مر گئے لیکن پہانے کے بعد لوگ ان کو دیکھا ہے تھے کہ پرندے میراں صاحب حسین نقوی بول اٹھا۔ میں نہیں ہوں۔ اسی دن پرندے میراں (اب حسین نقوی) اور پرندے میراں صاحب حسین نقوی بھی خود اٹھ کر بیٹھ گئے اور پرندے میراں صاحب حسین نقوی سے بولے۔ چانک۔

☆..... پرو فیسر ڈاکٹر زاہد عینی - کراچی

لٹائف

- ☆ چڑی قبرستان میں چس پی رہا تھا۔ پولیس کیا کر رہی ہے؟ چڑی: ہمارے لئے دعا۔ پولیس: یہ تو بچے کی قبر ہے۔ چڑی: ابو بھیجیں میں ہی مر گیا تھا۔
- ☆ ایک بڑی حدت تک پ کر رہی تھی جس پر اس کے شوہر نے کہا: لڑکھا اس عمر میں تھے کون اچھے کا؟ بڑی عورت شرماء کے بول: کوئی اچھے نہ دیکھے خیر تو ضرور دیکھے گا۔
- ☆ سولی عورت نے چور بکھر اس کے نو پر بندگی ہو کر سے: چور پولیس کو بلا لا۔ نوک: میری قتل کو گئی ہے۔ چور چلا۔ بھائی میری جگہ نے یہ بھائی جا۔

☆..... فرحت صاحب - طبع خوشاب

- ☆ پانچ وقت کی نماز سے اللہ پاک کے پانچ وعدے
- (۱) رزق کی کئی دہائیوں گا۔ (۲) قبر کا طاب ملے گا۔ (۳) اللہ سے سیدھے (۴) جہنم میں داخل ہو گا۔ (۵) اللہ سے کئی کی رزق سے کلا ہو گا۔ (۶) جنت میں طیر صاحب کے داخل کر دیا گا۔ سبحان اللہ!

☆..... فرحت صاحب - طبع خوشاب

بڑھنے اور سوچنے سمجھنے!

- ☆ نصیحت: کسی دوست کو تنہا مت گھومو کیونکہ جو دوست بھل نہیں دیتے وہ سا پر ضرور دیتے ہیں۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)
- ☆ نصیحت: اے لوگو! تم میں دنیا پر فخر کرتے ہو جس کا بہترین مشروب کھن کا ٹھوک (شہد) ہے اور بہترین کپڑا کپڑا کھن کا ٹھوک (دریشم) ہے۔

☆..... محمد حبیب الرحمن - جہلم

درنگی نماز

- ☆ کو غلطیوں جہلم میں ہم سے ہو جاتی ہیں:
- (۱) جلدی جلدی نماز پڑھنا۔
- (۲) اذان اور اگلیاں قبلے رخ نہ کرنا۔
- (۳) نیکر نماز پڑھنا۔
- (۴) امام سے پہلے کسی رکعت کھانا۔
- (۵) کھانا اور دھو کر کھانا۔

رہنما

[illegible]

ترکیب کو بنایا جو کہ اس میں دالی، لہسن، حبث مرقاہ اور اڈا بھر جائے اور پانی کا کر دہی آجائی پر تکر بجا دے مجھے نیک گئے کے لئے کہ وہی جب بو نہیں اور دالی ملوہ ہو جائے تو نمک مثال کر کے پانی خشک کر لیں۔ ہوا تیار آبیروں سے ہار یک ہیں لیں۔ بقیہ یاد کو کھنکھ کر کے چھٹی میں جو کہ چھ سے دبا کر اس کا تمام پانی نکال لیں اور اس میں ہر اس سال ماہ کی کسار یکسٹ کر اقل و بیش۔ پھر اس سالے کو پے ہوئے آبیروں میں چھ سے اچھی طرح کس کر لیں اور کتاب کی اقل و بیش کر دے گئے کے لئے فرج میں دیکھائی۔ بہت ضرورت میں تھوڑا سا اقل و بیش کر دیا جائے کہ اقل کر لیں۔

بجھ کر لیا ہے

۱۔ اجڑاؤ نہ کرے کے پائے چاروں سرری ایک سرور، قتل کو دعا پاؤں،
 زہر، فلک حبیبہ جانے کے چچے شہناش، گل اور کھوپڑا نہ جانے
 کے چچے، اول سرری پاؤں ایک جانے کا چچے، پھا ہوا ہی اور ک تہا
 جانے کے چچے، ہر کی سرری چہ ہر ہر احبیا پورہ آؤں آؤں گزری
 چار دایک باؤ دایک ایک باؤ۔

نہ کہیں: ہائے دلاوری اچھی طرح مائل کرنا کہ وہ ہیں۔ تمام ملک
 مائل کو پانی میں ڈال دیا۔ تقی جیسے پرہیزگار ہے
 مائل لال کرنا چاہتے ہیں۔ چہ مصلحت یہ پانی نہ لے کر کے بچے
 دیں۔ بحر اطلال کو چہ مصلحت یہ دال کر مٹ گیا۔
 گل ہائیں تھیل میں چار دال کر کھنڈن لائی کر لیں۔ سر لہائے کو
 یاز میں مائل کر کے خوب بھونچا، جب مصلحت لیل چھوڑ دے تو ہوا
 مالا لاکٹ کر اٹل دیں۔ حریف چہ مصلحت دم پر رکھنے کے بعد ہزار
 کہہ کرے دلاوری پائے تھوڑا دال کے ساتھ گرما گرم سرو
 کر۔

خاموشی

ماں کو ایک پاؤ، دہی ایک پاؤ، چوہہ ایک گڈی، لیموں (دھیرہ) چھ، کرکھی چھ، آلو بخارے چھ، مگر ہمسایہ پاؤ ایک چائے کا

تجلی ملال مرثیہ پڑا ایک کھانے کا کچھ چھوٹی ۱۱ گلی اور میں بچا تھیں
چلو تری آؤ عا پائے کا کچھ مار رہا کھانے کے کچھ ثابت گرم منہ سالہ
ایک کھانے کا کچھ، کیونکہ اگر حسب ضرورت، اسی ایک پڑا، بریاں
بجول چھوڑ دے۔

منجی کے لئے : یقیناً ایک پارلیمنٹ پر مبنی، اور کس عین ملک کا کنٹرول، ثابت دھپاؤ کمانے کے حق، ہونفہ و کمانے کے حق ملک حسب اکتاف اخیر میں آدھا پائے کا مجھے۔

ترکیب: گوشت میں تخم کا سلمان اور پانی ڈال کر پکچے رکھ دیں۔ گوشت گل جائے تو بھی مہمان نہیں۔ تخم کی مقدار بہت کم ہونی چاہئے۔ جلی پین میں ڈال کر پیچہ فرنی کریں۔ آؤٹلی یا ڈاگ کر کے رکھ دیں۔ اُتی میں گوشت ڈال دیں پھر ہلکا سا بھون کر حوام سائے ٹال کر کے مزہ بھر دیں۔ تخم بھی شامل کر لیں پانی تقریباً فلک ہو جائے تو ہمارے اب ہاول بھی ایک کئی ڈال لیں پھر ایک چم ہاول کی جیرا ایک تار سالی کی نکالیں پھر وہ دوا دوا ہاول کی فلک جیسا نکالیں۔ فرنی پیچہ، کھیز ڈال کر ہویوں کا رس ڈال کر دم پر رکھ دیں سرو کرتے وقت پیچہ دھو سے کھس کر لیں۔

وہابی

[illegible][illegible]

میں نے یہ سب کچھ دیکھا۔

☆☆☆

شرط

لیجے کہ لڑکی ایک ساؤتھ زون بیچ اسکاڑ کر گئی تھی جس کے قریب ایک شخص سیدھا غریبی کی تعلیم تھا۔ اس کی ایک آنکھ کچھ اور دوسری مصروفی (تھرک) تھی۔ فریڈک وہ لڑکا تھا۔ اس نے اپنے ایک رشتے دار سید فیصل رضا سے شرط لگائی کہ میں تم سے زیادہ دیکھتا ہوں۔ جب شرط منظور ہوئی تو کالے سید ناظر علی زیدی نے کہا۔ میں جیت گیا ہوں کیونکہ میں تمہاری دونوں آنکھیں دیکھ رہا ہوں جبکہ تم میری صرف ایک ہی آنکھ دیکھ رہے ہو۔

چکلے

امید: ایک گودا دوسرے گودے سے۔ بار میرا مالک مجھے بھاگاتا ہے۔ دوسرا گودا تو بھاگ کیوں نہیں جانتا پہلا گودا۔ میں بھاگ تو جاؤں لیکن مالک کی خواہش نہ تھی جب کوئی شرارت کرتی ہے تو وہ اسے کہتا ہے کہ میں تیری شادی اس گودے سے کر لوں گا۔ پس اسی امید پر دھاوا۔ قسمت: ایک شخص کو گہری رنگت بہت پسند تھی جس کی قسمت کہ اس کی ہونے والی بیوی کا رنگ بہت کھانا تھا۔ شادی کے دن قریب آ رہے تھے اور اس شخص کی لداوی خود پر قرار تھی بلکہ اس کی لداوی میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ لڑکھنوں کے دوست نے جو اسے پس انداز اور چپ چپ دیکھا تو بولا۔ پھر مجھے تو دہلی میں کچھ کالا لگتا ہے یہ تمہاری لداوی دیکھ کر کہ اپنی ایسی قسمت کہاں دوست یہاں تو ساری دہلی لٹی کاٹل ہے اس شخص نے جمل کر کہا۔

پیغام اور پیغام رسالہ میں نے اپنی جگہ پر کھڑا تھا اور جس میں اس بات پر خاص زور دیا کہ بہت سی باتیں بالکل ہیں جنہوں میں خط میں نہیں لکھا گیا کیونکہ مسٹر آفس غلط فہمی لیتا ہے۔ پھر جیسے وہ مجھے مسٹر آفس سے ملا سوسل ہوا جس میں لکھا تھا۔ ہم خط نہیں کھولا کرتے۔ یہ لازم غلط ہے۔

☆... ہاں۔ لیکن

یہ وقت بھی چلا جائے گا

ایک دلہن کا ذکر ہے کہ ایک آدمی نے اپنے بزم سے کہا کہ تم میری انگوٹھی پر کچھ لکھا کرو کہ اگر میں خوشی کے وقت اسے دیکھوں تو لیکن ہو جاؤ تو اگر اداسی میں دیکھوں تو

خوش ہو جاؤں۔ پھر نے کافی سوچ بچار کے بعد انگوٹھی پر یہ لکھ دیا۔ "یہ وقت بھی چلا جائے گا"۔

☆... عقیدہ حویلیاں میں رہا تھا

لفظ لفظ موتی

☆ میں نے شرم کا سید ہوا ہے اس پر لکھا تھا کہ سید ہوا ان کے لئے ہے جو خوش کرتے ہیں۔

☆ جو شخص تعلیم کی شعلیں نہیں جھیلتا اسے جوشہ جہالت کی آتشیں جھیلنا پڑتی ہیں۔

☆ شرم کا سید ہے جس میں علم اور خدا پرانہ خدا سے حاصل ہوتی ہے۔

☆ عقیدہ وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے نہ کہ دوسروں کے لئے عبرت کا باعث بنے۔

☆ علم کی محبت خدا ستار کی عزت کے برابر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

☆ ہاتھ سے خوشی اس طرح جیتی ہے جس طرح زمین میں لیا ہوا چل لٹل جاتا ہے۔

☆ انسان کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ اپنے دل اور زبان کو قابض نہ کرے۔

☆ حقیقت اور اس اور کہ ہے تو آنکھ دکھانے سے زیادہ کام لانا نہیں کوئی نہ کرے۔

☆ قناعت دھرم ماہ ہے جو کبھی غم نہیں ہوتا۔

☆ ایسی ایک حکمت خدا ہے جسے غریب نہیں جاسکتا۔

☆ دلوں میں اترنے کے لئے بیڑی کی نہیں انگوٹھی کی ضرورت ہوتی ہے۔

☆ کوشش کرو کہ تم دنیا میں دھرم دنیا تم میں نہیں۔ کیوں کہ کوشش جب پانی میں ہوتی ہے خوب تیرتی ہے لیکن جب پانی کشتی میں آ جاتا ہے تو وہ ڈوب جاتی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمت نفس دوست ہے۔

☆ جو مقرر ہوتا ہے وہ قابلِ مقرر ہوتا ہے۔

☆ زیادہ دیکھو دیکھو لوگ کرتے ہیں جن کے پاس کچھ نہیں ہے۔

☆ جھوٹ گواہوں کی داس ہے اور کج سادگی بیکاروں کا علاج۔

☆ زندگی میں دو باتیں بڑی تکلیف دہتی ہیں ایک وہ جس کو چاہے اس کا نہ لگا اور دوسرا وہ جس کو نہ چاہے اس کا لگا جانا۔

☆ اچھا دوست جتنی بار بھی اس سے ملے اس سے ملنا اس لئے کہ وہ جتنی بار بھی ملتی ہے اس کو پرانا چاہتا ہے۔

☆ جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ سب سے ڈرتا ہے اور جو خدا سے

www.paksociety.com

www.paksociety.com

کہکشاں

☆ ستارے آسمان کی نورِ عظیم پائے افراترین کی نعمت ہیں۔
☆ بنیائیں دولت کا مالک نہیں ہوتا بلکہ دولت اس کی مالک ہوتی ہے۔

☆ تقیر کا ایک درجہ ہم کا صدقہ فنی کے لاکھ درجہ سے بہتر ہے۔
☆ علم کی پڑھائی اور سوچ کی گہرائی ہوتی تو کوئی چار سو فی صدی کے درجوں میں غلبہ ہو جاتا ہے۔

☆ سڑک چاہے کتنی ہی خوب صورت کیوں نہ ہو لیکن بیدل پلے والوں کو تھکا دیتی ہے۔

☆ اپنا حق لینے میں بھی اگر کسی نہ کر دے البتہ دوسروں کے غصب حق سے بچ۔

☆ گری سے غمزدہ ہوتی ہے۔

☆ چالی گلاب سے زیادہ چمکتی ہے۔

☆ حریفوں کی آنکھوں کو قہر کی سیل کے سا کوئی چیز نہیں جھڑکتی۔
☆ آگے بڑھنے کے لئے چلا بہت ضروری ہوتا ہے۔

☆ دولت سے پہلے اور مقدر سے زیادہ نہیں ملتا۔

☆ دنیا داری انسانیت کی جان ہے۔

☆ آپ انسان سے سب کچھ لے سکتے ہیں مگر اس کے جذبہ نہیں۔

☆ انسان کی ہر خواہش کا پورا ہونا ضروری نہیں کیونکہ پھول کی کچھ چٹاں کھر بھی ہلتی ہیں۔

☆ ایس اقتدار۔ کراچی

محبت کیا ہے؟

☆ محبت ایک انوکھا جذبہ اور طریقہ احساس ہے۔ محبت اگر "بھائی" سے ہو جائے تو اخوت کی دہانہ "بھینا" سے ہو جائے تو حیا کی چادر "بھائی" سے ہو جائے تو جنت کی ہوا اور "اپ" سے ہو جائے تو باندن کی طاقت بن جائے اگر لڑکا یا لڑکی سے ہو جائے تو بھائی بھنوں، "شوہر" سے ہو جائے تو سہ سے کا رجبہ اور اگر "بھئی" سے ہو جائے تو شوہر کے لئے راحت و وقار بن جائے۔ محبت اگر جان سے "پیارے" آقا سرکار مدینہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے تو دنیا و آخرت ملود جائے اور اگر کسی محبت "لہذا قتل" سے ہو جائے تو ساری بھیتیں اس میں مٹا جائیں۔

☆ ایس اقتدار احمد۔ کراچی

☆ دنیا کا سب سے اونچا ڈیڑھ "ایم دامن" ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا لہجہ گھر "تھمارا گھر" میں ہے۔
☆ دنیا کا سب سے مصروف ترین اور پورے "فکا گڑ" میں ہے۔
☆ دنیا کی سب سے بڑی جھیل "مصر" میں ہے۔
☆ آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک چین ہے۔
☆ دنیا کا پہلا آرکٹ میزائل (V-I) "جرمنی" نے بنایا۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا ریلوے سٹیشن مشرقی "امریکہ" میں ہے۔

☆... غصہ حیات۔ روضہ قتل

لطیفہ

☆ ایک بھرا اپنے پاس سے: ہمارے زمانے میں خون چونا مشکل ہوا کرتا تھا۔ پوتا دو کیسے دلاؤ کیونکہ اس وقت مورخیں پورے کپڑے پہنا کرتی تھیں۔

☆... محمد فاروق۔ رحیم یار خان

قالموشی

☆ میر کاوولی نژاد چورم جناح اسکریٹر شاہراہ لیاقت مارکیٹ کراچی کے گیند گل کے لادوئی میں مالک سید سجاد حسین نقوی نے اپنے ملازم علی حسن سے کہا: ایک گڑھا کھود کر یہ قالموشی اس میں ڈال دو۔ نوکر علی حسن: تو پھر اس گڑھے کی مٹی کہاں جاسے گی۔ مالک سید سجاد حسین نقوی: اسے افس! ایک گڑھا کھود کر اس میں ڈال دینا۔

☆... پروفیسر اکبر احمد گیلوی۔ کراچی

تسل

☆ اظہار کے صوبے بولی کے مشہور ہر بھائی طبع بخجور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پشاوریاں میں ایک بڑھری سید محمد خورشید علی نقوی بیمار ہو گیا اور سردی کے اثر سے اعانت بیمار ہوا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ ڈاکٹر سید واجد حسین نقوی نے اسے دیکھ کر چلے ہوئے نسلی دینے کی غرض سے کہا: ٹھیک ہے میں تمہیں بھر دیکھوں گا۔ پشادری سید محمد خورشید علی نقوی بولا: آپ تو دیکھیں گے۔ ڈاکٹر صاحب میں بھی آپ کو دیکھ سکوں گا یا نہیں؟

☆... پروفیسر اکبر احمد گیلوی۔ کراچی

کلیاں

☆ کسی کا نکاح است چاہو کہ اس کی چھائی برداشت نہ کر سکو۔
☆ ہر گشت و گزارے میں اس کی نگاہ ملے گی جہاں گم ہوئی ہو، سوائے بہت کے۔
☆ وہ غم اور افسوس کے بد خوشی میسر ہو۔ وہ خوشی کس کام کی جس کے بعد غم ہو۔
☆ حفاظت سے کسی کو حاصل کرنا آدھی جگہ ہے اور بہت سے کسی کو حاصل کرنا مکمل جگہ ہے۔
☆ زندگی ہمارے بس میں نہیں مگر دوسروں کو خوش رکھنا اختیار میں ہے۔
☆ کامیاب وہ معاشرہ ہے جس میں بچے سے لڑکھنوں اور بڑوں میں بڑے بچے کی سے حقوق اور بہتے ہیں۔
☆ ... انعام علی۔ جٹ

غزل

☆ میں جب بھی لکھتا ہوں اپنی داستان شعروں کی صورت میں
☆ ابھرتا ہے آنکھوں میں جہاں اپنا شعروں کی صورت میں
☆ گھر جاؤں گا میں ایک دن ہواؤں میں یوں ڈرتا ہوں
☆ میں اپنے آپ کو رکھوں کہیں شعروں کی صورت میں
☆ سر جھٹک کر چاہوں تو پڑے دینے ترنم سے دارا
☆ مجھے بھی ساتھ لے جاتا وہاں شعروں کی صورت میں
☆ میں شاعر ہوں، شاہ ہوتوں پہ کہانی بن کے جنوں کا
☆ میں آنکھوں میں ناؤں گا جو ان شعروں کی صورت میں
☆ مجھ سے اور گئی سرور ظہری لکھوں گا کہانی
☆ حقیقت سے نکل آؤ گاں شعروں کی صورت میں
☆ وہ جب بھی چاہتا ہے پوچھ لینا ہے کوئی مصرع
☆ میرے دل میں ہے میرا مانداں شعروں کی صورت میں
☆ جنوں کا یہ حسد کہ اپنی غزل کھٹے واہ
☆ یوں ناؤں پر لگاؤ وہاں شعروں کی صورت میں
☆ ... پرو فیروز اکڑ واہد گینوی۔ کراچی
☆ طلب کر رہی تو میں اپنی آنکھیں بھی ان کو دے دوں تقدس
☆ مگر یہ لوگ میری آنکھوں کے خواب مانگتے ہیں
☆ داغ ہمارے تیری پیشانی پہ ہوا تو کیا
☆ کوئی آنکھیں ہم کر کہ زمین پہ نہیں رہے
☆ ... شاہد فراز ایڈر احسان علی

☆ یہ ادا ہے وہ کسی سے نہیں ادا۔
☆ سب سے زیادہ تاج وہ ہے جس نے قامت نہیں کی۔
☆ ہر علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔
☆ ظاہر طائر کو خود خوراک دیتا ہے مگر گھونٹے میں نہیں۔
☆ ... عتیق عذیب۔ ملی پور جٹ

معلومات پاکستان

☆ انسان کے ہاتھوں سے بڑا ہوا دنیا کا سب سے بڑا جنگل
☆ "جھانگارا" پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا اقلہ ریلی کوٹ (مستوف) پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا انہری نظام پاکستان کا ہے اس کی لمبائی چالیس ہزار میل ہے۔
☆ دنیا کا سب سے لمبا پیراجی "سکھر پیراجی" پاکستان میں ہے۔ یہ دریائے سندھ پر واقع ہے اس کی لمبائی تقریباً ایک میل ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا ایم "تریلا ڈیم" ہے جو پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کی سب سے بڑی لک کی کان کھنڈ (جہلم) پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی "کے 2" (سکر) شمالی علاقہ جات پاکستان میں ہے۔ اس کی بلندی تقریباً 28250 فٹ ہے۔
☆ ... عتیق عذیب۔ ملی پور جٹ

مشکل سوال

☆ اظہار کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل گمیزر لے سے روز پر واقع مصلیٰ میں نیکل ہائر سیکنڈری اسکول کی گلاس خشم میں استاد سید صاحب حسین نقوی صاحب نے اپنے شاگرد سید واہد حسین نقوی سے پوچھا۔ اگر کسی کی عمر پچیس سال ہے تو کچھ سال کے بعد اس کی عمر کتنی ہوگی؟
☆ شاگرد سید واہد حسین نقوی۔ یہ بہت مشکل سوال ہے۔ استاد سید صاحب حسین نقوی۔ اس میں مشکل والی کوئی بات ہے؟
☆ شاگرد سید واہد حسین نقوی۔ آپ نے یہ بتایا نہیں کہ کسی کی عمر کتنی ہے عمر کی عمر کی؟
☆ ... پرو فیروز اکڑ واہد گینوی۔ کراچی

☆..... پرویسر انکرا داہد گینوی۔ کراچی

جنت کی تبت

صحابہ سے شش شال ایک کتاب میں ابو داؤد کے جامع نام ابو داؤد سلیمان بن احمد مشہور محدث اور بزرگ تھے انہوں نے اپنی کتاب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک بھی ذکر کی ہے کہ جب کسی شخص کو پھینک دے وہ "یہدکم اللہ" کہے اس کے پاس والے "یہدکم اللہ" کہیں اور پھر ان کو "یہدکم اللہ و یبلغ بکم جہنم" جواب میں کہے ایک بار امام ابو داؤد سلیمان بن احمد ایک شخص میں سطر کر رہے تھے دریا کے کنارے ایک آدمی کو پھینکے کے بعد الحمد للہ کہتے ہوئے ملتا ہوا صاحب کی محنتی کائی آگے لے کر بھیجتی تھی تو آپ نے ایک چھوٹی محنتی کر کے بری اور ایک درہم شش والے کو دیا اور بھیجتے والے کے پاس آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق "یہدکم اللہ" کہا۔ اس (پھینکے والے) شخص نے جواب میں "یہدکم اللہ و یبلغ اللہ" کے بھلاؤ کہے ہیں امام صاحب نے ایک درہم لدا کر کے سنت کی تعمیل کی اور واپس آگئے ساتھیوں نے اس شخص کی وجہ پوچھی تو آپ فرمانے لگے مجھے خیال ہوا کہ ہو سکتا ہے یہ شخص مستجاب اللہ عزت ہو اور اللہ کے یہاں اس کی دعا بھی قبول ہوتی ہوں اور یہ میرے حق میں جب "یہدکم اللہ" کہے تو اس کی یہ دعا میرے حق میں بھی قبول ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ جب سطر کرتے ہوئے رات کو سب مسافر سو گئے تو سب نے ہاتھ لمبی کی یہ آواز سنی۔ کئی دلو! ابو داؤد نے ایک درہم کے عوض اللہ تعالیٰ سے جنت خرید لی!

☆..... پرویسر شمس علی سیستانی علامہ وال

شناخت

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے میڈیکل کالج کے پرویسر سید زاہد حسین نقوی صاحب نے لوگوں سے پوچھا تاؤ کیا انسانی کھونچنی خرد کی ہے یا عورت کی؟ ایک ایم بی بی ایس کے طالب علم سید زاہد حسین نقوی نے جواب دیا۔ عورت کی۔ پرویسر سید زاہد حسین نقوی نے فریانی لہجے میں کہا۔ شاباش لیکن آپ نے اتنی جلدی کیسے معلوم کر لیا؟ طالب علم سید زاہد حسین نقوی ہر اس کبڑی کے گھسے ہوئے جڑے سے۔

☆..... پرویسر انکرا داہد گینوی۔ کراچی

☆ اس دماغ آج ایسے کاسن کی ترتیب نہ دے۔

☆ ان کانوں کا جو چٹائی سنیں۔

☆ اس علم کا جو اپنے تک محدود ہے۔

☆ اس دل کا جو دنیا کی رنگینوں میں گھو جائے۔

☆..... العام علی۔ جنت

محول موتی

☆ اپنا درہ بیٹھ پیشہ علی رکھو کیونکہ انسان کے کلی روپ ہیں۔

☆ والدین کی نافرمانی جہنم میں جکھانے کے حروف ہے۔

☆ اپنے آپ کو حسن اخلاق اور علم کے زیور سے آراستہ کرنے کی بیش کوشش کرو۔

☆ سچائی سے کام لینے والے کسی ذلیل نہیں ہوتے۔

☆ اس علم کا کوئی فائدہ نہیں جس پر عمل نہ کیا جائے۔

☆ آئین پر نظر ضرور ڈالو گر اپنے پاؤں زمین پر ہی رکھو۔

☆ اپنا زلم اسے مت دکھاؤ جس کے پاس حرم نہ ہو۔

☆ خاموشی نصیحت کا بہترین علاج ہے۔

☆ کسی کو پانے کی تمنا مت کرو بلکہ خود اس قابل بن جاؤ کہ لوگ نہیں پانے کی تمنا کریں۔

☆..... محیر نظر مثنوی۔ جکیاں

قصیدہ

اشیاء کے موصوفے بولی کے مشہور ناظمی طبع بکھور کی تفصیلی محب آباد کی ریاست حسین پور کے محلے پڑاواں میں ایک دولہ امیر شہر عکرم ان خواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے لپٹا لکھا ہوا قصیدہ ملا انجمن کو شاد آباد رائے طلب کی۔ ملا انجمن نے ہر اس کی کا اظہار کیا۔ کچھ اچھا نہیں۔ امیر شہر عکرم ان خواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے ملا انجمن کو قہد خانے میں ڈال دیا۔ ملا انجمن روز دن بعد قہد سے رہا ہو کر واپس آگئے۔ ایک دولہ امیر شہر عکرم ان خواب آف حسین پور صاحب بہادر نے قصیدہ لکھا اور ملا انجمن سے رائے طلب کی۔ پہلے تو ملا انجمن خاموش رہے پھر اٹھ کر اٹھ اٹھے۔ امیر شہر عکرم ان خواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے پوچھا۔ ملا انجمن جی اگر صبر چار ہے ہو؟ ملا انجمن ہر سامانہ بناتے ہوئے بگڑے موڑ میں اچانک بولے۔ قہد خانے میں۔

شوق

لکھنؤ کے سوسہ بجے کے مشہور چورنگی نعلیہ بھنڈی
تفصیل عید کے سچے ہمارے دی سنگاں کے رہائی عید ش
چہر میں سید محمد سلیم زیدی ایم اے ایل ایل بی (ایک) کے
صاحبزادہ سید محمد اقبال سلیم عظیم لوہی کلاس کی پرنسپل
مصطفیٰ سید لیل کالج سید زید حسین نقوی صاحب نے شکایت
کی۔ آپ کے بیٹے سید محمد اقبال سلیم کو پڑھنے کیلئے کال کال
شوق نہیں ہے۔ باپ چہر میں سید محمد سلیم زیدی صاحب نے
جواب دیا۔ مصطفیٰ یہ بات نہیں ہے اگر میرے بیٹے کو پڑھنے کا
شوق نہ ہو تو ہر کلاس میں تین تین سال کیوں لگاؤ؟
☆۔۔۔ پردیسرہ اکثر واقعہ گجڑی۔ کراچی

10 محرم الحرام کے اہم واقعات

اللہ تعالیٰ نے اسی روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ
قبول کی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی کشتی اسی روز جوڑی گئی
پہاڑ پر ٹھہری تھی۔ اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت
ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں لکھنؤ کا اسی روز فرد سے
محفوظ رکھا۔ اسی روز حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکمت دہن
ملی۔ عاشورہ کے روز ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو سناتی سے سمندر پار کر لیا اور فرعون کو فریق کیا۔ اسی دن
حضرت داؤد علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کی۔ اسی روز
اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو شکم کے پیٹ سے
نجات فرمائی۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو
آسمان کی طرف اٹھایا۔ اسی روز سیدنا حضرت یوسف علیہ
السلام قید سے آزاد ہوئے۔ اسی روز حضرت یعقوب علیہ
السلام کی بیٹی دایہ لوت آئی۔ اسی روز سیدنا حضرت موسیٰ
علیہ السلام چارہ گروں پر غالب آئے۔

☆۔۔۔ خطر حیات۔ روزہ نفل

آئینہ معلومات

- ☆ پاکستان کے شہر بھل آباد کا پرانا نام "گال پور" ہے۔
- ☆ پاکستان کے شہر ڈوب کا پرانا نام نورٹ "منڈی" تھا۔
- ☆ پاکستان کے شہر پٹنہ کا پرانا نام "پٹنہ پور" تھا۔
- ☆ پاکستان کے شہر کوٹہ کا پرانا نام "کوٹہ اس" تھا۔
- ☆ پاکستان کے شہر جھنگ کا پرانا نام "جھنگ سیال" تھا۔

- ☆ پاکستان کے شہر ساہیوال کا پرانا نام "ٹھکری" تھا۔
- ☆ پاکستان کے شہر کوٹہ کا پرانا نام "خان پور" تھا۔
- ☆ پاکستان کے شہر ہزارہ کا پرانا نام "ہزار" تھا۔
- ☆ پاکستان کے شہر نوات کوٹہ کا پرانا نام "سواتر پٹنہ" تھا۔

☆۔۔۔ خطر حیات۔ روزہ نفل

خوبصورت باتیں

- ☆ اس نفل کا کوئی فائدہ نہیں جو کچھ دے کے ساتھ آئے۔
- ☆ کائنات سے بھری گئی کو ایک پھول پر کشتی بولتا ہے۔
- ☆ ذہانت پر تصور کے رخ کا نام صحت ہے۔
- ☆ محبت ایک کھیل ہے جس میں بیش مل رہا جاتی ہے۔
- ☆ اخلاق جسامت حسن کی گویا پورا کرتا ہے۔
- ☆ محبت کا تعلق جذبات سے ہوتا ہے اور جذبات کبھی پائیدار
نہیں ہوتے۔
- ☆ دل ایک عجیب ذہانت ہے جو کبھی پتھر بنا جاتا ہے اور کبھی
مہم۔
- ☆ تعلیم کا پیرا اصول یہی ہے کہ اپنی آواز نیچی رکھو اور اپنے
نظروں میں احترام پیدا کرو۔
- ☆ جگہ کی نہ کی صورت میں دل کو قرار دیتا ہے۔
- ☆ بھوکا سو رہا مقررہ ہوئے سے بہتر ہے۔
- ☆ غمی دوسرے جو اللہ کی تقسیم ہر راضی ہو۔
- ☆ دوسروں کے چہرے سے روشنی دھونے والے بیش
اندر حیرتوں میں جھکتے ہیں۔
- ☆ نفسانی خواہشات کا جنون تھوڑی دیر تک رہتا ہے مگر اس کا
بچتا رہا بہت دیر تک رہتا ہے۔

☆۔۔۔ القمان حسن۔ ابراہیم اسماعیل خان

عالمی معلومات

- ☆ دنیا میں سب سے پہلے ماچس "برطانیہ" نے ایجاد کی۔
- ☆ دنیا کا سب سے غریب ملک "روانڈا" ہے۔
- ☆ دنیا کا سب سے خوبصورت شہر "پاریس" ہے۔
- ☆ دنیا کا سب سے بڑا گل "برونائی" کے سلطان کا ہے۔
- ☆ دنیا میں سب سے زیادہ جانور "جھوپا افریقہ" میں ہیں۔
- ☆ دنیا میں سب سے زیادہ "کھجے" بھارت میں ہیں۔
- ☆ دنیا میں سب سے بڑا جنگل "روسی" میں ہے۔
- ☆ دنیا کا سب سے خشک صحرا "سوائے گوبی" ہے۔

مجھے یہ شعر پسند ہے

اس میں قسمت کی لٹا ہے نہ زمانے کا قصور
 تم تو انسان کے پیچھے کی بڑا ہوتے ہیں
 فیصل شہزاد۔ رخ جنگ

دور دور ہے نہ دل میں اہوتا ہے مجھے
 ایش مار محبت کی مارتا ہے مجھے
 فیصل شہزاد۔ رخ جنگ

جو ہل سکو تو کوئی اسکی چال میں جانا
 مجھے کہاں بھی نہ ہو وہ تم بلی جانا
 فیصل شہزاد۔ رخ جنگ

وہاں ہے میرے دل کا ہر روپ اٹکا
 آتی ہے تیری یاد بڑے جیس بدل کر
 سائل شہزاد۔ گوریہ

مجھے جھوٹے کا فیصلہ تو ہر روز کرتا وہ شخص احمد
 لیکن اس کا بس نہیں چتا میری دعا کے سامنے
 اسد ایڈ مصنف۔ گوریہ

کبھی امت تو بھی وصل سے ہا۔ مجھے
 ہم دلیب تھے جو ہر کسی سے ہا۔ مجھے
 جب کبیل کے میدان میں وہ دنیا احمد
 ہم بیت بچے تھے اسی ہا۔ مجھے
 اسد شہزاد۔ گوریہ

” اس دن سے میرے پیچھے لگ گیا تو کالے کر
 جس دن سے کہا دل چیر کے دیکھ تیرا نام جو گا
 رضوان علی۔ گوریہ

آج کی شام بھی قیامت کی طرح گزری سائل
 مجھانے کیا بات تھی کہ ہر بات پہ میں تم یاد آئے
 دیکھی صدام حسین سائل۔ سخی خان بلہ

اکیلا رات بھر ٹھٹھا رہا میں غلام فرماں سائل
 نہ تم آئے نہ نیند آئی نہ صبح آیا اور نہ موت آئی
 دیکھی صدام حسین سائل۔ سخی خان بلہ

کلی تم نہ چٹک جائے میری آنکھوں سے کہیں
 سکراتا ہوں بھی راز چھپانے کے لئے
 اسد ایڈ رضوان۔ گوریہ

” تو تم سے بہت دور مکی ہوتا ہا
 ہم وہ خود سر ہیں جنہیں اپنی بھی تمنا نہیں
 دھاس ماکرم۔ گوریہ

سانسوں کے سلیطے کہ وہ زندگی کا نام ہا
 مجھے کے ہا بعد بھی کچھ لوگ سر جاتے ہیں
 عواد ایڈ عامر۔ گوریہ

چوت اگر لگ جائے تو کیا ہوتی ہے دل کی حالت عواد
 ایک آہیں کو چتر پرگرا کر تو دیکھو
 احسن رضا۔ گاد آباد

میرے دوستوں کی پہچان اکی شکل نہیں ہے فرد
 وہ کھانا بھول جاتے ہیں مجھے ہول میں دیکھ کر
 راجہ عمر۔ تھو خیل

آج لوٹ کر اس کی یاد آئی تو احساس ہوا ساگر
 سوال فنون ماتحت کہ جو بھاگ جائیں وہ ہلائے نہیں جاتے
 راجہ عمر۔ تھو خیل

کیاں دوتے ہو اس کی یاد میں عامر
 آنسوؤں سے قدیم ہلتی تو آج وہ بھرا ہوتا
 عواد ایڈ شہزاد۔ گوریہ

ابھی جستجو میں ہوں اس کی تو اسے احساس نہیں ہے عواد
 وہ را کے پکارتے گا ذرا نہیں سر تو جانے ”
 شہزاد عامر۔ گوریہ

جو مجھے مرضی ہو کہنا سائر
 مگر یہ مت کہنا جاؤ مجھے تم سے عباد نہیں
 عواد ایڈ عامر۔ گوریہ

صرف اتنا اسے بتا دینا مجھے آتا نہیں بھلا دینا
 میری باتیں صرف باتیں ہیں یاد آئیں کبھی تو سکر دینا
 عواد ایڈ عامر۔ گوریہ

یہ جدائی بھی محبت کا امتحان لیتی ہے اکثر
 کوئی ہستا ہے اپنی دعاؤں پہ کوئی داتا ہے اپنی ہولوں پہ
 عامر شہزاد۔ گوریہ

جس پھول کی حفاظت میں سر بھر کرتا رہا فراد
 جب خوشبو کے قابل ہوا تو لیروں نے توڑ لیا
 نامعلوم

جب دن کے سامنے اٹھتے ہیں، جب شام ہے چاند آتی ہے
 میرا دل چپکے چپکے روتا ہے جب یاد تیرا ہی آتی ہے
 محمد سلمان احمد کی شاعری - ادھک مرید
 نہ "کس کو اپنی زندگی کا اتنا حق دے
 کہ اپنی جگہ نہ رہے اس کے روتے جانے سے
 محمد عمر - کھنکھری رو
 ہم تو وہ انا پرست ہیں جو ہر کے بھی کہتے ہیں ہادی
 "مخلوق ہی کم بخت تھی جو ہمیں نہ دے سکی
 حماد بیدہ بھڑ - گوجرہ
 ہمیں تو انہوں نے فنا فیروں میں کیا دم تھا
 ہمارا کشتی وہاں لڑائی جہاں اپنی بھی کم تھا
 مرلی - نمن ایسے آباد
 "کس جان نہ لے ریت کا ٹیلہ ہوں میں
 میرے کاموں پہ ہے خیریت اس کی
 محمد اسحاق - عجم - گلشن پور
 مسکراتے ہوئے چہروں کو نموں سے آلود نہ سمجھو انعام
 ہزاروں تم مجھے ہوتے ہیں کسی کی ہلکی سی مسکراہٹ میں
 انعام علی - چٹ
 ہم نے خود میں تم کو پودا ہے اک تسبیح کی طرح انعام
 اگر ہم ٹوٹے تو کھر تم بھی ہار کے
 انعام علی - چٹ
 برسوں بعد بھی اس کی عادت نہ بدلی حد کی محسن
 کاش میں دوست نہیں اس کی عادت ہو
 عطا اللہ شاہ - جرنالہ
 میں نے عشق کے سمندر میں جب غوطہ کھا
 پانی بہت خشکا تھا این باہر لکل آ
 بدلیب خورشید احمد - شیر پور خواہگان
 مگرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
 "مخلوق کیا کرے گا جو گفتگوں کے بل پٹے
 حیدر علی - چٹکی
 شہیدوں کے لبو سے جھڑپیں میراب ہوتی ہے
 بی زور فخر ہوتی ہے بہت شہاد ہوتی ہے
 حیدر علی - چٹکی
 تیرا میری چما کے ہر مسکرائے والے
 دودیا کرو گے تم بھی مجھ کو دلائے والے
 جنید ب - ساگر - ساموہ

روند نہ میری قبر کو اس میں دل ہی جبر،
 رکنا قدم سنبھال کر دیکھو گل نہ جانے مل
 عاشق نامراد کی قبر پہ تھا کھنسا ہوا
 جس کو بھی ہر دم کی عزت "نہ کہیں لگائے دل
 جنید ب - ساگر - ساموہ
 غضب کیا تیری یاد نے آ ستارا مجھے لہر
 میرے وہ جودے بھی تھا ہوتے جو کھانکے لہر میں
 جنید ب - ساگر - ساموہ
 اک بار سے اپنی لگاؤں سے گرا دیں
 اس شخص کو پھر دل میں رہا یا نہیں کرے
 مکمل محبت کا ہے پھر وہی تو رہا
 کھو دیتے ہیں سب کچھ یہاں پاپا نہیں کرتے
 رانی خان - چٹاہ
 حالات ہی ایسے ہیں کہ اب بار ہی تیری
 پہلے تو ملا وقت تھی اب کچھ نہیں ہوتا
 محبت پہ نہیں رکھ کر اس بات کو مت بھول
 چاہے گا نہ جب تک مرا رب کچھ نہیں ہوتا
 رانی خان - چٹاہ
 اللہ سے مانگے والے بھی ماہیں نہیں ہوتے
 بندوں سے مانگنے والے بھی سیر نہیں ہوتے
 حسن علی - ولد پٹواری
 نہیں وہ شخص سترہ میں پھر بھی اسے مانگتے ہیں غالب
 بڑا پلٹ جا لگا ہے عقد کو سزا دینا
 وارث آصف خان - نازی - وال بگڑیں
 طبیعوں سے کیا پوچھوں علاج ہرے دل کا عین
 مرض جب زندگی ہو تو دوا پھر کیسی
 وارث آصف خان - نازی - سوس بگڑیں
 جس شخص نے کانٹوں سے میری نیند میں اڑا دی ہادی
 آرام سے سہا تو کہی وہ بھی نہ ہو گا
 بشر علی گوندل - گوجرہ
 کتنے حسین لوگ تھے جوں کے ایک بار ہادی
 آنکھوں میں جذب ہو گئے دل میں سا گئے
 عامر لطیف - دلگ - گوجرہ
 آنکھیں ہی میں کرتی ہیں سب دل کے پیچھے راز ہادی
 کیوں یقین تھے میری لگاؤں "آنا نہیں
 بشر علی گوندل - گوجرہ

www.paksociety.com

www.paksociety.com

①..... حیدر سہیل۔ ڈری
 میری ہمدی کی انداز ہی تم سے ہوتی ہے
 پھر بھی کہتے ہو مجھے دعاؤں میں باز رکھنا
 ②..... احسان عمر۔ میٹروپولی
 جب دل دھڑکتا ہے تو وہ انا کہتا ہے ہادی
 کہ کوئی دل کی دھڑکن سے تمہارا نام نہ منے
 ③..... عامر شیخ۔ کوئٹہ
 جناب سے رہتے ہیں تیرے وہ میں اکثر
 شب بھر سو پتے نہیں تیری یاد میں اکثر
 بے درد زمانے کا بھانسا سا مٹا کے ہادی
 سادگی واثق دانت ہیں نہ تیرے وہ میں اکثر
 ④..... بشری نواز۔ گوجران
 جو گہری نیند سوتے ہیں وہ محبت کر نہیں سکتے ہادی
 سکون انا کہاں ہوتا ہے محبت کہنے والوں کو
 ⑤..... عبداللہ ناصر۔ کوئٹہ
 نہ ہاتھ کیا تیرے وہ ہمدیوں سے ڈابے دانتے ہیں
 کہ انا کہہ کر تیرا دہی ہیں ہادی
 ⑥..... پرویز اکرم۔ لاہور
 پیچھے رہے آئی ابھی رات بانی ہے
 میرے لئے کی ابھی شراب بانی ہے
 یاد ہے سب کچھ بھلا کر چھوٹے
 نکالنے میں رہے دے ابھی دل نہیں کسی کی یاد ہادی ہے
 ⑦..... عباس محمد عرف۔ محلی۔ گاہنڈہ ٹھہرو
 توڑی دی شمع آگنی طیال سے اعوام
 نیا کس کس کے نام ہے اس کا کاجر ہے سباب دج ہے
 ⑧..... احمد علی۔ ہنگو
 ہنہم ہنہم ہنہم میں نہیں کی دیر سے انوم
 دن گھنٹوں کو نہ سنے ابھی کی میرے دیکھا ابھی نہیں
 ⑨..... احمد علی۔ ہنگو
 اداوں نے ہمدیوں کو دلی ساداش ہادی
 میرا سنی کا کچھ تو دین ہادی ہادی
 ⑩..... شہباز احمد۔ ساہیوال
 ایک یہ بھی حادثہ ہے میری زندگی نے ہاتھ
 میں ہوں کسی کے ساتھ میرا دل کسی نے ساتھ
 ⑪..... شاہد نواز احمد۔ ساہیوال
 من نے ہمدی میں تیری چاہا ہادی

نہ مجھے دیکھ نہ تے میں تجھے دیکھا ہمدی
 ②..... ہادی ملک
 شہر جب بھی گاتا جب نہیں کو پرکھ لیتا
 ہر اک مٹی کی قسط میں ہادی ہادی ہادی
 ③..... فریحہ علی۔ عمریت
 صبح ہوتی تو وہ مجھ سے لڑنے آئے ہادی
 کہ تو ہوتے کون ہو میرے تیری میں آئے ہادی
 ④..... فریحہ علی۔ عمریت
 شہر بھر میں ایک ہی دلی نظر آتا ہے
 وہ شہر کچھ بھی مرا ہمدیوں پرانہ ہادی
 ⑤..... ہادی ملک
 جب آئے چکے ہیں زندگی کی کشتی سے ہادی
 ٹھکرا کر دلی جہاں کو کہیں ہے دلی سے ہم
 ⑥..... شکیلہ۔ ساہیوال
 ابھی کی کیکوں پہ استہار کہ لیتے
 ہمدیوں کو تو ہمدیوں کو ہمدیوں کو
 کھانا ہادی تو کھانا ہادی کا کھانا ہے
 جس دل سے جو ہادی دے اس سے پیار ہادی
 ⑦..... A.H.C. Sed pur
 زندگی نے بھی آج مجھ سے یہ کہا ہادی
 کہ کہاں ہیں وہ گھنٹوں کو چھوٹے چھوٹے ہادی
 ⑧..... عامر شیخ۔ کوئٹہ
 اس کو بھی دیکھا محبت میں رہتے ہوئے دیکھ ہادی
 کہ محبت تو مجھے کسی تیرے کی ہمدی ہادی ہے
 ⑨..... بشری نواز۔ گوجران
 شہر والوں کا کہیں یہ ہے کہ وہ لڑکے فریق
 بچہ رہتا تھا بڑے بچوں میں قہارے لے کر
 خند ہادی صرف ہادی خند ہادی ہادی
 اب بڑے ہادی ہیں تو کچھ ہادی ہادی
 ⑩..... شہباز احمد۔ ساہیوال
 میرا چنے ہیں ہمدی ہادی ہادی
 ہمدیوں کو دلی ہے ہادی ہادی ہادی
 دیکھا غلوں موت کا تو وہ آئے ہادی
 کہنے فریب دینے دلی ہادی ہادی
 ⑪..... ہادی ملک

● کیا ہے کہنا زرا سی ریش پہ نہ بھڑو دقا کا دامن
● غمیں بیت چلی ہیں دل کا رشتہ بٹانے میں
● محمد عرفان - لکنا صاحب
● اک اجسی شخص تھا جو ہل بھر میں بچھڑ گیا
● عمر بھر کی رفاقت کا اچھا صلہ دیا
● محمد اصف - لاہور
● تقسیم کی بات کے کیا کہنے تھی کے چار دن ملے
● آدھا جیون بچے جتا آدھا راکھ اڑانے میں
● محمد فیصل - ملنگ
● تجھے دوستی میں دھوکا تو ہم بھی دے سکتے ہیں اے دوست
● مگر ہم اہل کس کی ہیں ہمارے خون میں ہے وہاں نہیں
● محمد حسن ماشق - گوجران
● یوں دعا کے سلسلے مسلسل نہ رکھ کسی سے اسو
● لوگ اک ٹکڑے کے بدلے ساری دنیا نہیں بھول جاتے ہیں
● عدنان ماشق - گوجران
● تجھے مجھ ہی تقدیر کے ہاتھوں نہیں
● نہ اسے ہانے کی لوات دیکھتے ہیں نہ اسے کونے کا دھول
● فیاض احمد چاڑی - مظفر گڑھ
● وعدہ تھا ان کا بات کو آئیں گے غیب میں تیرے
● اور ہم تھے کہ بات بھر خوشی سے سو نہ تھے
● عزیز احمد خان - جوڑی - اسلام آباد
● عشق والے تو آنکھوں کی زبان کہہ لیتے ہیں
● ملتے ہیں سپوں میں تو کلمات کہہ لیتے ہیں
● اسے دیتا ہے آسمان بھی اپنے چار کے لئے
● جالے کیوں لوگ اسے برسات کہہ لیتے ہیں
● فاضل علی آغا - بھیرا
● سناں کرنا مجھے لے دل ان میں نہ ہے کلاں فلا میری
● مجھے گنتی قی میں تنگی مجھ کے لی " مجھے سوا میری
● عابدہ ربانی - گوجرانوالہ
● سندور ہاتھ میری ریش کی تو ان کو چھوڑ دو گا
● بھول سے ہوٹ جب کھینچے ہوئی
● کے قسمت والا سناں " گا
● عابد علی آردو - ساکنہ
● جب ہر میری آئے تو ستاروں پہ نظر کرنا
● ٹوٹ کے ستاروں کے دامن میں میرے دل کی

● کیا ہے کہنا زرا سی ریش پہ نہ بھڑو دقا کا دامن
● غمیں بیت چلی ہیں دل کا رشتہ بٹانے میں
● محمد عرفان - لکنا صاحب
● اک اجسی شخص تھا جو ہل بھر میں بچھڑ گیا
● عمر بھر کی رفاقت کا اچھا صلہ دیا
● محمد اصف - لاہور
● تقسیم کی بات کے کیا کہنے تھی کے چار دن ملے
● آدھا جیون بچے جتا آدھا راکھ اڑانے میں
● محمد فیصل - ملنگ
● تجھے دوستی میں دھوکا تو ہم بھی دے سکتے ہیں اے دوست
● مگر ہم اہل کس کی ہیں ہمارے خون میں ہے وہاں نہیں
● محمد حسن ماشق - گوجران
● یوں دعا کے سلسلے مسلسل نہ رکھ کسی سے اسو
● لوگ اک ٹکڑے کے بدلے ساری دنیا نہیں بھول جاتے ہیں
● عدنان ماشق - گوجران
● تجھے مجھ ہی تقدیر کے ہاتھوں نہیں
● نہ اسے ہانے کی لوات دیکھتے ہیں نہ اسے کونے کا دھول
● فیاض احمد چاڑی - مظفر گڑھ
● وعدہ تھا ان کا بات کو آئیں گے غیب میں تیرے
● اور ہم تھے کہ بات بھر خوشی سے سو نہ تھے
● عزیز احمد خان - جوڑی - اسلام آباد
● عشق والے تو آنکھوں کی زبان کہہ لیتے ہیں
● ملتے ہیں سپوں میں تو کلمات کہہ لیتے ہیں
● اسے دیتا ہے آسمان بھی اپنے چار کے لئے
● جالے کیوں لوگ اسے برسات کہہ لیتے ہیں
● فاضل علی آغا - بھیرا
● سناں کرنا مجھے لے دل ان میں نہ ہے کلاں فلا میری
● مجھے گنتی قی میں تنگی مجھ کے لی " مجھے سوا میری
● عابدہ ربانی - گوجرانوالہ
● سندور ہاتھ میری ریش کی تو ان کو چھوڑ دو گا
● بھول سے ہوٹ جب کھینچے ہوئی
● کے قسمت والا سناں " گا
● عابد علی آردو - ساکنہ
● جب ہر میری آئے تو ستاروں پہ نظر کرنا
● ٹوٹ کے ستاروں کے دامن میں میرے دل کی

◆◆◆

۱۰ انسان تیرا۔ مینا تو مینا
دوکان کی حد ہے لڑا دیکھو تو اسے انسان
بچے کھو کر وہ میرے جیسا ڈھونڈ رہی ہے
۱۱ انسان تیرا۔ مینا تو مینا
تو سے کیا پوچھتے ہو تو مینا تو اسے دوست
نہیے اپنے پر ہونے لگے ہنسنے کا زور دیتے ہیں
۱۲ مینا تو مینا۔ انسان
بڑا بڑا ہوتا ہے۔ انسان تو انسان نہیں
وہ بھول چل کے رہتا ہے وہ بھول چل کے رہتا ہے
۱۳ مینا تو مینا۔ انسان
وقت نور کو سب سے نور ہے۔ انسان
میت میرے دونوں کو پڑا کر رہا ہے
کون چھوٹا ہے انسان سے۔ انسان
دلت سب کو پڑا کر رہا ہے۔ انسان
۱۴ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
بہت محبوب ہے۔ انسان تو انسان
کون چھوٹا ہے انسان سے۔ انسان
۱۵ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
کون چھوٹا ہے انسان سے۔ انسان
۱۶ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
کون چھوٹا ہے انسان سے۔ انسان
۱۷ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
کون چھوٹا ہے انسان سے۔ انسان
۱۸ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
کون چھوٹا ہے انسان سے۔ انسان
۱۹ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
کون چھوٹا ہے انسان سے۔ انسان
۲۰ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
کون چھوٹا ہے انسان سے۔ انسان

۱ مینا تو مینا۔ انسان
تو سے پوچھ کر جیسا انسان تو نہیں ہے لیکن
اپنے ہاتھوں کی ٹیکہاں کو دھڑلے کیسے
۲ شاد ہونا۔ مینا تو مینا
اپنا نیا لکھوں کہ تیرے دل کو تسکین پہنچے دوست
نیا بھی نکالی نہیں۔ انسان تو انسان
۳ A.H.C. Sea: Pur
کون نہیں اسے عجیب سے انسان تو انسان
انک موت ہی ہے اب جس کا نام انسان نہیں ہے
۴ مینا تو مینا۔ انسان
دل میں سب کا انسان نہیں ہے
۵ مینا تو مینا۔ انسان
کون دل کا مینا نہیں ہے
۶ مینا تو مینا۔ انسان
پر جو انک وہ دل میں ہے ہائے ہائے
اس کو بہرہ کر جیسا انسان نہیں ہے
۷ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
ان شرم کی دکانوں سے پوچھ کر سے دل کی ہلاکت
سب دکانوں کی سے تو انک میرے دکانوں سے ہلاکت
۸ مینا تو مینا۔ انسان
کاش ان کے دل میں ہلاکت لے کوئی جگہ ہونی چاہیے
تو آئی نہ ہندوں کی طرف سے ہے تو نہ رہتی
۹ مینا تو مینا۔ انسان
میت کیوں رکھتے ہو دکانوں کے دکانوں سے انعام
دکانوں کا کام ہے تو انک نہیں ہے ہلاکت
۱۰ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
سچی ہر پاسہ ہلاکت کا۔ انسان تو انسان
ہا ہائے کا کام تو ہے کوئی نہ ہلاکت کا
۱۱ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
انک ہلاکت۔ انسان تو انسان
۱۲ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
انک ہلاکت۔ انسان تو انسان
۱۳ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
انک ہلاکت۔ انسان تو انسان
۱۴ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
انک ہلاکت۔ انسان تو انسان
۱۵ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
انک ہلاکت۔ انسان تو انسان
۱۶ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
انک ہلاکت۔ انسان تو انسان
۱۷ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
انک ہلاکت۔ انسان تو انسان
۱۸ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
انک ہلاکت۔ انسان تو انسان
۱۹ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
انک ہلاکت۔ انسان تو انسان
۲۰ انسان تو انسان۔ مینا تو مینا
انک ہلاکت۔ انسان تو انسان

ہم تو یہ نصیب ہیں جو اگر کھن کی دکان کو لیں تو ایک مریض چھوڑ دیں گے
① ایم فاروقی - رحیم یاد خان
وہ نہ کہہ کر اگر بھرا نہ ہو
چاہو نہ اسے جسے تم پا نہ سکو
② نصرت ایڈمنسٹریٹو - چک ٹیٹی
وہ آئے ہو تو ہو جاتی ہیں پریم آنکھیں
کیا تصور میں بھی ستارے کی قسم کھاتی ہے
③ شعیب شیرازی - جوہر آباد
کیوں وہ کہتا ہے اکثر دل لگانے کے بعد
کیوں وہ آئے ہیں اکثر بھڑ جانے کے بعد
④ نصرت ایڈمنسٹریٹو - چک ٹیٹی
کون رکھتا ہے اس زمانے میں محبت کا برم اسے سنا
ہم کو تو انہوں نے دلائے کی قسم کھاتی ہے
⑤ بہادر عابدانی - گھوگئی
پہ آجیے تیری خبر کیا دیا گے چاہت
آدیکہ میری آنکھوں میں کہ تو کتنا مسکین ہے
⑥ رائے بیس دلی چاہت - لاہور آؤ نہ بھگہ
صحت کر اتنا فرد صورت پہ اسے حید
ہم تیری صورت پہ نہیں تیری سادگی پہ مرنے ہیں
⑦ عبادت علی - ولی آلی خان
چاند کو دیکھا تو پار آگئی صورت تیری
ہاتھ اٹھے ہیں مگر حرف دیا پار نہیں
⑧ نصرت ایڈمنسٹریٹو - چک ٹیٹی
اب اس سے نہیں گے تو نہیں ٹوب ملائیں گے شیراز
سنا ہے انہیں رونے ہوئے لپٹ جانے کی عادت ہے
⑨ شعیب شیرازی - جوہر آباد
یہ خند میں ڈالتی ہوئی آنکھیں مجھے سونے نہیں دیتیں
دراغہد مجھے بھی خند آ جائے تو سر ہانا
⑩ نصرت ایڈمنسٹریٹو - چک ٹیٹی
چہرہ دل سے دیکھا جاتا ہے خوبصورتی سے نہیں
یار دوستوں سے کیا جاتا ہے دشمنوں سے نہیں
⑪ بہادر عابدانی - گھوگئی
ہستی کو محبت میں فنا کون کرے گا..... رخصت حامیرے لا کون کرے گا
پتھوں کی کیروں کو روک کون کرے گا..... یہ کیا کیرے ساتھ لاکون کرے گا
⑫ شعیب شیرازی - جوہر آباد

شعیب شیرازی - جوہر آباد
اسے اس ہستی کے رہنے والے آئی دیکھو سوز کے
ہم پہنکی جا رہے ہیں ہستی تیری چوڑ کے
① نصرت ایڈمنسٹریٹو - چک ٹیٹی
حادث سے الگ کر مسکراتا میری عادت ہے
مجھے آنکھوں کے پردے سے سوتا نہیں آتا
② محمد عظیم ظہیر - منکاس
دے کر دلم وہ مریم رکھتا تھا
ہن دہا تھا لا دلی وہ انان تھا
③ نصرت ایڈمنسٹریٹو - چک ٹیٹی
تیری شراب کا نشہ تو صرف اک دلت تک ہے سنا
تو بھی دہوش ہو جائے اگر دیکھ لے میرے پار کی آنکھیں
④ عطا طاہر شاہ - لاہور آؤ نہ بھگہ
اک ہن کے میری چشم تر میں رہتا ہے
جب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے
⑤ نرگس ازگنیل - گوجرہ
نہ پھر ہم سے کوئی بات کہ خوشی اک سوال میں کر رہی ہے
رواں ہے میں سینے میں کہ کسی اک خیال میں کر رہی ہے
⑥ بہادر عابدانی - گھوگئی
تجے دلتی میں دھوکہ تو میں بھی دے سکتا ہوں
مگر میں زبان میں دھوکے منت کا میری دانت میں ہے دلتی نہیں
⑦ انعام علی - چتر
میں میں چہنے والے خوش نصیب ہیں
انا کہ ہم اس سے دور ہیں لیکن پھر بھی بہت قریب ہیں
⑧ الا ازگنیل - کوٹ دہو صاحب
تو نے تو یہ کہا کہ مجھے محبت نہیں لی چاہت
مجھ کو تو یہ بھی کہنے کی فرصت نہیں لی
⑨ رائے بیس دلی چاہت - لاہور آؤ نہ بھگہ
ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں ہم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں
⑩ محمد انان - رکن شہ
ہم زمانے میں بنام اس لئے ہیں کاشی
کہ ہمیں لوگوں کی طرح بدل جانا نہیں آتا
⑪ عبادت علی - ولی آلی خان
اس سے کہو کہ میری نظر سے کیا بچو دے

غزل

میرا دل کیا جس میں خوشبو نہیں
اس زندگی کا کیا فائدہ جس میں تو نہیں
اے گلشنِ وفا کے نام پر جوں و اسمن
ہر بھی لکھتے محبت دلی آبِ دم کی طرما
محبت کسا جرم ہے اس زمانے کی لگاؤں میں
محبت میں یہ عمارت ہے خدا کی یادگاروں میں
محبت نام ہے خوشی کا خوشی سے تم اٹھا لینا
مجھے محبت ہے جس میں تم سے کسی دن آدنا لینا
دور نہ کر بھی میری یادوں کو پوچھا میں نے
نہ کہا کہ مجھے آدابِ وفا دیا نہیں
محبت اک دریا ہے اگر کوئی سدائے رکے
و ایک شہزادی ہے خدا تجھے جوں رکے

غزل

کسی سے تار پا تو ہم جدا نہیں کرتے
میں نہیں چاہو تو میرے ہر ہر چھوڑا نہیں کرتے
اگر ہم پہلے کر لیں منم نہیں کوئی کرتے
تو میرا وہی بہادر کو منم بھی سوزا نہیں کرتے
ہمیں تو معلوم ہی ہے کہ میری جیت بالآخر پہنچی لی ہے
جس میں ہم دن دن فتنوں کے دل توڑا نہیں کرتے
محبت کرنے والے لگو منم خود کو توڑ پھوٹے ہیں
محبت کرنے والے منم دل توڑا نہیں کرتے
چپکے چپکے رات دن آنسو پتے رہتے ہیں منم
دیا دلوں نے کر دی ہے مقام کی اتھا
اور ہم تجھے یاد کر کے روئے رہتے ہیں منم
زاہد اعظم، سورتھی

اتنا معلوم ہے!

لپٹے ہنر پہ بہت دیر سے میں نیم دراز
سوئی تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے اتنا
میں یہاں ہوں مگر اس کوچہ رنگ و بو میں

ہر پہل تمہاری نام رہتا ہے
تم

میری زبان آنکھوں کا اعتبار کرو

جو ہر پہل
ہر پہل تمہیں دیکھنے کیلئے پہنچ رہی ہیں
تم میری اس سانسوں کا اعتبار کرو
جن میں ہر پہل تمہاری ہی خوشبو مکتی ہے
تم میرے اس دل کا اعتبار کرو

جو
تمہارے بغیر نہیں بھی نہیں لگا
تم میری اس دھڑکن کا اعتبار کرو
جو تمہارے ہی نام پر دھڑکتی ہے
تم میرا اعتبار کرو

جو تم کو اپنی زندگی بناتا ہے
اور جانتا ہے اور تم سے بھی اور پاکیزہ محبت
کنا ہے ایس

نوشان احمد، آزاد کشمیر

غزل

چاہت کا یہ درد ہے
لئے کا یہ درد ہے
منا ہے مگر تم سے چاہے جتنی سزا دے
ابا کہ حسین اوستم
انتظار ہے
کیوں اور ساقی ہر اب چار سوا دے
انفاق سے ہوتا ہے غاپ
اس حسن کی سزا دے
چاہت کا یہ درد ہے
لئے کا یہ درد ہے
منا ہے جس میں تم سے چاہے جتنی سزا دے
☆☆☆

اس ہنسی میں تو وہ نکلی تھی کہ اس سے آگے
 کیا کہا اس نے مجھے یاد نہیں لیکن
 اتنا معلوم ہے خوابوں کا بھرم ٹوٹ گیا
 لہزم الطاف خان، ملتان

غزل

کچھ کھلے تو سبکا موسم کی یہ سازش کیا ہے
 زندگی سر پہ میرے دھوپ ہے یا سایہ ہے
 کوئی ٹوٹے ہوئے خوابوں کے لئے رہتا ہے؟
 اسے بستی آگے نہیں کیا سوچا ہے
 تم نے دیکھا ہے کسی کو اٹھاتے غم عشق
 اب جو مجھ سے نہ اٹھا تو قہر کیا ہے
 میں نے جانا تھا تیرا وہ بھی ہے راحت کی بات
 کٹ گئی رات مگر وہ ٹھہرا رہیں ہے
 لاڈ پھر چڑ کے دیکھوں تو یہ نکلوے دل کے
 میری جانب گھراں اب بھی کوئی چہرہ ہے
 قافلہ عمر کا ٹھہرا تھا جہاں پہلے پہل
 آج تک دل میں اسی دشت کا سا ہے
 لہزم الطاف خان، ملتان

غزل

آج تک کے ہوا کا جھوٹا اک صدا آیا
 ڈھونڈ رہے بہت اس کو لیکن وہ سارا دن نہ آیا
 تو پے تھے بہت تیرے پیار کی اک اک بود کو
 شایع ہو ماری قسمت میں نہ تھا جو تیرے پیار کا پیغام نہ
 آیا

بدستہ تو وہ تم بھی موسموں کی طرح اکڑ
 قسم سوچ کر آج تم پر سراو کیوں نیا اٹھام آیا
 یاد میرا دکا نہ
 چلی ہاڑھراں بائی
 گل زمانہ بیل را
 کوئی پروہ رو کر کہہ رہا تھا

روز کی طہر سے وہ آج بھی آیا ہوگا
 اور جب اس نے وہاں مجھ کو نہ پایا ہوگا
 آپ کو معلوم ہے وہ آج نہیں آئی ہے
 میری ہر دست سے اس نے یہی پوچھا ہوگا
 کیوں نہیں آئی وہ کیا بات ہوئی ہے آخر
 خود سے اس بات پر سو بار وہ ابھرا ہوگا
 کل وہ آئے گی تو میں اس سے نہیں ہوں کا
 آپ ہی آپ گئی ہار وہ روٹھا ہوگا
 وہ نہیں ہے تو بلندی کا سفر کتنا کٹھن
 سرخیاں چڑھتے ہوئے اس نے یہ سوچا ہوگا
 دلہادی میں ہرے لون میں پھولوں کے قریب
 اس نے ہر سمت مجھے آن کے ڈھونڈا ہوگا
 نام بھولے سے جو میرا کہیں آیا ہوگا
 غیر غصوں طریقے سے وہ چوٹا ہوگا
 ایک چلے کوئی ہر شایا ہوگا
 بات کرتے ہوئے سو بار وہ بھولا ہوگا
 یہ جو ہوئی تھی آئی ہے نہیں وہ تو نہیں
 اس نے ہر چہرہ بیکسا سوچ کر دیکھا ہوگا
 جان نہیں ہے مگر آج لفظ میرے نہیں
 لئے کسی وہ وہی دم میں تھا ہوگا
 کبھی خانوں سے دشت ہوئی ہوگی اسے
 اس نے بے ساختہ پھر مجھے پکارا ہوگا
 چلے چلے کوئی ماؤں سی آہٹ پا کر
 دوستوں کو بھی کسی خور سے روکا ہوگا
 یاد کر کے مجھے غم ہوئی ہوں گی کلیں
 آنکھ میں پڑ گیا کچھ کہ کے یہ تالا ہوگا
 وہ گھبرا کے کتکوں میں جڑی ہوگی پناہ
 ہر سفر میں میرا چہرہ ابھر آیا ہوگا
 جب ملی ہوگی اسے میری علامت کی خبر
 اس نے آہستہ سے دیوہ کو تھاا ہوگا
 سوچ کر یہ کہ بھل جائے پریشان دل
 پوچھی ہے وہ کسی شخص کو روکا ہوگا
 اتفاقاً مجھے اس شام میری دست ملی
 میں نے پوچھا کہ سنو آئے تھے وہ کیسے تھے؟
 مجھ کو پوچھا تھا؟ مجھے احوال تھا چاروں جانب؟
 اس نے آگ لے کر دیکھا مجھے اور پھر نہیں دی

میاں گل قلیاں گل تھا

بابر سمیر، اوکاڑہ

ہم تھے کہ ہمیں اکلہ نہ کرنا آیا

آر حاجی غلام حسین خواجہ،

مشتان

غزل

جب سر شام اس نے رفتوں کو سنوڑا ہوگا
ہاتھ میں کنگن آنکھ میں کاجل آلودہ ہوگا
اس کے جڑے پہ سجا وہ سفید گلاب
رات سوتے میں کسی نے تو اتارا ہوگا
حالم تنہا میں شب بھر کروٹیں لے کر
کونسی تو ہوگا جس نے نکارا ہوگا
ہے وہ نیر میں ادنیٰ ہوئی محسوس آگئیں
جس نے دیکھا وہ حل وہی پہ ہارا ہوگا
اس کے بے تاب نرے ہوئے ہونوں پہ نرے
ہمیں یقین ہے نکلا ہوا وہ نام اٹھا ہوگا
رفیقہ مرثان حسن خانہ وال

غزل

بغا کہ آنکھ میں نیندوں کے سلیے بھی نہیں
گھست خواب کے لب بھ میں حویلیے بھی نہیں
نہیں نہیں! یہ خیر دشمنوں نے دی ہوگی
وہ آئے! آئے! آئے! چلے بھی گئے! چلے بھی نہیں
یہ کونسا لوگ اندھروں کی بات کرتے ہیں
ابھی تو چاند تیری یاد کے اچلے بھی نہیں
ابھی سے میرے دلوں کے ہاتھ جھٹے گئے
ابھی تو چاک میرے رخسے کے سلیے بھی نہیں
خفا اگرچہ بیت ہوئے مگر لب کے
وہ میرا ہے کہ ہم سے انہما گئے بھی نہیں
زاہد القبال، سحر، مسندری

غزل

بادل ہر گرجے ہیں دیرا نہیں کرتے
مانی بھی احسان کا بچہ نہیں کرتے
آنکھوں میں ہا لپٹے ہیں روئے ہوئے سطر
جاتے ہوئے لوگوں کو پھرا نہیں کرتے
کہتے ہیں کہ چپ چاپ سے رہتے ہیں اکثر
دشمن بھی مٹا ہے کہ سنوڑا نہیں کرتے
ہم گشت تنہا میں رو لپٹے ہیں ہی ہر کے
ہم شعر کی تمیں میں لڑنا نہیں کرتے
آر حاجی غلام حسین خواجہ،
مشتان

غزل

چہرے سے قل رنگ کے پیکر تھیں مجھے
مٹی میں آنہ پائے کہ بھو کل مجھے
چلے ہوئے تھے چاہتی نیندوں کے سلیے
آنکھیں کھلیں تو روت کے سحر ہل گئے
کب مت گلاب پہ حرف آنے پائے ا
تکلی کے پہ اڑان کی گری سے جل گئے
آگے تو دف ریت کے دیا دکھائی دیں
کن ہستیوں کی ست سناہر لگ گئے
ہر ہادی کے دھام میں آنے کو تھے گلاب
مد شکر نیر کھونے سے پہلے سنبھل گئے
زاہد القبال، سحر، مسندری

غزل

اے جاا بھی تو اکلہ نہ کرنا آیا
مر بیت گئی ہمیں یاد کرنا نہ آیا
اس نے مانگی بھی تو ہم سے ہونے مانگی

غزل

اپنی دہلی تھے نام کا چچا دیکھوں
اک ذرا شعر کہیں اور میں کیا کیا دیکھوں

خند آہلے تو کیا منتیں رہا دیکھوں
 آنکھ کل جائے تو تھائی کا حرا دیکھوں
 عام بھی ہو گی وحدانگیں آنکھیں بھی ہری
 بولنے والے میں کب تک حرا رہتا دیکھوں
 ایک اک کر کے مجھے چھوڑ گئیں سب سکھیاں
 آج میں خود کو تیری راہ میں تھا دیکھوں
 کاش منزل سے میری ناگاہ آہلے آ کر
 لے لیروں میں وہی ہاتھ جو اپنا دیکھوں
 زاہد نقبال سحر، سمندری

دیکھتے ہی سترائے گی
 مجھے چھو کر تیری ہر بات پالے گی
 تجھے مجھ سے ہمالے کی
 زمانے پھر سے کہہ دے گی، میں تجھ سے مل
 سکتی ہوں
 ہوا کی شوشیاں یہ
 اور میرا بچپنایا
 کسا ہے آپ سے بھی میں
 تری خوشبو چھپا لیں پھر رہی ہوں
 زاہد نقبال سحر، سمندری

غزل

غزل

ہوا سے جگ میں ہوا ہے اہا ہوں
 قلند کشتیاں یہ بادیاں ہوں
 میں سورج کی طرح ہوں دھب اوڑھے
 اور اپنے آپ یہ خود ساتا ہوں
 مجھے بارش کی چاہت نے ڈالیا
 میں پتہ شہر کا کیا سکاں ہوں
 خود اپنی چال اپنی چلتا چاہوں
 میں اپنے واسطے خود آتا ہوں
 دھائیں دے وہی میں دشمنوں کو
 اور اک اور یہ بھرپا ہوں
 پردوں کو سکھلا رہی ہوں
 میں ہستی چھوڑ چلی کی ااں ہوں
 بھی قصور میری کیا ہے گ
 ابھی تو کیوں پر اک نکاں ہوں
 زاہد نقبال سحر، سمندری

قریب جاں میں کئی بھول کھالے آئے
 وہ میرے دل پہ نا زخم لگائے آئے
 میرے دیوانی ادبوں میں بھی خوشبو جاگے
 وہ میرے گھر کے دھام سنانے آئے
 اس سے اک بار تو دیکھوں میں اسی کی مانند
 اور میری طرح سے وہ مجھ کو مٹائے آئے
 اسی کوسے میں گئی اس کے شامہ بھی تو ہیں
 وہ کسی اور کے لئے کے پہانے آئے
 لب نہ پہنوں گی میں کھوئے ہوئے خوابوں کا پتہ
 وہ اگر آئے تو کہہ بھی نہ سالتے آئے
 زاہد نقبال سحر، سمندری

لظم

لظم

صحن چپ ہے
 بدن خاموش ہے
 گالوں پر دیکھی تماشہ بھی نہیں آئین
 میں گھر سے کیسے نکلوں گی
 ہوا چھل نکلی کی طرح باہر کھڑی ہے

ہرے لان میں
 سرخ بھولوں کی چھاؤں میں بیٹھی ہوں
 میں تجھے سوچتی ہوں
 میری انگلیاں
 سبز چوں کی بھونکی ہوں
 تیرے حرا گزرنے ہوئے موسموں کی تھک
 سخن رہی ہیں

اپنے پیاروں کے نام شعر

کسی بے سہارا کا یہاں سہارا کون بنتا ہے
ظلیل احمد ملک - شیدائی شریف

قاریں کے نام
زندگی میں جو چاہو حاصل کر لو گھر
اتنا خیل رکھنا کہ آپ کی منزل کا راستہ بھی
لوگوں کو توڑتا رہا
دقاریوں کی ساگر - چیمپو ملٹی

انیس گراچی کے نام
تم کو جان سے چار بانالو
دل کو سکون آنکھوں کا تار بانالو
اب تم ساتھ دو بانہ دو تہاری مرضی
ہم نے تمہیں زندگی کا سہارا بنالو
غلام عباس ساغر - جیل آباد

سلمان سندھو کے نام
پھول درخشہ تو ہے دیکھنے میں مگر
سلمان بہت دکھ ہوا اسے برگ گل کی جہلی کا
ڈیشان علی سندھو

فاطمہ طفیل طونی کے نام
خدا سے سب کچھ مانگ لیا تم کو مانگ کر
اب اٹھتے نہیں اتھو اس دعا کی بعد
حکیم طفیل طونی - الکویت

مدیم عباس ڈھکو کے نام
تیری وفا کو ہم نے بھلایا کب تھا
درد جدائی کا دل سے مٹایا کب تھا
لگا کر بھول جانا تیری عادت تھی
ہم نے تیرے سوا کسی اور کو دوست بنایا کب تھا
محمد وقاص ساگر - فیروزہ

صدائیں صدا کے نام
رابطے ضروری ہیں اگر رشتے بچانے ہیں
لگا کر بھول جانے سے یہ پودے سوکھ جاتے ہیں
انیس بازار آزاد کشمیر

سب کے نام
زندگی میں اتنی غلطیاں نہ کرو
کہ پھل سے پہلے روپہ قطع ہو جائے
تربلہ حلیف - ملہ جوگیاں

غلام عباس ساغر کے نام
اے ذرا میری ایک امانت رکھنا
اگر میں مر گیا تو میرے دوست کو سلامت رکھنا
سمیل جبار سرسرائے

کائنات کے نام
چلو دیکھتے ہیں خود کو برہادر کر کے بھی
کہ برہادوں میں کون ہمارا بنتا ہے
ہا پھل کے درختوں کو کاٹ دیا جاتا ہے

خونہاگ ڈائجسٹ 201

جہشید پشاور کے نام

تجھ کو جانے کی تمنا سدا ہی ہم نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی
فتنہ شیر زمان پشاور

دوست کے نام

بھرا لازم ہے تو پھر وصل کا وعدہ کیا
چرخاں رست پہ بہادری کا لہارہ کیا
زخم دے کر نہ تم درد کی شدت پہ چھو
درد تو درد ہے کم کیا زیادہ کیا
آفت شہزادی۔ جہانیاں

کسی اپنے کے نام

لفظوں کی بناوٹ ہم کو نہیں آتی
کثرت سے یاد آتے ہو سیدھی کی بات ہے
تزیلہ حنیف۔ ملہ جوگیاں

حماد ظفر کے نام

خدا کرے آپ کو غم ملے
ہی خوشی آپ کو ہر دم ملے
جب بھی آئے کوئی بھی غم آپ کی طرف
دعا ہے کہ اس کو راستے میں ہم ملیں
آغا محمد زین بشیر۔ ملکہ

اشفاق بٹ کے نام

ذہر سے زیادہ فخرناک ہے یہ محبت
کہ اس میں انسان مر کے بیٹا ہے
رانا باہر علی ناز۔ لاہور

سویٹ اے کے نام

نہ میری دعا نے سحر کیا
نہ میرے آنسوؤں نے اثر کیا
تجھے مانگ مانگ کے تھک گئے
میرے ہونٹ بھی میرے ہاتھ بھی
رائے اطہر مسعود اکاش

صدائیں صدائے نام

وہ جو روٹھا ہوا ہے مدت سے
کاش وہ آں لے عید کے دن
عمران شہزاد لاہور

ایس کے نام

بھلاؤں گا کہیں بھی ذرا صبر کرو
رگ رگ میں ہے ہو کچھ وقت تو گئے گا
رانا زہرا عباس۔ منڈی بہاؤ اللہ بن

ایس کے نام

نہیک سے نہیں مرے کوئی جدائی میں
خدا کسی کو مگر کسی سے جدائی کرے
پرنس عبدالرحمن۔ عین راجھا

مجید کے نام

بعد مرنے کے بھی اس نے نہ تھوڑا دل جلائے محسن
اور ساتھ والی قبر پہ پھول پھینک جاتا ہے
حسن علی طالب ساہیوال

کسی اپنے کے نام

بے چین رہی ہے ہر دم میری نظر
دھوڑتی ہے تجھے ہر جگہ لہرا دھر
نظر آئے تھے ہر گھڑی تو ہی تو
دبستی آؤں میں جدھر بھی جدھر
عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ

آپ کے خطوط

تمام قارئین کو اسلام میں بھی آہستہ آہستہ خوفناک میں داخل ہونا ہی ہوں اور ڈر بھی لگتا ہے کوئی جن یا چیزیں مجھے اپنے جاوے سے کوئی اور چیز ہی نہ بنادیں خیر میں بھی چڑیل سے کم نہیں ہوں وہ مجھ سے معافی نہ مانگے تو کہتا لیکن ایک بات ہے میں نے ریاض احمد کی کہانیاں پڑھ پڑھ کے ڈرنا چھوڑ دیا ہے ذروں بھی کیوں موت تو ایک دن ہی آتی ہے اگر کسی چڑیل نے مجھے زیادہ تنگ کیا تو میں بھی اپنے ابو کے ابو کی چڑیلوں کی وار دہت ہی زیادہ ہیں جو بچپن میں ہماری دوست تھیں مگر اب کبھی کبھار آتی ہیں آپ یہ جان کر حیران ہو گئے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے مگر میں سچ کہہ رہی ہوں اور وہ ہمارے گھروں کی رکھ بولی بھی کرتی ہیں انہوں نے آج تک کسی کو کوئی بھی تکلیف نہیں پہنچائی بس جس کو جی چاہا تھوڑا تنگ کیا اور جی نہیں خیر میں ان ساری چڑیلوں سے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں لو آگئی ہوں خوفناک میں اگر ہمت ہے تو نکال کر دکھاؤ کہ میں نے بھی پیچھے ہٹنا نہیں سیکھا جو ایک بار کہہ دوں وہ کر کے رہتی ہوں چاہے کچھ بھی ہو اور اس میں نے اس بار خوفناک نہیں لیا اس لیے میں کسی کی کہانی کی کیا تعریف کروں اگر کچھ غلط کہہ دیا تو آپ بہن بھائی ناراض ہو جائیں گے پہلے ہی بہت بہن بھائی خوفناک سے منہ موڑ گئے ہیں لیکن ان سے گزارش ہے کہ وہ واپس آ جائیں اور ہمارا مان رکھ لیں ہر خط میں ہی کہتی ہوں جو چھوڑ گئے ہیں واپس آ جائیں جتنا کرایا گئے کار ریاض صاحب ان کے کیوں کہ ہم سب ان کی جزم میں ہی تو جمع ہوں گے اور پھر وہ بے شک ہمیں پانی کا نہ پوچھیں سسکرا کر وہ عظیم کہہ دیں ہم نے کرایہ بھی معاف کیا کیوں جی اگر برا لگے تو سوری باقی چوکی والے میوانی گرد پ بہن بھائیوں کو بھی سلام اور ان کا شکریہ جو یاد کیا مگر میوانی میں نہیں خیر اللہ سب کو لکھنے اور خوش رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین آخر میں تمام شاف کو سلام خدا اس مٹری کو ہمیشہ قائم رکھے۔

مشورہ کرن چوکی

اسلام علیکم۔ امید ہے خوفناک ڈائجسٹ کے شاف قارئین خیریت سے ہوں گے خوفناک کا دو سال سے خاموش قاری ہوں اس بار کچھ تحریریں ارسال کیں ہیں امید ہے کہ خوفناک کے شاف کو پسند آئیں گی اور امید ہے کہ خوفناک والے میری تحریروں کو ضرور جگہ دیں گے خوفناک ایک معیاری رسالہ ہے اور اس میں سب تحریریں مزے کی ہوتی ہیں لیکن ناظم پر بڑا قصور والا رویہ ختم کر دیں اس کے بجائے خوفناک اور بد صورت کی تصویر شائع کیا کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کو خریدیں اور اس میں لکھیں امید ہے شاف والے میری باتوں کو سمجھ گئے ہوں گے اگر میری کہانی خوفناک میں شائع ہوتی ہے تو میں ایک اور قسط وار کہانی لکھوں گا اب اجازت دیں اللہ حافظہ...

کاشف عبید کاوش۔ جلد موڈی بگرام

اسلام علیکم۔ مٹی کا شمارہ ملا اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے مگر ہمارے پاس بھی پڑھنے کے لیے نام نہیں

ہم کیوں کہ اغیارام جو منہ کھولے دودھے چلے آ رہے ہیں پھر بھی نہ بردستی کئی سنواریاں پڑھ لیتے ہیں جن میں سے ایک مردود جادوگر دوسری شیطانی دیوتا جو کہ بہت ہی پسند آئی انگل ریاض صاحب لگتا ہے دوسرے کو کہتے کہتے اپنی سنواری لکھتا بھول ہی گئے ہیں شاید ہو سکتا ہے وہ دوسرے جادوگر کو جگہ سے ہٹا دیں تو اچھا گمان ہی کرتے ہیں، بھائی خالد شاہان از گریٹ لگتا ہے آپ کی بات بھی سنی گئی آ سنی جاں لگتا ہے سب کو اسی جاں میں پھنسا رہی ہے یہاں تک کہ انگل ریاض بھی ان کے چکر میں پھنس کر ہار ہار شائع کر رہے ہیں، سیاہی بولہ یہ تو کسی کی پسند ہے تو ہم کیا کہیں مصباح جو ہے اس کے بارے میں کہتے کہ وہ نجان مسافر، قاتل حسینہ، رقتا روم، اور باقی شمار بھی قاتن ہے انگل جان کیا بات ہے ہم جب بھی آپ کو اپنی سنواری کے بارے میں کہتے ہیں آپ کہتے ہیں اگلے بار آ رہی ہے مگر جب شمارہ لیتے ہیں تو اس میں نام و نشان بھی نہیں ہوتا پلیز آپ ایسا مت کیا کریں بے شک نہیں شائع ہوئی تو نہ کسی مگر اس طرح لایق تو نہ میں ہم اپنے تمام دوستوں کو بتا رہے ہیں مگر شمارے میں سنواری نہ پا کر دوستوں میں شرمندہ ہوتے ہیں ہم نے ایک بار بھائی کال پہ نہیں کہا کہ شائع کریں بس پوچھتے ہیں کہ کیا بنا ٹھیک بھی ہے کہ نہیں آخر میں سلام

محمد بن عبد العباس سے اپنی ہمدی

اسلام علیکم۔ خوفناک میں میرا پہلا خط ہے اگر حوصلہ افزائی ہوئی تو ضرور بہتر ورت آپ کی محفل میں حاضر ہوتا رہوں گا مجھے خوفناک میں متعارف کروانے والے میرے بھائی ابو ہریرہ ہیں میں ان کا بہت ہی شکر گزار ہوں انہوں نے مجھے اتنے اچھے رسالے سے متعارف کروایا ہے اب انشاء اللہ دوبارہ پڑھا کروں گا انشاء اللہ خوفناک ڈائجسٹ بہت اچھا جا رہا ہے اس میں شامل بہترین اور عمدہ کہانیاں اس کی عمدگی کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور دعا ہے کہ یہ ہمیشہ ایسے ہی ترقی کرتا رہے اور خدا سے نظر بد سے بچائے آمین۔ ڈائجسٹ میں تمام رمانٹر اچھا لکھ رہے ہیں خاص کر کے انگل ریاض احمد ان کی تو کیا ہی بات ہے پڑھ کر حیرت آ جاتا خدا ان کی عمر دراز کرے آمین آخر میں تمام رمانٹرز اور شائق کو میری طرف سے سلام پلیز انگل میرا خط ضرور شائع کر دیا میں نے دلی سے لکھا ہے۔ میری طرف سے سب کو سلام

محمد ابو ذر غفاری بلوچ بہادر نگر

مئی کا رسالہ سٹائیس اپریل کو ہی مل گیا سردی بہت ہی بھیا تک تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا اس کے بعد خطوط کی طرف گئے تو اپنا خط دیکھ کر دلی ہار ہار ہو گیا خط شائع کرنے کا بہت بہت شکر یہ انگل ریاض علی کی سنواری نہ پا کر دلی کو بہت دکھ ہوا پتہ نہیں ان کی کہانی کیوں شائع نہیں ہوئی پلیز انگل جی کہانیاں لکھتے رہا کریں آپ کی کہانی کے بغیر یہ ڈائجسٹ بیکا بیکا سا لگتا ہے اس کے بعد بھائی خالد شاہان کی بھید قسط نمبر ۳ پسند آئی اگلی قسط کا بے صبری سے انتظار ہے، پھر تم تم نشاد صاحب کی کہانی سیاہی بولہ قسط نمبر ۲ پڑھی پڑھ کر حیرت آ رہی اس کے بعد اسد شہزاد صاحب کی آ سنی جاں پسند آئی، جادوگر اور قاتل حسینہ بھی اچھی تھی لیکن انگل جی رائٹر کا نام نہیں لکھا غریبیں اور اشعار بھی اچھے تھے پلیز انگل جی ہمارے خط بھی شائع کر دیا کریں ہم بڑے دلی سے لکھتے ہیں تمام قارئین کو میری طرف سے سلام۔

اپنل کی چاہتوں سے ملے اس قدر فریب۔ مدتے رہے پٹ کے ہر انجی کے ساتھ

محمد ابو ہریرہ بلوچ بہادر نگر

اسلام علیکم۔ ہم سب خیریت سے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ سب بھی اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوں

میں اتنی فزل اور خط و کچھ کر خوشی ہوئی باتی ان راتوں کا بہت شکر ہے جو ہمارے ہر لمحہ ہے پر تشریف لائے اور ان کا بھی شکر ہے جو خود تو نہ آئے مگر ان کے گنت ہمیں مل گئے ہیں جو نہیں آئے ان سے شکوہ نہیں ہے سوائے ایک شخص کے وہ کون ہے میرا خط پڑھ کر جان گیا ہو گا مگر کا شمار میرے ہاتھوں میں ہے اس حال میں کہ پڑھنے کا وقت میرے پاس نہیں ہے کیوں کہ بھائی جان کراچی چلے گئے ہیں اور لیکچری کا سارا کام مجھے سنبھالنا پڑتا ہے اور پھر انیس مئی کو انگریز ام بھا آ رہے ہیں یہ کیا انگل جان آئیگی جال تیسری بار شائع ہوگئی ہے کیا اور شور یاں ختم ہوگئی ہیں جو بار بار ایک ہی ستوری آ رہی ہے جبکہ ہماری ستوری یاں ایک بار بھی آپ نے شائع نہیں کیں اور دوسری بات اسد بھائی واہ کیا بات ہے ہم لوگ آپ کو راز پر مبارکباد دیتے ہیں بات نے وہ ستوری کیں سے چھوڑ کر کے لگائی ہے پر شرم کی کمی ہے لوگوں میں جو دیا کرتے ہیں، سیاہ بولہ آلی تم لکھنا دگر یہ قسط نمبر ۳ کیوں انگل ریاض صاحب آپ کی قسط تلاش عشق کہاں غائب ہوگئی پلیز جلد ہی اگلی قسط روانہ کریں سب قارئین اور راتوں کو سلام اور ایڈوانس میں رمضان المبارک انگل جان آپ نے ہمارے خط کے بارے میں کچھ بھی نہیں جو ہم نے آپ کو لکھا تھا ویسے آپ کی مرضی کی بات ہے مگر آپ ایک بار کال کر دو تو کیا حرج ہے

مصباح کریم میوانی چترکی

اسلام علیکم۔ امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہو گئے غرض وہی کا شمار میری سالگرہ والے دن اظہار فروری کو طارونوں خوشیاں انکشی ملیں سارا شمار بہت ہی زبردست تھا کیا میں میں جو کہ میں انکی پڑھی ہیں دبیر تم تم نشاد، فتح جنگ، ہر اسرار کو براقیہر جیل پر اوانہ باموں کا جن، ایسی عیسیٰ صداقت عالم بخاری مصباح شاہ۔ اور راز اسد شہزاد کو جو سب سے بہتر میں کہانیاں میں مبارک ہوئی سمجھتی ہوں انکی پیچہ کی مصروفیت کی پیچہ سے نہیں پڑھ سکی مگر خالد شامان اور شہاب رخ کی کہانیاں پڑھنے میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ زبردست ہوئی اسد شہزاد کا راز جاننے کے لیے تو مجھے اب بھی بے چینی ہو رہی ہے اور تم تم نشاد آپ کے مدبہر نے تو مجھے ٹھنڈا دیا دوستوں کی جدائی پہ مجھے بہت دکھ ہوا اشعار میں عثمان دہلی کلن پور ہر راز خوشاب، عاشر حسن کبیر والا، عثمان حسن، عابدہ رانی، عدنان عاشق، وقاص اور اسد شہزاد کے شعر بہترین تھے غزلوں میں مجھے فکلی احمد کراچی، اور زاہد اقبال، سحر سندری، مدیہ منقضاء آلہ آبادی، مکی فزلیں بہت پسند آئیں غلطو کی محفل میں کافی امن رہا خود کو روکنے کے باوجود بھی میں نے تقریباً سارا شمار پڑھ لیا تمین ماریج کو میرا پہلا پیچہ ہے امید ہے کہ سب دعا کریں گے کیوں کہ دعا تو میں خود بھی کر رہی ہوں میں نے ایک کہانی محفل کر کے رکھی ہے پیچہ کے بعد بھجوں گی اپنے اشعار دیکھ کر خوشی ہوئی انشا اللہ پھر ملیں گے فرست سے ابھی آپ سے اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی رکھو رابطہ جب تک ہم زندہ ہیں اسے دوست۔ محرمت کہنا چلے گئے دل میں یادیں بسا کر

عابدہ رشید دہلی۔ منڈی بہاؤ الدین

مئی کا ڈائجسٹ ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اقراء آپ کا انتظار ہے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ ڈائجسٹ میں ہر آنے ساگی راہیں آ رہے ہیں تم تم نشاد کی قسط واہ کہانی بہت اچھی تھی میں خط کے ہر واہ ایک کہانی بھی بھیج رہا ہوں امید ہے ضرور شائع کریں گے آئیسی کھوپڑی، اور ایک بھی ناگن آپ کے پاس ہیں ان پر نظر پالی کریں آخر میں دعا ہے خوشاک ڈائجسٹ دن دکن رات چوکی تری کرے آئیں۔

محمد قاسم رحمان۔ جری پور

اسام علیکم کہے ہیں آپ سب جی میں بھی آپ کی دعاؤں سے خوش ہوں ایک مشکل پیش آگئی ہے قارئین

مارچ 2014 کا شمار نہیں مل رہا پورا ہری پور میں نے چھان مارا ہے مگر مجھے نہیں ملا اگر آپ میں سے کسی کے پاس ہو تو برائے کرم اس پتہ پر بھیج دیں ڈاکخانہ خاص گاؤں ڈھوک سہارن تحصیل و ضلع منڈی بہاؤ الدین میں پڑھنے کے بعد واپس کروں گی اپنا جوانی پتہ بھی لکھ دیجئے گا پلیز اگر آپ کے پاس مارچ کا خوفناک ہو تو مجھے جواب دیں میں چند دنوں میں واپس کروں گی ضروری کا پڑھ لیا ہے مگر اپریل کا ابھی ویسے کا دیسا ہی پڑا ہے جب تک مارچ کا نہیں ملا میں کوئی بھی نہیں پڑھوں گی اس لیے برائے کرم یہ خط طے ہی مجھے مارچ کا رسالہ بھیج دیں میں آپ کی بے حد مشکور ہوں گی اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

دیکھ زندگی اس طرح نہ دلا مجھے۔ ہم تھا ہو گئے تو چھوڑ جائیں گے تجھے

..... راجہ ارشد۔ منڈی بہاؤ الدین

اسلام علیکم۔ میں بالکل خیریت سے ہوں امید کرتی ہوں کہ آدھی خیریت سے ہو گئے ماہ اپریل کا خوفناک اٹھا نہیں مارچ کو ہی مل گیا تاگل بہت اچھا تھا سب سے پہلے حسب معمول مظلوما کی طرف گئی اس کے بعد امی منٹو پڑھا جو بہت ہ پسند آیا اس ماہ جو سنوریاں اچھی تھیں ان میں خوبی ریگستان، ہندوکان کا راز شفقت علی سمندری، بھیا تک تعبیر پر بس کریم پشاور، چیل کا انجام محمد بلاول حافظہ، باور، خائیں پا قاتل بھائی ملک زائد صاحب کی، اور سیا نیولہ آبی لم لم نشاد صلیبہ کی شامل ہیں باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں اور اشعار بھی اچھے تھے آخر میں خوفناک ڈائجسٹ کے لیے دعا گو ہوں کہ یہ دن دگر رات چوٹی ترتی کرے آمین اور رسالے کے تمام راضیوں کو میرا سلام۔

..... فرخندہ جمیل، بہاولپور

اسلام علیکم۔ میں خوفناک اور جواب عرض کی پوری ٹیم کی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری تحریر شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کی اور مجھ میں حریز دست پیدا کی کہ میں لکھوں اور میں لکھتے بھی لگی پہلے جواب عرض میں پھر خوفناک میں پھر وہی کہانیوں میں شہزادہ آتش اور بھائی ریاض احمد آج آپ کی وجہ سے میں دوسرے رسالوں میں بھی لکھ رہی ہوں ایک آپ ہی تھے اور قارئین جنہوں نے میری کہانیوں کو پسند کیا اور نہ میرے اپنے نے تو میرا مذاق بنایا اور مجھے پائلنٹ لکھائی اور جانے کیا کیا لقب دیتے رہے ایک طرف میں اپنی تحریروں کو دیکھ کر خوش ہوں ہوں تو دوسری طرف میرے اپنے میرا مذاق بناتے ہیں اور میری خوشی غم میں بدل جاتی ہے اور پھر مجھ میں ہمت پیدا ہوتی ہے ریاض بھائی آپ کی وجہ سے میری مایوسی امید میں تبدیل ہو جاتی ہے میں آپ کی تہلیل سے شکر گزار ہوں بھائی اگر کوئی بات بری لگی تو تو حاف کرنا خدا حافظ۔

..... ریحان محمود قریشی، میرپور

اسلام علیکم۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میری عمر نو یا دس سال کی تھی تو میں نے خوفناک پڑھا شردن کیا چونکہ میں ایک ڈرنوک لڑکی تو اسی وجہ سے شردن شردن میں بہت ڈرتی تھی جب لائٹ چلی جاتی تو میں بستر میں ہی ایک جاتی مجھے ہر طرف کھوپڑیاں ہی نظر آتی جو اس وقت کی کہانیوں کی ہیرو ہوتی تھیں۔ قی ہاں کھوپڑی ہی یہ تھی خیر ایسی کہانیاں جو مجھے اب بھی یاد ہیں جیسے خولی کیگز انار میں، فیروہ فیروہ ان کے قلم میں بھی ایک مہربان تھا جو اس وقت کہانیاں لکھتے تھے اور میری دیوانگی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ میں رات کے آٹھ یا نو بجے ڈائجسٹ سے کر بیٹھ جاتی تھی اور تین یا چار بجے تک پڑھتے رہتی تھی وقت کا احساس کچھ اذان سے ہوتا تھا اب ویسے کہانیاں باتو خالد شاہان صاحب لکھ رہے ہیں یا انگل ریاض شاہان بھائی آپ کو بہت بہت سلام اور انگل ریاض ہی آپ کو بھی

بہت ساری دعاؤں کے ساتھ سلام قبول ہوا آج میں میٹرک بھی دو سال سے کر چکی ہوں اور جبکہ میں ڈائجسٹ
تیسری کلاس سے پڑھ رہی ہوں مجھے نہیں علم یہ خط شائع ہو گا یا نہیں مگر یہ تو علم ہے کہ میرا کسی بھی ڈائجسٹ میں
بملاحظہ ہے اس لئے علاوہ میں خواہمیں اور شمع اور سسپنس بھی پڑھتی ہوں مگر لکھنے کی جرات آج کی ہے بہت
کم ہو گئی آخر میں قادر نہیں کہ بہت بہت سلام قارئین اشعار لکھنے سے پہلے غور کر لیا کریں کہ ہم جو اشعار لکھ رہے
ہیں وہ کہیں کفر یا کلمات کے ساتھ تو نہیں ہیں کیوں کہ میں نے ایک شعر نہیں بلکہ کئی شعر پڑھے خوفناک میں میری
ت پر غور کیجئے گا اللہ تمام قارئین کو ایمان اور صحت کی بہترین حالت میں رکھے آمین۔

فاطمہ کوئل۔ صادق آباد۔

میری طرف سے تمام قارئین خوفناک کو سلام امید ہے سب خیریت سے ہونگے میں نے مارچ کا شمارہ
جا پڑھا کہ بہت حیرت آیا بھائی ریاض احمد کی کہانی تلاش عشق مجھ سے بھوت گئی ہے امید ہے وہ بہت ہی اچھی ہو
یا کیوں کہ آپ خوفناک کے کنگ ہیں آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگا مجھے آپ بہت اچھے انسان ہیں، مانو کھا
ار بقیس خان آپ کی کہانی اچھی تھی، منحوس لے عثمان غنی آپ کی کہانی بھی اچھی تھی ایسے ہی مزید لکھتے رہیں
شاء اللہ کامیاب ہیں عینیں میری دعا میں آپ کے ساتھ میں ڈریم کرل ساڑہ اہم آپ کی کہانی بالکل بے معنی
اور بچوں جیسی تھی آپ کو بہت ہی محنت کرتا ہوگی سریلی بانسری ردائیل آپ کی کہانی پڑھ کر میں نے خوفناک خرید
لیا تھا اسد شہزاد آپ کی کہانی کا آخری حصہ تھا اس لیے پڑھ نہ سکی کیوں کہ میں نے خوفناک دوسری بار خریدنا ہے
پہلی بار نومبر میں خرید تھا خوف تم تم نشانہ آپ کی کہانی اچھی تھی باطل کی رستہ بالکل بچکانہ تھی محمد قاسم آپ کو محنت
کی ضرورت ہے خوبی پتھر ساحل دعا بخاری آپ کی کہانی کی پہلی قسط اچھی تھی عید خالد شایان آپ کی کہانی قسط
دار بھی نہ پڑھ میں کی اسد شہزاد آپ کی کہانی ایم اے راحت کی کہانی چلی، دنی ہستی کی نقل تھی اپریل کا شمارہ جلد ہی
مل گیا اس بار اپریل کا شمارہ بہت ہی مزید اچھا تلاش عشق مجھ تو ایک طرف سیاہ پولم تم نشانہ کہانی کی قسطیں پری
کر کے پڑھوں گا خوبی پتھر ساحل دعا بخاری ان کی دوسری قسط نہیں تھی مددگار دروہوں کا دسویں شمارہ سم رحمان آپ
کی کہانی زبردست تھی اپریل کے شمارے میں میری بھی کہانی تھی ان کے بارے میں دوسرے لوگ بہتر جانتے
ہیں جاوگر اور معصوم مخلوق ریٹا محمود آپ کی کہانی بھی اچھی تھی شیطانی پنچہ حسن علی، جھاری زبردست کہانی تھی خوبی
ریگستان محمد نادر شاہ آپ نے ہمارے سال کی عمر میں ہی اتنی اچھی کہانی لکھ کر کمال کر دیا آپ مجھ سے تین سال
چھوٹے ہو یعنی میرے چھوٹے بھائی ہوئے، اسی طرح لکھتے رہیں گے تو کامیاب ہو جائیں گے چریل کا انجام محمد
بلال آپ کی کہانی بھی زبردست تھی چند مکان کا راز شفقت علی، سہیل یک تبصیر پرس کریم آپ دونوں کی کہانیاں
پڑھ کر تو جان ہی نکل گئی خوف کے بارے میں رات کو خند ہی اڑ گئی آپ دونوں کی تحریر کی واقعات آنکھوں کے سامنے
ٹھوسے لگتے ہیں ریاض انکل بہت شکر یہ میری کہانی شائع کرنے کا میں آپ کی شکر گزار ہوں بہت جلد ایک نئی
کہانی عجیب کھیل کے حاضر ہوگی پلیز جب دل چاہے شائع کرو دیجئے گا شکر گزار ہوں گی۔

فلک زبیر۔ لاہور۔

استقام عظیم۔ میں بھی سب کی طرح ہی خوفناک ڈائجسٹ کا دلچسپ ہوں میں بھی ہر ماہ نئے رسالے کی امید
میں ہوتا ہوں کہ جیسے ہی ڈائجسٹ آئے دوسرے دوستوں سے پہلے لوں اور ان کو بتاؤں کہ میں نے خرید لیا ہے
اور میں کافی دیر بعد خط لکھ رہا ہوں کہ بھائی ندیم عباس میواں نے مجھے مخاطب کر کہا ہے کہ غالب حسین، میں تو
بھائی صاحب میں میوہی نہیں ہوں ہم بھائی ہیں اور اور آج کل میں بھی انگریز اسم کی فلی تیار ہی میں، ندیم

سب کو کامیاب کرے آپ نے یاد کیا آپ کا بہت ہی شکریہ میں ہر بار آپ کا خط پڑھتا ہوں مگر لکھنے کا نام نہیں لیتا
آخر میں ساری نیکو کو سلام

حافظ طالب حسین۔ چوکی

اسلام علیکم۔ امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہو گئے فروری کا شمار ملا سارہ شمار بہت ہی
زبردست تھا کہانیوں میں جو کہ میں ابھی پڑھی ہیں دسمبر تم نظام، فتح جنگ، پراسرار کوبرا ایگزیکٹو پراولڈ
ناموں کا نچن، طلسمی، عکس صداقت عالم بخاری محبوب شاہ اور راز اسد شہزاد کو جو سب سے بہترین کہانیاں
تھیں مبارک قبول کیجئے باقی ابھی بہرہ کی مصروفیت کی وجہ سے نہیں پڑھ سکی مگر خالد شاہان اور شہاب شیخ کی کہانیاں
پڑھے بغیر ہی میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ زبردست ہو گئی اسد شہزاد کا راز جاننے کے لیے تو مجھے اب بھی بے چینی ہو رہی
ہے اور تم تم نشا آپ کے دسمبر نے تو مجھے شہزاد پادوستوں کی جہاں پڑھے بہت دکھ ہوا شعاع میں عثمان دھکی لکھن
پور ہر فرار خوشاب، عائشہ رحمن کیر والا، اتمان حسن، عابدہ رانی، عدنان عاشق، وقاص اور اسد شہزاد کے شعر
بہترین تھے غزلوں میں مجھے ٹھیک لکھ لکھ کر اچھی اور زبردست اقبال، سحر سمندری، میڈم نفاذ، آباری، کی غزلیں بہت
پسند آئیں غزلوں کی محفل میں کافی امن دیا خود کو روکنے کے باوجود بھی میں نے تقریباً سارا شمار پڑھ لیا ہے۔ میں
جلد اپنی قسط کا دوسرا حصہ روانہ کر دوں گی آپ خوفناک کی طرف دھیان دیں ہمیں خوفناک بہت ہی پسند ہے
اور امید ہے کہ آپ ہماری رائے کو ضرور شائع کریں گے۔ مجھے ریاض بھائی سے شکوہ ہے کہ انہیں جو میں کہتی
ہوں وہ کرتے ہیں میں نے ان کو کہتی ہوں کہ خوفناک میں ہر چیز فریض شائع کیا کریں لیکن اس کے باوجود بھی
کچھ چیزیں وہی ہوتی ہیں جو ہم پہلے سے پڑھ چکے ہیں امید ہے کہ اب کی بار ایسا نہیں ہوگا۔ باقی میری طرف
سے سب کو غلوں بھرا سلام۔

سائل دعا بخاری۔ بھیس پور۔

خوفناک میں ایک بار پھر انٹری دے رہا ہوں امید ہے کہ آپ پہلے کی طرح میری تحریروں پر توجہ دیں گے
میں خوفناک سے بہت ہی پیار کرتا ہوں اس کی وجہ سے میرا خوف بہت ہی کم ہو کر رہ گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ
اس کو پونہ شائع کرتے رہیں گے اور اس میں سب رائٹر حضرات بہت ہی اچھا لکھتے ہیں مجھے سب رائٹروں کی
تحریروں ہی بہت پسند ہیں امید ہے کہ وہ لکھتے ہی رہیں گے۔ اور ہم اس کو پڑھتے ہی رہیں گے۔ میری طرف
سے سب کو غلوں بھرا سلام۔

محمد شاہد، چوکی۔

میرا حال دل سن کر تم کیا کرے
میری آگ میں تم بھی جلا کرے
میں کہتا ہوں اب بھی تمہیں لوٹ جاؤ
میرے ساتھ آخر کہاں تک چلو گے
جو لوٹا ہے تم نے اناؤں سے
محبت کی بازی میں اک دن ہو گے

چہرے کی زردی لہاں پہ تہیں
بلاؤ یہ الزام کس دھڑکے
میں جا ہوں جس آگ آج تجا
اس آگ میں تم تجا چلو گے
جب یاد آئیں گی تم تصور کی دہائیں
ایکے میں مہپ چپ کے دیا کرے

سید تصور شاہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

